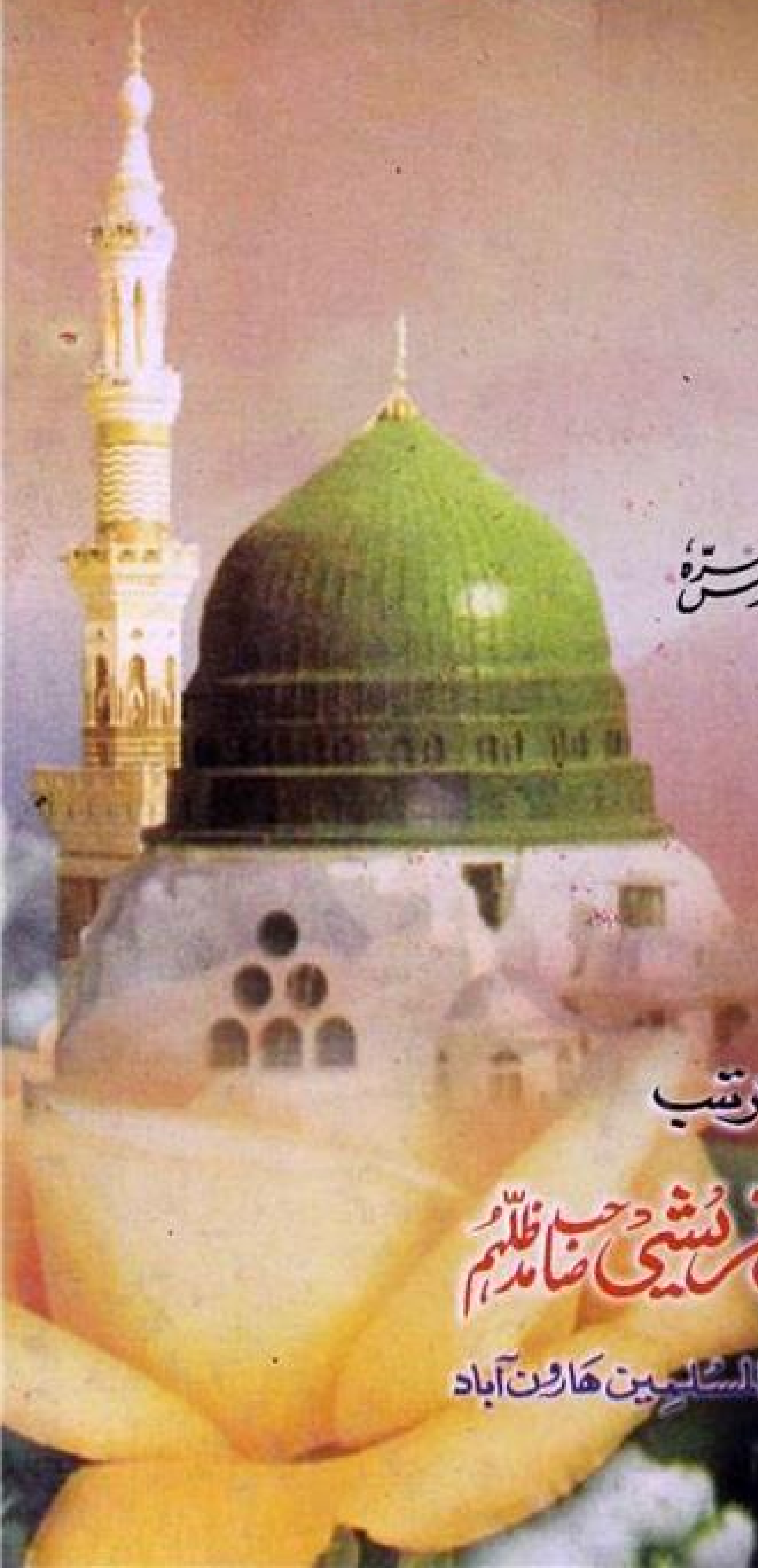
اسلام کے بنیادی احکام

عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور
اخلاق سے متعلق اہم اسلامی تعلیمات کا مجموعہ



از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

جمع وترتیب

حضرت محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہم

صدر مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد

اِسُلام کے بنیَادیُ احکام

عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور
اخلاق سے متعلق اہم اسلامی تعلیمات کا مجموعہ

از افادات
حکیم الاُمّت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع وترتیب:
محمد اقبال صاحب مدظلہم
صدر صیانۃ المسلمین ہارون آباد

اریب پبلیکیشنز
1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی

نام کتاب : اسلام کے بنیادی احکام

مؤلف : حکیم الاُمّت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

سنہ اشاعت : 2004ء

صفحات : 316

قیمت : -/80

ISLAM KE BUNIYADI AHKAM

Maulana A. A. Thanvi

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر

ایمان کے شعبے

اقامت نماز کے بیان میں

زکوٰۃ کے فضائل واحکام

فضائل رمضان

فضائل حج وزیارت

صفائی معاملات

رسالہ صفائی معاملات

آداب المعاشرت کی اہمیت وضرورت

حضرت حکیم الامت اور اصلاح معاشرت

تہذیب الاخلاق کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ واصحابہٖ واولیآءہ اجمعین و بارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا، اما بعد

حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۰۹ھ میں اصلاح معاشرہ کے نام سے ایک تحریر لکھی جسے اب احقر نے پیش لفظ کے عنوان سے کتاب ہذا میں شامل کیا ہے اور اسے سائیکلو اسٹائل کرا کر اراکین مجلس شوریٰ ''صیانۃ المسلمین'' کے نام بھیجی کہ ان کی رائے معلوم ہو کر مجلس صیانۃ المسلمین کے مبلغین کی رہنمائی کیلئے شائع کردیا جائے اور وہ ان موضوعات پر عوام کے سامنے بیان کرسکیں۔

یہ مختصر تحریر مبلغین کیلئے کیا کافی ہوتی خود ناکارہ کو بھی کافی نہ ہوئی چنانچہ حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے تصانیف، مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات کے بحر بیکراں ذخیرہ سے عقائد، عبادات، معاملات، آداب معاشرت اور اخلاق باطنی کے متعلق ضروری تفصیلات جمع کردیں۔ انشاء اللہ اب یہ کتاب ہر مسلمان کیلئے کافی، وافی اور شافی ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھے اور عمل کیلئے کوشش کرتا رہے۔

اللّٰھمّ وفقنا لما تحب و ترضی آمین.

نیک دعاؤں کا ازحد محتاج

بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہٗ

امام وخطیب جامع مسجد تھانوالی ہارون آباد

جمعۃ المبارک ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

پیش لفظ

حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

بعد از حمد و صلوٰۃ، عرض ہے کہ اوپر دیا ہوا عنوان[1] اگر چہ کوئی نیا اور اچھوتا عنوان نہیں مگر دیکھا جائے تو تقریباً ہر شخص کے دل کی دھڑکن ہے اور ہر شخص اس کا خواہشمند ہے کہ معاشرہ کی اصلاح ہو' ایسا کیوں ہے؟ وجہ ظاہر ہے کہ آج معاشرہ میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور ہوتا جا رہا ہے اس کا نقصان تقریباً ہر شخص کو پہنچ رہا ہے۔ اس لیے ہر شخص اس کی زد میں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ملک کا امن و امان تباہ ہو چکا ہے۔ دلوں کا سکون و چین برباد ہو گیا ہے خیر خواہی اور ہمدردی کی فضا ختم ہو چکی ہے۔ بدامنی، بے اطمینانی، دھوکہ بازی، جھوٹ، فریب، غیبت، بدمعاملگی، بدزبانی، چوری، ڈکیتی، دھاندلی، اغواء، ایذا رسانی، اضاعت وقت، گانا بجانا ہمارا روزمرہ کا معمول بن گیا ہے' بلکہ ان چیزوں کو خوبیوں میں شمار کیا جانے لگا ہے۔

معاشرہ کی خرابیاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ ہر شخص ان کے سامنے بے بس نظر آتا ہے حتیٰ کہ حکومت بھی' ایسے حالات میں اصلاح معاشرہ کی طرف پیش قدمی بہت مشکل امر ہے اور اس میں کامیابی کی توقع بہت کم نظر آتی ہے۔ کیونکہ خرابیوں کی اصلاح کی طرف کوئی عملی قدم نہیں اٹھتا۔ بدکردار لوگوں کا نہ محاسبہ کیا جاتا ہے نہ ان کو برا سمجھا جاتا ہے۔ اس یاس و ناامیدی کے عالم میں اگر کوئی سہارا ہے تو وہ اسلامی تعلیمات کا کہ اصلاح معاشرہ کے لئے شریعت کی روشنی اور رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کے ماتحت کس طرح کام کرنا چاہیے اور کون سی راہ اختیار کرنی چاہئے کہ قوم کو اس ناسور سے نجات ملے۔ اور پھر امن و آشتی کا دور واپس

---

[1] اصلاح معاشرہ

آ جائے۔ اس کے لئے بہر حال عملی طور پر میدان میں آنا ہوگا۔ صرف لچھے دار تقریروں اور خوبصورت تحریروں کے ذریعے اس ناسور سے نجات نہ ملے گی۔

حالات کیسے ہی ناخوشگوار اور پیچیدہ ہوں، کیسی ہی ناامیدی اور یاس کی گھٹائیں چھائی ہوں اور کیسے ہی اضطراب و پریشانی کے لمحات نے انسان کو گھیر لیا ہو۔ مگر اسلام کی رہنمائی ہر حالت میں انسان کے لئے سہارا اور مینار روشنی ثابت ہوتی ہے۔ سو الحمدللہ ان بگڑے ہوئے حالات میں بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ پر بھروسہ کر کے ہم آپ کے سامنے اس مسئلے کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر قوم نے یا حکومت نے اس پر عمل کیا (کیونکہ یہ فرد واحد کے کرنے کا کام نہیں) تو انشاء اللہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

''معاشرہ'' عربی کا لفظ ہے جس کو ہم ''معاشرت'' کہتے ہیں جس کے معنی ہیں ''آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا'' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کو ایسے حالات میں بھیجا ہے کہ وہ یہاں تنہا زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ نظامِ عالم اس طرح قائم فرمایا کہ انسان الگ الگ ہونے اور اپنی شخصیت اور وجود میں اکیلے ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں رہ کر بے شمار ضرورتیں اور حاجتیں ہیں جن میں سے کچھ تو زندگی بسر کرنے کے لئے ناگزیر اور ضروری ہیں کہ بغیر ان کے زندگی گزر ہی نہیں سکتی' ان کو آپ زندگی کی ضروریات کہہ لیجئے جیسے کھانا، پینا، سونا، کپڑا، مکان وغیرہ' پھر یہ ضروریات بھی ہر طبقے یا ہر خطے کے لئے مختلف ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو ضروریات تو نہیں کہا جا سکتا مگر انسان اپنی راحت و آرام کے لئے ان کا طالب ہے یہ چیزیں ''سامان آسائش'' کہی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا اتنی ساری ضرورتوں کو انسان تنہا رہ کر اپنے لئے مہیا نہیں کر سکتا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے رجال کار پیدا فرما دیئے اور اس کا جذبہ اور شوق ان کو عطا فرما دیا۔ کسی کو کپڑا بنانے پر لگا دیا۔ کسی کو مکانات تعمیر کرنا سکھا دیا کسی کو کھیتی باڑی کے کام میں لگا دیا اور کسی کو کنویں کھودنے' ٹیوب ویل لگانے اور کسی کو کھانا

8527

پکانے وغیرہ پر لگا دیا جیسا کہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کو ایک خاص کام کے لئے بنایا اور پھر اس کام کے کرنے کی رغبت اس کے دل میں پیدا فرمادی۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا بلکہ سب لوگ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور اسی کو ''معاشرت'' کہتے ہیں، آپس میں مل جل کر رہنے سے اگر باہمی تعلقات خوشگوار ہوں تو معاشرت عمدہ اور اچھی کہلاتی ہے اور اگر تعلقات ناخوشگوار ہوں تو معاشرت بری اور تکلیف دہ کہلاتی ہے۔

اگر اصلاح معاشرہ کسی غیر مسلم کو کرنا ہو تو اس کے طریقے اور ہوں گے لیکن مسلمانوں کی اصلاح معاشرہ صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ان کو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تعلیم و تربیت دی جائے۔ اسلام کی تعلیمات چونکہ بے شمار ہیں اس لئے یہ جاننا چاہئے کہ دین اسلام کے بنیادی طور پر پانچ اجزاء ہیں:

۱۔ عقائد ۲۔ عبادات ۳۔ اخلاق ۴۔ معاملات ۵۔ معاشرت

ان پانچ اجزاء کو جس ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس ترتیب کے لحاظ سے ان میں تعلق بھی ہے کہ ایک سے دوسرا عمل میں آئے گا۔ اس طرح کہ اگر پہلے کو چھوڑ دیں تو دوسرے کا وجود نہیں ہوگا۔ مناسب ہوگا کہ پہلے ان پانچوں کے معنی اور مقصد سمجھ لیجئے۔

عقائد

یہ جمع ہے ''عقیدہ'' کی جس کے معنی ''گرہ'' مطلب یہ ہے کہ اسلام میں جن باتوں کا اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر اسلام کا وجود نہیں ہوتا۔ ان کو عقیدہ کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ باتیں دل میں گرہ کی طرح مضبوط جمی ہوئی ہوں کہ کوئی شخص ان کو زائل نہ کر سکے جیسے توحید، رسالت، قرآن، آخرت، حساب کتاب، دوزخ، جنت، فرشتے، وغیرہ وغیرہ۔

مقصد عقائد کے درست کرنے سے یہ ہے کہ انسان کی فکر اور سوچ درست ہو جائے اور وہ صحیح لائنوں پر سوچنے کا عادی ہو جائے۔ واہی تباہی اور غلط سلط باتیں سن کر فوراً اس کو پتہ چل جائے کہ یہ بات غلط ہے۔ گویا عقیدے درست ہونے سے انسان کی فکر وفہم کی بنیاد درست ہو جاتی ہے۔

عبادات

وہ اعمال کہلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کئے اور ان کا کرنا اور بجالانا ہر ایک کے لئے ضروری ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ وغیرہ۔

اخلاق

جمع ہے ''خلق'' کی جس کے معنی ''عادت'' انسان میں بعض عادتیں اچھی اور بعض بری ہوتی ہیں جو عادتیں اچھی ہوتی ہیں ان کو ''اخلاق حسنہ'' اور جو بری عادتیں ہیں ان کو ''اخلاق سیئہ'' کہا جاتا ہے۔ حکم یہ ہے کہ اچھے اخلاق اختیار کرو اور برے اخلاق سے پرہیز کرو۔

معاملات

جمع ہے ''معاملہ'' کی دو شخصوں کے درمیان جو حالات و واقعات پیش آتے ہیں وہ معاملات کہلاتے ہیں۔ جیسے لین دین خرید و فروخت، نکاح و طلاق وغیرہ تمام کاموں میں شریعت اسلام کے احکام موجود ہیں، وران کے مطابق کرنے کا حکم ہے۔

معاشرت

اس کے معنی بیان ہو چکے یعنی آپس میں مل جل کر رہنا۔ اس کے لئے بھی شریعت اسلام میں احکام موجود ہیں۔ ان کے مطابق زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کے ساتھ صحیح برتاؤ

کرنے کا طریقہ اور حکم موجود ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب غور فرمائیے کہ اگر ایک شخص کے ''عقائد'' درست نہیں ہوں گے یعنی مثلاً وہ خدا کو مانتا ہے نہ رسول کو، نہ قیامت کو نہ جزا و سزا کو۔ تو ایسے شخص سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ اس سے عبادات کا صدور ہوگا، بلکہ عبادات کا صدور تب ہی ہوگا کہ کوئی شخص خدا کو بھی مانتا ہو، رسول کو بھی مانتا ہو قیامت اور حساب و کتاب اور جزا و سزا کو بھی مانتا ہو۔ ایسے شخص کے دل میں نماز، روزہ وغیرہ کا تقاضا پیدا ہوگا اور وہ تمام عبادات و اعمال کو صدق دل سے بجالائے گا۔

اسی طرح جو شخص عبادات میں مشغول ہوگیا تو امید ہے کہ اس کے اخلاق خود بخود درست ہو جائیں گے اور اخلاق کی اصلاح عبادات کے ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی کیونکہ عبادات میں خاصیت ہے اخلاق کو درست کرنے کی جیسا کہ نماز کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری باتوں سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اگر نماز کی طرح پڑھا جائے تو وہ تمام برے کاموں اور بے حیائی سے روک دیتی ہے اور برے اخلاق جتنے بھی ہیں وہی بری باتیں اور بے حیائی کے کام ہیں مثلاً اخلاق سیۂ میں تکبر، بغض، کینہ، حسد، غصہ، حب مال، حب جاہ، شہوت، بدنظری، غضب، ظلم وغیرہ شامل ہیں اور جب یہ برائیاں انسان میں سے نکل جائیں گی تو ان کی جگہ اچھی عادتیں اور خصلتیں پیدا ہوں گی جو اخلاق حسنہ کہلاتی ہیں مثلاً تواضع، حلم و بردباری، فکر آخرت، صبر، شکر، قناعت، اللہ کی محبت، اللہ کا ڈر، عفت و پاکدامنی، ایفائے عہد وغیرہ اب اس پر غور فرمائیے کہ ایسا آدمی جس میں نہ تکبر ہے نہ کینہ ہے نہ غرور ہے نہ ریا ہے نہ ہوس مال و زر ہے، بلکہ اس میں تواضع، خدا کا خوف، صبر و شکر، قناعت، وغیرہ اوصاف حمیدہ

موجود ہیں تو اس کے معاملات خود بخود ٹھیک ہوں گے وہ نہ کسی سے وعدہ خلافی کرے گا نہ کسی کا قرض یا پیسہ دبائے گا' نہ کسی کو دھوکہ دے گا نہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا۔ غرض یہ کہ معاملات میں صاف اور پختہ خود بخود ہو جائے گا اور جب سب لوگ ان صفات کے حامل ہوں گے تو معاشرت خود بخود اصلاح پذیر ہو جائے گی جس کی روح یہ ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے ایسا شخص نہ اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں سے برا سلوک کر سکتا ہے نہ اعزہ واقربا' سے' نہ دوست واحباب سے نہ محلہ وپڑوس والوں سے' نہ کسی اجنبی سے نہ کسی جاننے والے سے۔

حاصل اس ساری تحریر اور سمجھانے کا یہ ہے کہ اگر اصلاح معاشرہ واقعی چاہتے ہو تو وہ صرف ''اصلاح معاشرہ'' ''اصلاح معاشرہ'' کا شور مچانے سے کبھی بھی حاصل نہ ہوگا۔ نہ ہی لیکچر دینے اور تقریریں کرنے سے اور نہ کتابیں اور اشتہار چھاپنے سے بلکہ یہ ایک عملی کام ہے اس لئے عمل کرنے سے اور وہ بھی طریقے سے عمل کرنے سے ہوگا۔ جیسے ایک شخص کو مثلاً مسجد بنانے کا شوق ہے اور ہر جگہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھے ایک مسجد بنانی ہے۔ اس کو کسی عاقل اور تجربہ کار انسان نے مشورہ دیا کہ اس طرح مسجد نہ بنے گی۔ مسجد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ (۱) پہلے زمین کا پلاٹ حاصل کرو۔ (۲) اس پر نقشہ بنوا کر منظور کراؤ۔ (۳) اس کی بنیادیں بھرو۔ (۴) دیواریں بناؤ۔ (۵) چھت ڈالو، مسجد تیار، وہ کہتا ہے کہ حضور میں نہ پلاٹ حاصل کروں۔ نہ نقشہ بنواؤں نہ منظور کراؤں' نہ بنیادیں بھروں' نہ دیواریں کھڑی کروں میں تو چھت پہلے ڈالنا چاہتا ہوں آپ ہی سوچئے' کیا چھت پہلے پڑ سکتی ہے؟۔

اسی طرح جو حضرات اصلاح معاشرہ چاہتے ہیں اور اس کے لئے جو کام کر رہے ہیں وہ غلط طریقے سے کر رہے ہیں یعنی صرف تقریریں کرتے ہیں یا جلسے کرتے ہیں یا اجتماعات کرتے ہیں یا لٹریچر شائع کرتے ہیں اس طرح کبھی بھی اصلاح معاشرہ نہ ہوگی کیونکہ اصلاح معاشرہ پانچویں نمبر کی چیز ہے تو وہ پہلے کیسے وجود میں آ جائے گی۔

لہٰذا اصلاح معاشرہ اگر مطلوب ہے تو اس کے حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ملک

میں جابجا ''تربیت گاہیں'' قائم کرنی چاہئیں جن میں رہنے والوں کو سب سے پہلے ''عقائد'' کی خصوصی تعلیم اور تربیت دی جائے جب وہ عقائد میں پختہ ہو جائیں تو پھر ''عبادات'' پر زیادہ توجہ دی جائے کہ عبادات ظاہری و باطنی خامیوں سے پاک ہو جائیں۔ اس کے بعد ''اخلاق'' کی اصلاح پر بھرپور توجہ دی جائے کہ ان میں رسوخ اور پختگی پیدا ہو جائے اس کے بعد ''معاملات'' پر زور دیا جائے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے ان کو ''حسن معاملت'' کا عادی بنایا جائے۔ اس کے بعد ان کو ''معاشرت'' کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا جائے اور حسن معاشرت کی خوبیاں ذہن نشین کرائی جائیں اور یہ سب کام تعلیم و تربیت کے ذریعے ہو جس کے لئے ایسے لوگ نگران اور معلم مقرر کئے جائیں جو خود ان اوصاف میں پختہ ہوں کہ ان کی شخصیت و کردار سے زیر تربیت لوگ متاثر ہوں۔ ایسے لوگوں کی جب ایک جماعت تیار ہو جائے گی تو وہ خود اپنی ذات سے اصلاح معاشرہ کے مبلغ اور نقیب ہوں گے۔ ادھر تربیت گاہوں سے مسلسل ایسی جماعتیں نکلتی رہیں گی کہ جو اصلاح یافتہ ہوں گی اور معاشرہ میں شامل ہوتی رہیں گی۔

اس طرح ان شاء اللہ ایک معتد بہ مدت میں یہ کام پورے ملک اور پورے معاشرے میں شروع ہو جائے گا اور خدا نے چاہا تو اس قوم کی کایا پلٹ جائے گی۔ ورنہ موجودہ طریق کار سے کچھ بھی نہ ہوگا جیسے اب تک کچھ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ وقت' پیسے اور صلاحیتوں کا ضیاع ہو رہا ہے کیونکہ لاٹھی الٹی گھمائی جا رہی ہے کہ سب سے پہلے اصلاح معاشرہ کرنا چاہتے ہیں، اور جن امور پر اصلاح معاشرہ موقوف ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور معاشرہ کی اصلاح فرمادے۔ آمین۔

احقر نجم الحسن تھانوی عفی عنہ'

سابق صدر مجلس صیانۃ المسلمین (پاکستان)

۶ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/۱۹ اکتوبر ۱۹۸۸ء

دین کوصرف عبادات میں منحصر سمجھنے والوں کی مثال

لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں سوائے نماز' روزے کے اور رکھا کیا ہے۔ واللہ العظیم لوگوں نے اسلام کی حقیقت دیکھی ہی نہیں اور جو کچھ دیکھا وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے محبوب کا صرف ایک ناخن دیکھا ہو اور صورت چہرہ بالکل نہ دیکھا ہو۔ایک بہت اچھی مثال یاد آئی اس سے ہماری حقیقت فہمی اور اصلی واقفیت کی پوری حقیقت کھل جائے گی مشہور ہے کہ اندھوں کے شہر میں ایک ہاتھی آ گیا تھا' اندھوں نے جب سنا تو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا لیکن آنکھیں تو تھیں نہیں دیکھتے کیونکر؟ آخر سب اکٹھے ہو کر پہونچے اور اس کے قریب جا کر سب نے ہاتھ سے چھو کر اس کو دیکھا کسی کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا کسی کے ہاتھ میں کان آ گیا کسی نے دم پکڑ لی۔ دیکھ بھال کے بعد آپس میں اس کی ہیئت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی ایک نے کہا کہ ایسا تھا جیسا کھمبا ہوتا ہے' دوسرے نے کہا نہیں بلکہ جیسا سانپ' تیسرے نے کہا نہیں بلکہ جیسے چھاج' چوتھے نے کہا نہیں بلکہ جیسے مورچھل۔ مولانا رومی اس حکایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی بینا ہوتا تو کہتا کہ تم سب سچے ہو اور سب جھوٹے ہو سچے تو اس لئے کہ جس نے جو کچھ دیکھا وہی آ کر بیان کر دیا۔اور جھوٹے اس لئے کہ اصل حقیقت کی خبر ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں ہوئی ۔اس وقت مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے کہ انہوں نے اسلام کو عموماً پورا نہیں دیکھا سمجھتے ہیں کہ صرف وضو نماز ہی کا نام اسلام ہے اور بس۔

میں ایک مقام پر گیا وہاں ایک اسکول بھی تھا اور اس میں دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی تھی نصاب دینیات کو دیکھا تو اس میں صرف راہ نجات اور غضب یہ کہ اس کو کافی سمجھتے تھے میں نے کہا کہ صاحبو اگر راہ نجات تمام ضروریات دین کے لئے کافی ہے تو بتلایئے اگر ایک شخص کے پاس تیل ہو اور ایک کے پاس سرسوں ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے سے بدلنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی اور کیسے یہ بدلا جائے گا سن کر کہنے لگے کہ کیا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔افسوس ہے کہ معاملات اور معاشرت کو علی العموم لوگوں نے دین سے خارج سمجھ رکھا ہے لیکن تعجب ہے کہ قانون خداوندی سے تو اپنے معاملات اور معاشرت کو مستثنیٰ سمجھ لیا اور گورنمنٹ کے قانون

سے مستثنیٰ نہ سمجھا۔ کبھی کسی نے گورنمنٹ سے نہ کہا ہوگا کہ تجارت وغیرہ میں آپ کو کیا دخل ہے آپ صرف امور انتظام سلطنت میں ہم سے باز پرس کیجئے باقی یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں ہم کو لائسنس وغیرہ کا مقید کیوں کیا ہے؟ کیا کوئی شخص ایسا کہہ سکتا ہے؟ اور اگر کہے تو پھر دیکھئے گردن ناپی جاتی ہے یا نہیں۔ یقیناً گردن ناپی جائے گی اور کہا جائے گا کہ جب ہم حاکم ہیں تو ہم کو ہر امر میں قانون مقرر کرنے کا حق ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ گورنمنٹ کو تو اس کہنے کا حق دار سمجھا جائے اور خدا تعالیٰ کے قانون کو صرف وضو اور نماز وغیرہ میں منحصر کر دیا جائے۔ تو خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک قانون مقرر فرمایا ہے اور ہر چیز کا ایک قاعدہ بتلایا ہے مگر چونکہ لوگ دین کو ناتمام طور پر دیکھتے ہیں اس لئے صرف نماز روزہ یا زیادہ سے زیادہ معاملات تک شریعت کے احکام کو وسعت دی جاتی ہے اور وضع اور معاشرت و اخلاق کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔

نیز بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم تہذیب میں دوسری قوموں کے محتاج ہیں اور شریعت اسلام کو تہذیب سے معرّیٰ سمجھتے ہیں ان لوگوں کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک یک چشم کی نسبت مشہور ہے کہ وہ دہلی گیا سیر کے لئے چاندنی چوک میں نکلا اتفاق سے آپ کی گردن بھی نہ مڑسکتی تھی اس لئے جاتے وقت صرف ایک طرف کی دکانیں نظر آئیں دوسری جانب کی نظر نہ آئیں جب وہاں سے واپس ہونے لگا تو دوسری جانب کی دکانیں نظر آئیں ان کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں کہ دلی کے لوگ بھی کیا ستم کے لوگ ہیں ابھی یہ دکانیں دائیں جانب تھیں ابھی ہمارے لوٹنے سے پہلے ان کو بائیں جانب اٹھا کر رکھ دیا۔ تو ہمارے بھائیوں نے بھی شریعت کو صرف ایک طرف سے دیکھا اس لئے وہ محتاج سمجھتے ہیں ورنہ شریعت اسلام میں وہ تہذیب ہے کہ دنیا میں کسی قوم کے اندر بھی اتنی تہذیب نہیں ہے۔ چند روز آ کر ہمارے پاس رہو اور پھر دیکھو کہ وہ شریعت جس کو آج خونخوار بتلایا جا رہا ہے وہ کیسی دل فریب ہے جب اس کی حقیقت سے واقف ہو گے تو اس پر عاشق ہو جاؤ گے اور یہ کہو گے کہ۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

(مضار المعصیت ص ۱۱،۱۳)

دین دراصل پانچ چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے

دین واقع میں چند چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔ ۱-عقائد، ۲-عبادات، ۳-معاملات، ۴- آداب معاشرت، ۵-اخلاق باطنی، یعنی یہ کہ تکبر نہ ہو، ریا نہ ہو۔ تواضع ہو، اخلاص ہو، قناعت ہو، شکر ہو، صبر ہو، وعلیٰ ہذا، پس ان پانچ چیزوں کا نام دین ہے۔ اس وقت کسی نے کسی کو، کسی نے کسی کو چھوڑ رکھا ہے۔ کسی نے اعمال کو چھوڑا کسی نے معاملات کو کسی نے معاشرت کو اس طرح سے کہ اپنی معاشرت کو چھوڑ کر غیروں کی معاشرت کو اختیار کرلیا ہے اور بعض نے اخلاق باطنی کو چھوڑ دیا ہے اس تفصیل کے بعد حاصل آیت کا یہ ہوا کہ دین کو یعنی ان پانچ چیزوں کو اصلاح فی الارض میں اور ان پانچوں کے اخلال کو افساد فی الارض میں دخل ہے بس اب اس کو دیکھ لیجئے مشاہدہ کہ اصلاح فی الارض میں جدا جدا ہر ایک کا کیا دخل ہے سو بعض کا دخل تو بیّن ہے۔ مثلاً اخلاق کہ ان کا اثر امن عام میں بیّن ہے اور ذرا سے غور سے معاملات کا اثر بھی امن عام میں ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ احکام معاملہ کا حاصل حقیقت یہ ہے کہ کسی کا حق ضائع نہ کیا جائے۔ پس معاملات کو بھی اتفاق میں بڑا اثر ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے موافق ہوں کیونکہ آپ کی رائے ان مصالح کی رعایت نہیں کرسکتی جن کی شریعت نے کی ہے جیسے پھل فروخت کرنا کہ آپ نے قبل از وقت پھل فروخت کیے تو اس صورت کو شریعت نے حرام کیا ہے کیونکہ پھل آنے سے پہلے فروخت کرنے میں معدوم کی بیع ہے اور بیع معدوم میں کسی نہ کسی کا ضرر ضرور ہوتا ہے اور شریعت کے موافق کرنے میں کسی کا ضرر نہیں اور امن قائم ہوگا۔ تو ان دونوں کا اثر تو دنیا کے انتظام میں صاف معلوم ہوتا ہے۔
باقی اور تین چیزوں کا امن عام میں دخیل ہونا سو یہ کم ظاہر ہے اس لئے اس کو بھی ثابت کرنا ضرور ہے کہ یہ تین چیزیں بھی امن عام میں دخیل ہیں۔ سو اول یعنی عقائد کو یوں سمجھو کہ توحید

اور رسالت اور معاد اُمّ العقائد ہیں اور ان سب کو امن عام میں بڑا دخل ہے۔

آپ نے اخلاق اور معاملات کو تو امن عام میں دخیل مان ہی لیا ہے اسی کی تسلیم سے یہ دعویٰ بھی ثابت ہو جائے گا ایک مثال بطور نمونہ کے عرض کرتا ہوں کہ مثلاً اخلاق میں جھوٹ نہ بولنا' سچ بولنا' ہمدردی کرنا' خودغرضی نہ کرنا سب داخل ہے اور یہ اصول تمدن میں سے بہت بڑی چیزیں ہیں جن پر تمام تمدن کا مدار ہے لیکن واقعات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ اخلاق دو شخصوں میں پائے جائیں جن میں ایک توحید ورسالت کا قائل ہو اور دوسرا اس کا قائل نہ ہو تو یقیناً دونوں میں بہت بڑا فرق ہو گا یعنی منکر توحید میں تو یہ اخلاق محدود العمر ہوں گے' اس طرح سے کہ جب تک ان اخلاق پر عمل کرنے میں اس کے دنیاوی منافع فوت نہ ہوں یا ان کے خلاف عمل کرنے سے دوسروں کو خبر ہو کر رسوائی کا اندیشہ ہو اس وقت تک ان اخلاق پر عمل کیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا موقع آپڑے گا کہ ان اخلاق پر عمل کرنے سے دنیوی ضرر ہوتا ہو اور ان کے خلاف کرنے میں کسی کو خبر بھی نہ ہو جس میں اندیشہ بدنامی نہ ہو تو اس منکر توحید ورسالت کو کبھی ان اخلاق کے ترک کی پروانہ ہو گی۔

ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ جب کبھی بے دین سلطنتوں میں آپس میں معاہدہ ہوتا ہے تو اس کی پابندی اسی وقت تک کی جاتی ہے جب تک اپنے منافع حاصل ہوتے ہیں یا خلاف کرنے میں اپنا ضرر ہوتا ہے اگر خلاف کرنے میں اپنا ضرر نہ ہوتا ہو تو عہد شکنی میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ یا فرض کرو کہ دو شخص ہم سفر ہوں جن میں ایک کے پاس ایک لاکھ روپے کے نوٹ ہوں اور دوسرا ایسا ہو کہ اس پر فاقے گزرتے ہوں اور اتفاق سے وہ متمول انتقال کر جائے اور دوسرے رفیق سفر کو ان نوٹوں کے لینے کا موقع ملے اور عاقل بھی یہ اتنا بڑا ہو کہ بلا تکلف ان کو فروخت کر سکے اور اس مرحوم کے ورثہ میں بھی صرف ایک نابالغ بچہ ہو اور ان نوٹوں کی کسی اور کو خبر بھی نہ ہو کہ اس شخص کے پاس یہ ذخیرہ ہے اس صورت میں اخلاق اور نفس

میں سخت کشاکشی ہوگی اخلاق کا فتویٰ تو یہ ہوگا کہ روپیہ اس وارث کو دینا چاہئے اور نفس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ جب اس روپے کے رکھ لینے میں کوئی بدنامی نہیں، کسی قسم کا اندیشہ نہیں تو پھر ان کو کیوں نہ رکھ لیا جائے اس کشاکش میں میں نہیں سمجھتا کہ نری اخلاقی قوت انسان کو اس عظیم مہلکہ سے بچالے پس جس شخص کو نری اخلاقی تعلیم ہوئی ہے وہ ہرگز اس خیانت سے نہیں بچ سکتا۔ البتہ جو اخلاقی تعلیم کے ساتھ خدا اور قیامت کا بھی قائل ہے وہ اس سے بچ سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں یہاں بچ گیا اور مجھے دنیا میں خمیازہ بھگتنا نہ پڑا تو قیامت میں تو ضرور ہی بھگتنا پڑے گا۔

(ضرورت العلماء ص ۲۷ تا ۲۹)

روح اول......اسلام اور ایمان

دونوں لفظوں کا مطلب قریب ہی قریب ہے

إن الدين عند الله الا سلام ۞

(ال عمران آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ بلا شبہ (سچا) دین اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے۔

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه ط و هو فى الاخرة من الخسرين ۞ (ال عمران آیت نمبر ۸۵)

ترجمہ: ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو تلاش (اور اختیار) کرے گا سو وہ دین اس شخص سے (خدا تعالیٰ کے نزدیک) مقبول (اور منظور) نہ ہوگا اور وہ (شخص) آخرت میں خراب ہوگا۔''

ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاولٰئِكَ حبطت اعمالهم فى الدنيا و الاخرة واولٰئِكَ اصحب النار هم فيها خلدون ۞ (البقرۃ آیت نمبر ۲۱۷)

ترجمہ: ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(ف) دنیا میں اعمال کا غارت ہونا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا' مرنے کے بعد جنازہ

کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

(**مسئلہ**) اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جاوے تو بی بی سے پھر نکاح کرنا پڑے گا بشرطیکہ بی بی بھی راضی ہو اور اگر وہ راضی نہ ہو تو زبردستی نکاح نہیں ہو سکتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ ۞

(النساء آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۷)

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو تم (ضروری عقیدوں کی تفصیل سن لو وہ یہ ہے کہ) اعتقاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی (یعنی قرآن کے ساتھ) اور ان کتابوں کے ساتھ (بھی) جو کہ (رسول اللہ ﷺ) سے پہلے (اور نبیوں پر) نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) اس کے رسولوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) بروز قیامت کے ساتھ (کفر کرے) تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا' بلاشبہ جو لوگ (پہلے تو مسلمان ہوئے) پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے (اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلی بار کا اسلام سے پھر جانا معاف ہو جاتا بلکہ) پھر کافر ہو گئے پھر (مسلمان ہی نہ ہوئے ورنہ پھر ایمان مقبول ہو جاتا بلکہ کفر میں بڑھتے چلے گئے (یعنی مرتے دم تک کفر پر قائم رہے) اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے۔

۵. اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ۔ (النساء آیت نمبر ۵۶، ۵۷)

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بیشک جولوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے (یعنی ایمان اختیار نہ کیا) ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ (اور وہاں ان کی برابر یہ حالت رہے گی کہ) جب ایک دفعہ ان کی کھال (آگ سے جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری (تازی) کھال پیدا کردیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب ہی بھگتتے رہیں، بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والے ہیں اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے بہت جلد ہم ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے (مکانوں کے) کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کے لئے ان (بہشتوں) میں بیبیاں ہوں گی صاف ستھری اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے۔

(ف):- ان آیتوں میں اسلام والوں کے لئے دوزخ کی مصیبتیں تھوڑی سی بیان کی گئی ہیں۔ دوسری آیتوں میں اور حدیثوں میں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں اور دوزخ کی طرح طرح کی مصیبتیں بہت سی بیان ہوئی ہیں۔ اے مسلمانو! دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے اگر اسلام پر قائم رہ کر مان لیا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش اور چین دیکھو گے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤ گے اور اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کے لئے کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر گیا تو مرنے کے ساتھ ہی ایسی مصیبت کا سامنا ہوگا کہ دنیا کے سب عیش بھول جائے گا۔ پھر اس مصیبت سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی تو جس کو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی وہ ساری دنیا کی بادشاہی کی لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑے گا۔ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہدایت کر اور ان کی عقلیں درست رکھ۔

(حیوٰۃ المسلمین روح اول)

عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں کی قسمیں

افسوس ہم اس زمانے میں ہیں جس میں عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو جماعتیں ہوگئیں ایک وہ جس کو عقائد اسلامیہ میں شبہ ہے ایک وہ جن کو عقائد اسلامیہ میں کلام نہیں، ایسے فاسق ہی غنیمت معلوم ہوتے ہیں جو عقائد اسلامیہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور الحمدللہ اب تک کثرت اس جماعت کی ہے جن کے عقائد درست ہیں۔

(الفاظ القرآن ص۶، معارف اشرفیہ ص۴۷)

عقائد بمنزلہ جڑ کے ہیں

افسوس اب اعمال کی ضرورت ہی ذہن سے اتر گئی' ادائے اعمال کو اگر تکلیف کی وجہ سے چھوڑا تھا مگر وجوب کے عقیدہ میں کیا تکلیف تھی نفس نے دیکھا کہ وجوب کی بناء پر شاید کسی وقت عمل کیلئے مستعد ہوجائے اسی لئے اس نے بار بار کی تکلیف سے بچنے کیلئے اڈہ ہی اڑا دیا کیونکہ عقائد بمنزلہ جڑ اور اعمال بمنزلہ شاخوں کے ہیں جڑ کاٹ دینے سے پھر احتمال ہی باقی نہیں رہتا کہ شاخیں پھر کبھی ہری ہوں گی۔

(فان الجنة هي الماوىٰ ص۴۸، معارف اشرفیہ ص۱۰۹)

عقائد کا اثر

فرمایا: عقائد کا اثر اعمال پر بھی پڑتا ہے اس لئے عقائد سے یہ اثر بھی مقصود ہے۔ مثلاً مسئلہ توحید میں ایک محقق نے اس اثر کو ظاہر کیا ہے۔

مؤحد چہ برپائے ریزی زرش
چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید وہراسش نباشد زکس
ہمین ست بنیاد توحید و بس

اس کی تائید آیت سے بھی ہوتی ہے چنانچہ سورۂ حدید میں تعلیم مسئلہ قدر کے بعد اس کی ایک غایت اس طرح ارشاد فرمائی ہے "لکی لا تاسوا علیٰ مافاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم" کیونکہ یہاں کوئی نہ کوئی عامل ضرور مقدر ہوگا اور وہ جو ماقبل کے مناسب ہو اور وہ اخبر ہے یعنی اخبر عن ھذہ المسئلة لکی لا تاسوا الخ تو اس بناء پر تقدیر کے عقیدہ کا یہ اثر ثابت ہوا کہ اس سے غم ہلکا ہو جاتا ہے اور عجب نہیں ہوتا اسی طرح پر عقیدہ سے کسی نہ کسی عمل پر ایک خاص اثر پڑتا ہے غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔ (الکلام الحسن ج ا ص ۴۰)

اصلاح عقائد سب سے زیادہ ضروری ہیں

تصوف میں جب اصلاح اعمال ضروری ہیں تو اصلاح عقائد تو اور بھی اہم ہوگی مگر آج کل اصلاح احوال تو کرتے ہیں مگر اصلاح عقائد و اعمال کی کچھ پرواہ نہیں۔

(الکلام الحسن ص ۱۵۷، ۱۵۸)

عقیدوں کی عملی غایت

عقیدہ تقدیر کو اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے کیونکہ اس سے حزن و بطر رفع ہو جاتا ہے اور حزن جڑ ہے تعطل کی اور تکبر و بطر جڑ ہے تعطل باطن کی یعنی پریشان اور غمگین آدمی ظاہر میں تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہو جاتا ہے۔ اور متکبر آدمی کا دل خدا کے تعلق سے معطل ہو جاتا ہے جب تک تکبر نہ نکلے خدا کے ساتھ دل کا لگاؤ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح عقیدہ توحید سے مخلوق کا خوف و طمع رخصت ہو جاتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے اعتقاد کو آپ کے اتباع میں دخل ہے۔ بس عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود بالاعمال بھی ہیں۔

(انفاس عیسیٰ ۳۴۹)

اعتقاد کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں کسی خاص معاملہ کی نسبت فرمایا کہ اس کو اعتقاد ہی نہیں کہتے۔ اعتقاد تو اس کو کہتے ہیں جو جازم ہو جاتا ہے۔ ٹل نہیں سکتا' ہٹ نہیں سکتا جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس کو کوئی بھی بات ہٹا نہیں سکتی۔ یہ ہے حقیقت اعتقاد کی۔ (مواعظ دنیا و آخرت)

عقیدہ تقدیر سے راحت

تقدیر تجویز حق کا نام ہے جس کا تعلق ذات وصفات حق سے ہے۔ اس میں کاوش کرنے سے بجز حسرت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (الفضحات ص ۴)

عقائد علم و عمل دونوں کے لئے ہیں

عقائد فی نفسہ بھی مقصود ہیں اور عمل کے واسطے بھی مقصود ہیں۔ مثلاً مسئلہ تقدیر کی تعلیم سے صرف اعتقاد کر لینا ہی مقصود نہیں بلکہ یہ عمل بھی مقصود ہے کہ مصائب میں مستقل رہے۔ ہر مصیبت کو مقدر سمجھ کر پریشان نہ ہو۔ اسی طرح نعمتوں پر بطر و تکبر نہ ہو۔ ان کو اپنا کمال نہ سمجھے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۸)

عمل کے بغیر یقین کامل نہیں ہو سکتا

یقین مطلوب اور یقین کامل بدون عمل کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے مطلوبہ اثرات حاصل ہو سکتے ہیں۔ یقین و اعتقاد کا ثمرہ مطلوبہ نجات مطلقہ بدون تعذیب ہے۔ اور یہ اعتقاد بلا عمل کے حاصل نہیں ہوتا یعنی غالب الوقوع یہی ہے کہ بلا عمل نجات کامل نہیں ہوتی گو کسی فرد میں تخلف ہو جائے۔ (دواء الغفلت)

عقائد کی غلطیاں

آج کل عقائد کے باب میں دو قسم کی غلطیاں واقع ہو رہی ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو عقائد کو ضروری سمجھتے ہیں مگر ضرورت کو اسی میں منحصر کرتے ہیں یعنی اعمال کی ضرورت نہیں

چنانچہ عام طور سے یہ عقیدہ ہے کہ جو توحید و رسالت کا قائل ہو اور ''لا الٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ'' کا معتقد ہو بس وہ جنتی ہے۔ اب اسے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

پھر بعض نے اور انتخاب کیا ہے کہ ایمان کا بھی اختصار کرلیا کیونکہ ایمان کی حقیقت تو یہ ہے۔

التصديق بما جاء به النبی صلی الله عليه وسلم

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دی ہیں کہ اللہ واحد ہے۔ قیامت آنے والی ہے' وزن حق ہے' حساب کتاب حق ہے' دوزخ جنت حق ہے' تقدیر کا مسئلہ حق ہے' فرشتوں کا وجود حق' پل صراط پر چلنا حق ہے' نماز کی فرضیت حق ہے' زکوٰۃ اور روزہ وحج سب کی فرضیت حق ہے کیونکہ یہ اطاعات گو اعمال ہیں مگر ان کی فرضیت کا اقرار کرنا ایمان میں داخل ہے یعنی ایک تو نماز کا پڑھنا ہے اور روزہ رکھنا' زکوٰۃ دینا' حج کرنا یہ تو عمل ہے اور ایک ان کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا یہ ایمان کا جزو ہے۔ بدون اس اعتقاد فرضیت کے ایمان کا تحقق نہیں ہوسکتا۔

تو ایمان نام تھا ان سب چیزوں کی تصدیق کا مگر آج کل لوگوں نے اس میں بھی انتخاب کرلیا ہے۔ بعضے وزن اعمال کا ضروری نہیں سمجھتے ...... بعضے پل صراط کی تصدیق کو ایمان میں داخل نہیں سمجھتے۔ کوئی تقدیر کے مسئلے کا انکار کرتا ہے وعلیٰ ہذا۔ اور پھر بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

تھوڑے دنوں پہلے یہ حالت تھی کہ ان عقائد میں کسی کو اختلاف نہ تھا گو فروع میں اختلاف تھا کیونکہ اختلاف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو ایسے امور میں اختلاف جن میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ یہ تو فروع ظنیہ میں ہوتا ہے جیسا کہ مجتہدین میں اختلاف ہوا ہے یا ان کے بعد ان کے اتباع میں ہوا ہے۔ یہ تو سب اعمال کے درجہ میں اختلاف ہے عقائد میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ اور اگر عقائد میں بھی کسی نے اختلاف کیا ہے تو وہ عقائد مہمہ مقصودہ میں نہ تھا بلکہ عقائد مہمہ کی فروع میں تھا۔ مگر کچھ دنوں سے ایک ایسا اختلاف پیدا ہوا ہے جس کے ذکر

کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا یعنی اب ان امور میں بھی اختلاف ہونے لگا ہے جن میں کچھ دن پہلے کسی کو شبہ بھی نہ تھا مگر اس وقت اس نئی تعلیم کی بدولت بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ علم دین نہ ہونے یا دین سے محبت اور علماء کی صحبت نہ ہونے کی بدولت عقائد مہمہ میں بھی اختلاف ہونے لگا ہے۔ (الدین الخالص ص ۷ تا ۸، ملحقہ مواعظ دین و دنیا)

اسلامی عقائد کی تفصیل[1]

عقیدہ (۱)

تمام عالم پہلے بالکل ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا۔

قولہ تعالیٰ ﴿وخلق کل شئی﴾ (سورۃ انعام آیت ۱۰۱)

عقیدہ (۲)

اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

قل ھو اللہ احد ☆ اللہ الصمد ☆ لم یلد و لم یولد ☆ ولم یکن لہ کفوا احد ☆ (سورۃ الاخلاص)

نہ اس کی کوئی بی بی ہے۔ کوئی اس کے مقابل کا نہیں۔

مااتخذ صاحبۃ ولا ولدا ☆ (سورۃ جن آیت ۳)

عقیدہ (۳)

وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

کل من علیھا فان ☆ و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ☆ (سورۃ رحمن آیت ۲۶ / ۲۷)

---

[1] ماخوذ از بہشتی زیور بحشی وتعلیم الدین۔ احقر نے حاشیہ کی بجائے دلائل بعد میں ساتھ ساتھ لکھ دیے تا کہ ایک ہی نظر میں ساتھ ساتھ دیکھنے میں آسانی ہو۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے عقائد اس قدر آسان زبان میں تحریر فرما دیے ہیں کہ احقر نے حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب مدظلہ بانی ومہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے سنا کہ جب ہم شرح عقائد کی کتابیں پڑھاتے ہیں اور کوئی اشکال ہوتا ہے تو بڑے سے بڑا اشکال کے حل کیلئے بہشتی زیور سے رجوع کرتے ہیں جو بآسانی حل ہو جاتا ہے۔

افسوس قدرداں نہیں ہیں کمال کے
کاغذ پر رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

احقر قریشی غفرلہ

عقیدہ (۴)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔

لیس کمثلہ شئی ☆ (سورۃ شوریٰ آیت ۱۱)

عقیدہ (۵)

وہ زندہ ہے: لا الہ الاھو الحی القیوم. (سورہ البقرۃ آیت ۲۵۴)

ہر چیز پر اس کو قدرت ہے: ان اللہ علیٰ کل شیٍ قدیر (البقرۃ آیت ۲۰)

کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں: وھو بکل شیٍ علیم (البقرۃ آیت ۲۹)

وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے: ان اللہ بکل شیٍ علیم (العنکبوت آیت ۶۲)

وہ سب کچھ دیکھتا سنتا ہے: وھو السمیع البصیر (الشوریٰ آیت: ۱۱)

وہ سب کا سننے والا اور جاننے والا ہے: فعال لما یرید. (البروج آیت ۱۶)

لا الہ الاھو (البقرۃ آیت ۲۵۴) لا شریک لہ (الانعام آیت ۶۳)

الرحمٰن الرحیم. (الفاتحہ آیت ۲) تبارک الذی بیدہ الملک (سورۃ الملک آیت ۱) ان العزۃ للہ جمیعاً (یونس آیت نمبر ۶۵) ان اللہ ھو العلی الکبیر (الحج آیت: ۶۲) ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً (الزمر آیت ۵۳) ان ربک یبسط الرزق لمن یشآء و یقدر (بنی اسرائیل آیت ۳۰) و تعزمن تشاء وتذل من تشآء (آل عمران آیت ۲۶) واللہ شکور حلیم. (التغابن آیت ۱۷) امن یجیب المضطر اذا دعاہ (النمل آیت ۶۲) قل اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ (یونس آیت ۳۴) ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ (الشوریٰ آیت ۲۵) لاتأخذہ سنۃ ولانوم. (البقرۃ آیت: ۲۵۵)

کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو چاہے کرتا ہے کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ وہی پوجنے کے قابل ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے بادشاہ ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں

سے بچاتا ہے۔ وہی عزت والا ہے وہی بڑائی والا ہے۔ ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے زبردست ہے بہت دینے والا ہے۔ روزی پہنچانے والا ہے جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے پست کردے جس کو چاہے بلند کردے۔ جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے۔ انصاف والا ہے بڑے تحمل اور برداشت والا ہے۔ خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے۔ دعا قبول کرنے والا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہے۔ اس پر کوئی حاکم نہیں اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وہ سب کا کام بنانے والا ہے اسی نے سب کو پیدا کیا ہے وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ اس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں۔ اس کی ذات کی باریکی کو کوئی نہیں جانتا۔ گناہ گاروں کی توبہ قبول کرتا ہے جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے۔ وہی ہدایت کرتا ہے جہاں میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے اس کے حکم کے بغیر ذرّہ نہیں ہل سکتا۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے۔ وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے۔ اسی طرح تمام اچھی اور کمال کی صفتیں اس کو حاصل ہیں اور بری اور نقصان کی کوئی صفت اس میں نہیں نہ اس میں کوئی عیب ہے۔

عقیدہ (۶)

اس کی سب صفتیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اس کی کوئی صفت کبھی نہیں جاسکتی:

قال الامام النسفی وله صفات ازلیة قائمة بذاته تعالیٰ

(شرح عقائد ص ۳۰)

عقیدہ (۷)

مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے اور قرآن وحدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے تو ان کے معنی اللہ کے حوالہ کریں وہی اس کی حقیقت جانتا ہے اور ہم بے کھود کرید

کے اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اس کا مطلب ہے، وہ ٹھیک اور حق ہے اور یہی بات بہتر ہے یا اس کے کچھ مناسب معنیٰ لگالیں جس سے وہ سمجھ میں آجائے۔

وعلماء السنة بعد اجماعهم ان معانيها الظاهرة غير مرادة' ذهبوا الى مذهبين اولهمامذهب السلف وهو الايمان بماأ رادالله سبحانه وتفويض علمها اليه تعالىٰ مع التنزيه عن التجسم والتشبه ۔ وثانيهما مذهب الخلف تفسيرنا بما يليق به تعالىٰ الا شتها رالمذاهب الفاسدة فى زمانهم و تضليل المشتبهة عوام المسلمين ففعلوا ذلك حفظاللدين

(كذافى النبراس شرح' شرح عقائد النسفى ص ۱۸۵)

عقیدہ (۸)

عالم میں جو کچھ برا بھلا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اسی کو پیدا کرتا ہے تقدیر اسی کا نام ہے اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔

قوله تعالى : انا كل شى ء خلقنه' بقدر (سوره القمر آيت ۴۹)

ان الله يعلم و انتم لا تعلمون (النحل آيت ۷۴)

عقیدہ (۹)

بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور فہم دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے گناہ کے کام سے اللہ

تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ : فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (الکھف آیت ۲۹) لا یرضیٰ لعبادہ الکفر وان تشکروا یرضہ لکم (الزمر آیت ۷)

عقیدہ (۱۰)

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو سکے

قولہ تعالیٰ "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا" (البقرۃ آیت ۲۸۶)

عقیدہ (۱۱)

کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری نہیں وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

فعّال لما یرید (البروج آیت ۱۶) لا یسئل عما یفعل۔ (الانبیاء آیت ۲۳)

عقیدہ (۱۲)

بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں گنتی ان کی پوری طرح اللہ ہی کو معلوم ہے ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور مشکل باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور باقی درمیان میں ہوئے ان میں بعضے بہت مشہور ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ حضرت ایوب علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت الیاس علیہ السلام۔

حضرت الیسع علیہ السّلام ۔حضرت یونس علیہ السّلام ۔حضرت لوط علیہ السّلام ۔حضرت ادریس علیہ السّلام ۔ حضرت ذوالکفل علیہ السّلام ۔ حضرت صالح علیہ السّلام ۔ حضرت ہود علیہ السّلام ۔ حضرت شعیب علیہ السّلام ۔

ولقد ارسلنا رسلامن قبلک منهم من قصصنا علیک ومنهم من لّم نقصص علیک (المؤمن آیت ۸) کل من الصلحین (الانعام آیت ۸۶)

عقیدہ (۱۳)

سب پیغمبروں کی گنتی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی اس لئے یوں عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم ان پر بھی ۔

وقد روی بیان عددهم فی بعض الاحادیث والاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیة قال اللّٰه تعالیٰ منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک

عقیدہ (۱۴)

پیغمبروں میں بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے ۔ سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آ سکتا قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے پیغمبر ہیں ۔

قوله تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض (البقرہ آیت ۲۵۱) وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انا سید ولد آدم یوم القیمة (رواه الترمذی) وقال تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین ۔ وبروایة ابن سعد عن الحسن مرفوعاً انا رسول من ادرکت حیاو یولد من بعدی

(بروایة البخاری فی تاریخه)

عقیدہ (۱۵)

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ بیت المقدس میں اور وہاں سے ساتوں آسمان پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا پہنچایا اور پھر مکہ میں پہنچا دیا اس کو معراج کہتے ہیں

سبحن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (بنی اسرائیل آیت ۱) ولقد راٰه نزلة اخریٰ عندسدرة المنتهی (النجم آیت ۱۳)

عقیدہ (۱۶)

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے ان کو فرشتے کہتے ہیں بہت سے کام ان کے حوالے ہیں وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے جس کام میں لگا دیا ہے اس میں لگے ہیں ان میں چار فرشتے بڑے مشہور ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی ان کو جن کہتے ہیں ان میں نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں ان کے اولاد بھی ہوتی ہے ان سب میں زیادہ مشہور شریر ابلیس یعنی شیطان ہے۔

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال خلقت الملئکة من نور و خلق الجان من مارج من نار و خلق آدم مما وصف لکم (رواه مسلم واحمد فی مسنده) وقال تعالیٰ لا یعصون اللّٰہ ما امرهم و یفعلون مایؤمرون (التحریم آیت ٦) وقال تعالیٰ انه یراکم هوو قبیله من حیث لا ترونهم (الاعراف آیت

:۲۷)واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الاّ ابليس کان من الجن ففسق عن امر ربّهٖ ط افتتخذونه و ذریته اولیآء من دونی وھم لکم عدوّ (الکهف آیت ۵۰)

عقیدہ (۱۷)

مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور دنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح خوب تابع فرمانی کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہوسکتیں ان باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

الا ان اولیآء اللّٰه لا خوف علیهم ولاهم یحزنون ○الذین امنوا کانوا یتقون ○ (یونس آیت ۶۲٬۶۳)

وقال المتکلمون: و کرامات الاولیآء حق. و الولی هو العارف باللّٰه تعالیٰ وصفاته حسب مایمکن المواظب علی الطّاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات و الشهوات (کذافی شرح عقائد ۱۴۵)

عقیدہ (۱۸)

ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

وقال تعالیٰ و کُلًّا فضلنا علی العلمین (الانعام آیت ۸۷)

عقیدہ (۱۹)

خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جاوے مگر جب تک ہوش وحواس باقی ہوں شرع کا پابند رہنا فرض ہے، نماز روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اس کے لئے درست نہیں ہوجاتیں۔

وقوله تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی

(القیمة آیت ۳۶)

عقیدہ (۲۰)

جو شخص شریعت کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہوسکتا اگر اس کے ہاتھ سے کوئی اچنبے کی بات دکھائی دیوے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی دھندا ہے اس سے عقیدت نہ رکھنا چاہیے۔

قال تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفرلکم ذنوبکم و اللّٰہ غفور رحیم۔ قل اطیعوا اللّٰہ والرّسول فان تولوا فانّ اللّٰہ لا یحب الکفرین (آل عمران آیت: ۳۱٬۳۲)

عقیدہ (۲۱)

ولی کو لوگوں کے بعض بھید کی باتیں سوتے یا جاگتے میں معلوم ہو جاتی ہیں اس کو کشف اور الہام کہتے ہیں اگر وہ شرع کے موافق ہے تو قبول ہے اور اگر شرع کے خلاف ہے تو رد ہے۔

قال تعالیٰ : لھم البشری فی الحیوٰۃ الدنیا و الأخرۃ (یونس آیت ۶۴) ثم جعلنٰک علی شریعۃ من الامر فاتّبعھا ولا تتبع اھوآء الذین لا یعلمون (جاثیہ آیت ۱۸)

عقیدہ (۲۲)

اللہ اور رسول نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی باتوں کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ آیت : ۳) عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منه فھو رد۔(متفق علیه)

عقیدہ (۲۳)

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور قرآن مجید ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ اب کوئی کتاب آسمان سے نہ آوے گی قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔ دوسری کتابوں کو لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا۔ مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

قوله تعالیٰ قولوا اٰمنا باللّٰه وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسمٰعیل و اسحٰق (البقرۃ آیت: ۱۳۶) **والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** (البقرۃ آیت ۴) **و کتبنا له فی الالواح من کلّ شیء** (الاعراف آیت ۱۴۵) **انا انزلنا التّوراة فیها هدی ونور** (المائدہ آیت: ۴۴)

عقیدہ (۲۴)

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے ان کو صحابی کہتے ہیں ان کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہیے اگر ان کے آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے۔ ان کی برائی نہ کرے، ان سب میں سب سے بڑھ کر چار صحابی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی جگہ بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا۔ اس لئے یہ اول خلیفہ ہیں۔ تمام امت میں سب سے بہتر ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، یہ تیسرے خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

والسابقون الاولون من المهٰجرین والانصار (التوبہ آیت ۱۰۰) وقال علیه السلام اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰه ومن اذی اللّٰه یوشک ان یأخذہ (رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۵۴۲) وافضل البشر بعد نبینا ابوبکر صدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنّورین ثم علی المرتضٰی (شرح عقائد ص ۱۷)

عقیدہ (۲۵)

صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی کبھی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر مرتبے میں نہیں پہنچ سکتا۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه علیه وسلم لا تسبوا اصحابیؓ فان احدکم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم (مشکوۃ ص ۵۴۵)

عقیدہ (۲۶)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور بیبیاں سب تعظیم کے لائق ہیں اور اولاد میں سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے اور بیبیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔

قوله انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرّجس اهل البیت ویطهرّ کم تطهیرا. (الاحزاب آیت ۳۳) عن انسؓ انّ النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال حسبک من نساء العلمین مریم بنت عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد واسیة امراة فرعون - رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۵۲۵) وقال علیه السلام فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام (مشکوۃ ص ۵۷۳)

عقیدہ (۲۷)

ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان سب کو مان لے اللہ اور رسول کی کسی بات میں شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کے ساتھ مذاق اڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

قولہ تعالیٰ : انما المؤمنون الذین امنو باللّٰہ و رسولہ ثمّ لم یرتابوا (الحجرات آیت ۱۵) قل اباللّٰہ و ایٰتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن (التوبۃ آیت ۶۵)

عقیدہ (۲۸)

قرآن وحدیث کے کھلے کھلے مطلب کو نہ ماننا انچ پیچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی کی بات ہے۔

ان الذین یلحدون فی ایٰتنا لایخفون علینا (حٰمٓ سجدہ آیت ۴۰)

عقیدہ (۲۹)

گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ولا یحرمون ما حرم اللّٰہ ورسولہ (التوبۃ آیت ۲۹)

عقیدہ (۳۰)

گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

فی شرح العقائد : والکبیرۃ لا تخرج العبد الموٴمن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ھو حقیقۃ الایمان (ص ۱۰۸)

عقیدہ (۳۱)

اللہ تعالیٰ سے نڈر ہوجانا یا نا امید ہوجانا کفر ہے۔ لا تایئسوا من روح اللّٰہ ط انہ لا یایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکفرون (یوسف آیت ۸۷)

عقیدہ (۳۲)

کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کا یقین کر لینا کفر ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً من اتی کاھناً فصدقہ بما یقول فقد بری مما انزل علی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم (رواہ المشکوۃ)

عقیدہ (۳۳)

غیب کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا البتہ نبیوں کو وحی سے اور ولیوں کو کشف اور الہام سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ (النمل آیت ۶۵) فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول (الجن آیت ۲۶)

عقیدہ (۳۴)

کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت مگر جن کا نام لے کر اللہ ورسول نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی خبر دی ہے ان کو کافر ملعون کہنا گناہ نہیں۔

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب (الحجرات: ۱۱) الا لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین (ھود: ۱۸)

عقیدہ (۳۵)

جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جائے تو گاڑنے کے بعد اور اگر نہ گاڑا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر مردہ ایمان دار ہوتا ہے اور ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے پھر اس کے لئے، سب طرح کی چین ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں جس سے ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے میں پڑ کر سور ہتا ہے اور اگر مردہ ایمان دار نہ ہو تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ نہیں دیکھتے جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فیقعد انه فیقولان ماكنت تقول فی هٰذا الرجل لمحمد۔ فاما المؤمن فیقول اشهد انه عبد اللّٰه و رسوله فیقال له: انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللّٰه به مقعدا من الجنة فیراهما جمیعاً واما المنافق و الكافر فیقال له: ماكنت تقول فی هٰذا الرجل فیقول لا ادری كنت اقول ما یقول الناس فیقال له ادریت ولا تلیت و یضرب بمطارق من حدید ضربة فیصیح صیحة یسمعها من یلیه غیر الثقلین۔

(متفق علیه واللفظ للبخاری مشكوة المصابیح ص ۱۶)

عقیدہ (۳۶)

مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام مردے کا جو ٹھکانا ہے دکھلا دیا جاتا ہے جنتی کو جنت دکھلا کر خوش خبری دیتے ہیں اور دوزخی کو دوزخ دکھلا کر اور حسرت بڑھاتے ہیں۔

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللّٰہ الیہ یوم القیمۃ (متفق علیہ)

عقیدہ (۳۷)

مردے کے لئے دعا کرنے سے کچھ خیر خیرات دے کر بخشنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

ان کان من اتی بعبادۃ سالہ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل نفسہ لظاھر الادلۃ (درمختار)

عقیدہ (۳۸)

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتلائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے کانا دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا۔ اس کے مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے یاجوج ماجوج بڑے زبردست لوگ ہیں وہ تمام زمین میں پھیل پڑیں گے اور بڑا اودھم مچائیں گے پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہوں گے ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا' مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا' قرآن مجید اٹھ جائے گا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مر جائیں گے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

عن حذیفۃ بن السید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الینا و نحن نتذکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا عشر اٰیات فذکر الدخان والدجال والدآبّۃ وطلوع الشمس من مغربھا و نزول عیسیٰ ابن مریم و یأجوج و مأجوج. (مشکوۃ المصابیح ص ۴۷۲)

عقیدہ (۳۹)

جب سب بڑی نشانیاں پوری ہو چکی ہوں گی تو قیامت کا سماں شروع ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل پر ہے اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین و آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے، تمام مخلوقات مر جاوے گی اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جاویں گی مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جاوے گی۔

وقولہ تعالیٰ: ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللّٰہ (الزمر آیت ۶۸) عن عبداللّٰہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الصور قرن ینفخ فیہ ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی مشکوۃ ص ۴۸۲)

عقیدہ (۴۰)

پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم پھر پیدا ہو جائے تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اس سے پھر عالم پیدا ہو جائے گا مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے کے لئے جاویں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے۔ ترازو کھڑی کی جاوے گی۔ بھلے برے عمل تولے جاویں گے، ان کا حساب ہوگا، بعضے بے حساب جنت میں جاویں گے نیکوں کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا جو نیک لوگ ہوں گے اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے اور جو بد ہیں وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

قوله تعالیٰ: ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (یٰس آیت: ۵۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال اتی النّبی صَلی اللّٰہ علیہ وسلم بلحم فرفع الیہ الزراع وکانت تعجبہ فنھس منھا نھسۃ ثم قال انا سیّد الناس یوم القیامۃ. یقوم الناس لرّب العٰلمین وتدنو الشمس فیبلغ الناس من الغم والکرب مالا یطیقون فیقول الناس الا تنظرون من یشفع لکم الی ربکم فیأتون ادم و ذکر حدیث الشفاعۃ الی ان قال فیقال یا محمد ادخل من امتک من لاحساب علیھم من الباب الایمن من ابواب الجنۃ الخ(متفق علیہ مشکوۃ ص ۴۸۹)

عن ثوبان عن النّبی صَلی اللّٰہ علیہ وسلم قال حوضی من عدن الی عمّان البلقاء ماء ہ ھو اشد بیاضامن اللبن واَحلٰی من العسل الخ

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۴۹۳)

اخرج البخاری و مسلم عن ابی سعید الخدری فی حدیث طویل ثم یضرب الجسر علیٰ جھنم و تحل الشفاعۃ ویقولون اللّٰھم سلم سلم فیمر المؤمنون کطرف العین وکالبرق و کالریح و کالطیر و کاجاوید الخیل والرکاب فناج مسلم و مخدوش مرسل و مکدوش فی نار جھنم

(مشکوٰۃ ص ۴۹۰)

عقیدہ (۴۱)

دوزخ پیدا ہو چکی ہے اس میں سانپ اور بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے دوزخیوں میں سے جن میں ذرا برابر بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہوں گے خواہ کتنے ہی بڑے گناہ گار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔

فی الیواقیت و کان الشیخ محی الدین یقول الجنة و النار مخلوقتان. قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذادخل اھل الجنة جنة و اھل النار ناراً یقول اللّٰہ تعالٰی من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فاخرجو (متفق علیه مشکوۃ ص ۴۸۰) لا یموت فیھا و لا یحییٰ۔(الاعلی آیت ۱۳)

عقیدہ (۴۲)

بہشت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔

وجنة عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین (ال عمران آیت:۱۳۳)

مثل الجنة التی وعد المتقون. فیھا انھٰر من ماء غیر اٰسن (سورۃ محمد آیت : ۱۵)

فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون (البقرۃ آیت: ۲۶۲) ھم فیھا خلدون (البقرۃ آیت:۱۵۷)

عقیدہ (۴۳)

اللہ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کردے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

ویجوز العقاب علی الصغیرۃ والعفو عن الکبیرۃ. (شرح عقائد ص ۸۰)

عقیدہ (۴۴)

شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے معاف کردے گا۔

قوله تعالیٰ۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء (النساء آیت ۴۸)

عقیدہ (۴۵)

جن لوگوں کا نام لے کر اللہ اور رسول نے ان کا بہشتی ہونا بتلا دیا ہے ان کے سوا کسی اور کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اس کی رحمت سے امید رکھنا ضروری ہے۔

کالعشرة المبشرة وغير هم من الصحابة.

عقیدہ (۴۶)

بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت میں تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

في حديث طويل عن جابر قال فينظر اليهم و ينظرون اليه فلا يلتفتون الى شيء من النعيم مادا موا ينظرون اليه حتى يحجب عنهم ويبقى نوره۔

(رواه ابن ماجه مشكوة ص ۴۶۴)

عقیدہ (۴۷)

دنیا میں جاگتے ہوئے اللہ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

قوله : لن تراني۔ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حجابه النور لو كشفه لا حرقت سبحان وجهه ما انتهى

عقیدہ (۴۸)

آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگیں اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "ان اللّٰہ یقبل توبة العبد مالم یغرغر"۔(رواہ الترمذی و ابن ماجہ مشکوۃ ص ۱۹۶)

عقیدہ (۴۹)

عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کے موافق اس کو بدلہ ملتا ہے۔

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "انما الاعمال بالخواتیم"۔ (متفق علیہ مشکوۃ ص ۱۲)

عقائد اسلامیہ کی تفصیل جاننے نہ جاننے کا حکم

فرمایا: بعض فقہاء نے جو کہا ہے کہ جو عقائد اسلامیہ کی تفصیل نہ بتلا سکے وہ کافر ہے تو یہ بعض متاخرین کی تعریفات ہیں اور صحیح نہیں بلکہ عقائد اسلامیہ اگر ایسے عامی پر پیش کئے جائیں اور اس سے استفسار کیا جائے کہ تو ان عقائد کو مانتا ہے پس اگر وہ ان کی تکذیب نہ کرے تو وہ مسلمان ہے اسکو نجات ہوگی گو وہ تفصیلاً نہ بتلا سکے۔ (کلمۃ الحق ص ۱۱۲)

کفر کیلئے ایک بات بھی کافی ہے

مسلمان ہونے کیلئے تو ضروری ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے سب پر ایمان لائے لیکن کافر ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ سب کا انکار کرے تو کافر ہوگا بلکہ کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا مثلاً حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبیین نہ ماننے سے چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں "کفر کیلئے ایک بات بھی کافی ہے" (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۳۵)

یعنی کفر کی ایک بات کرنے سے بھی کافر ہو جائے گا چنانچہ ارشاد فرمایا "اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے" (الافاضات الیومیہ ج ۱۰ ص ۴۱)

فساد عقیدہ راس الامراض ہے

فرمایا فساد عقیدہ راس الامراض ہے تو اسکے ہوتے ہوئے زیادہ حصہ جزئیات کا غلط نکلنے سے کیسے بے فکری ہوسکتی ہے وہ ایک ہی ہلاکت کیلئے کافی ہے زیادہ بداعمالیوں کی ضرورت نہیں۔ (مقالات حکمت ج ۲ص ۱۳۰)

اختصار عقائد

بعضلوگوں نے اتباع عقل سے عقائد میں اتنا اختصار کرلیا ہے کہ وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے اعتقاد ہی کو ایمان کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ بقیہ معادیات کی تصدیق کو ایمان کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اور بعض نے یہ غضب کیا کہ محمد رسول اللہ کو بھی اڑادیا۔ کیونکہ حدیث میں تو اتنا ہی آیا ہے کہ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة" اس میں محمد رسول اللہ کی قید کہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا کہ جو شخص موحد ہو خواہ کسی مذہب کا ہو اور گو رسالت محمدیہ کا منکر ہو وہ جنتی اور ناجی ہے میں اس وقت ان لوگوں کا نام نہیں لینا چاہتا مگر ان کے استدلال پر مجھے ایک حکایت یاد آگئی۔

رامپور میں مجھ سے کسی طالب علم نے کسی ضرورت کے لئے وظیفہ پوچھا میں نے کہہ دیا کہ "لاحول" کثرت سے پڑھا کرو۔ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر ملے اور کہنے لگے کہ میں وظیفہ پڑھتا ہوں مگر نفع نہیں ہوا۔ میں نے ویسے ہی اتفاقاً پوچھ لیا کہ تم نے کیا پڑھا تھا تو آپ کہتے ہیں کہ اسی طرح لاحول لاحول لاحول میں نے کہا کہ تمہارے اس لاحول پر بھی لاحول۔ تو اگر اس طالب علم کا یہ سمجھنا صحیح تھا تو ان لوگوں کی دلیل بھی صحیح ہوسکتی ہے مگر کون نہیں جانتا کہ لاحول ایک پوری دعا کا پتہ ہے یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا۔ جیسے بسم اللہ ایک پوری آیت کا پتہ ہے اور الحمد پوری سورت کا۔ اسی طرح قل ہو اللہ احد۔ اور یٰسین پوری پوری سورت کا پتہ ہے (اور آلم ایک پورے سیپارہ کا پتہ ہے)

پس اگر ہم کسی سے یہ کہیں کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے اور یٰسٓ کا ثواب دس قرآن کے برابر ہے اور اس کا یہ مطلب سمجھے کہ صرف لفظ الحمد نماز میں واجب ہے اور اتنا ہی کافی ہے اور محض یٰسٓ یٰسٓ کہنے کا ثواب دس قرآن کے برابر ہے تو بتلایئے وہ احمق ہے یا نہیں۔ اور کیا ہر شخص یہ نہ کہے گا کہ بے وقوف یہ لفظ کا پتہ کے طور پر تھا۔ اور اس سے مراد پوری سورت ہے اسی طرح حدیث میں لا الٰہ الا اللّٰہ پورے کلمہ کا پتہ ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ جنتی ہے۔

اعتقادِ رسالت کی ضرورت

اب یہ شریعت کے دوسرے مقامات سے پوچھو کہ مسلمان ہونا کسے کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ اس کے لئے رسالت محمد یہ کا اعتقاد بھی شرط ہے اور جنت و دوزخ کا بھی اور ملائکہ کے وجود کا بھی اور تقدیر کے حق ہونے کا بھی اور صراط و وزن و حساب و کتاب کا قائل ہونا بھی اور فرضیت صلوٰۃ و زکوٰۃ و صوم و حج کا اقرار بھی۔۔۔۔ الخ مگر ان عقلمندوں نے اس طالب علم کی طرح صرف لا الہ الا اللہ کو کافی سمجھ لیا۔

بلند شہر میں بھی ایک بڑے عہدہ دار اس خیال کے تھے کہ وہ بھی صرف توحید کے قائل ہونے کو نجات کے واسطے کافی سمجھتے تھے۔ میں نے سن کر ایک تقریر میں کہا کہ جو رسالت کا قائل نہیں وہ توحید کا بھی قائل نہیں بدون اقرار رسالت کے توحید کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ توحید کے یہ معنی تو نہیں کہ خدا تعالیٰ کو صرف ایک مان لے چاہے اس کے ساتھ عیوب سے بھی اس کو متصف مانتا رہے۔ یقیناً اس کو توحید کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ توحید کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کو تمام عیوب سے منزہ اور تمام کمالات الوہیت کے ساتھ متصف مانے جن میں سے ایک کمال صدق بھی ہے جس سے خدا تعالیٰ کو متصف اور کذب سے منزہ ماننا لازم ہے۔ اور جو شخص منکر رسالت ہے وہ حق تعالیٰ کو کاذب قرار دیتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ تو محمد رسول اللہ فرماتے ہیں

۔اور یہ اس میں حق تعالیٰ کو صادق نہیں مانتا تو ایک عیب سے خدا کو موصوف مانتا ہے اور یہ توحید نہیں۔ پس منکر رسالت مؤحد نہیں ہوسکتا (اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر عقلی و نقلی دلائل بر وقت قائم کرسکتے ہیں۔)

پھر میں نے کہا کہ اس کے جواب کے لئے میں قائل کو دس برس کی مہلت دیتا ہوں۔ آخر میں وہ سمجھ گئے تھے اور اس عقیدہ سے توبہ کرلی تھی۔ اس کے بعد جو ملاقات ہوئی تو اس وقت وہ صحیح عقیدہ پر جمے ہوئے تھے۔ اور اب وہ خیال نہ رہا تھا۔ تو ان بعض نے تو عقائد میں سے محمد رسول اللہ کا اختصار کیا تھا جن کی غلطی معلوم ہوگئی۔

بعض نے عقائد میں اختصار نہیں کیا مگر وہ اعمال کا اختصار کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ نجات کے لئے مسلمان ہونا کافی ہے اور مسلمان توحید و رسالت کے اقرار سے ہو جاتا ہے' پھر اور چیزوں کی کیا ضرورت ہے اور دلیل وہی کہ من قال لا الہ الا اللہ ای مع محمد رسول اللہ۔ (تفصیل الدین ملحقہ مؤاعظ دین و دنیا ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۴)

غلط اور خلاف واقعہ عقائد

اول عقائد کو لیجئے کہ ان میں سے بعض عقائد غلط اور خلاف واقعہ ہیں۔ مثلاً عورتیں بہت سے اچھی چیزوں کو بری یا بری چیزوں کو اچھی سمجھتی ہیں جیسے دنوں کو منحوس کہنا اکثر عورتیں بدھ کے دن کو منحوس سمجھتی ہیں اور غضب ہے کہ بعض مرد بھی اس میں ان کے ہم عقیدہ ہیں یا مثلاً عورتوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی دن کوا گھر میں بولے تو اس دن مہمان ضرور آتے ہیں اسی طرح اگر آٹے میں پانی زیادہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ آج کوئی مہمان آنے والا ہے اکثر جانوروں کو منحوس سمجھ رکھا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قمری منحوس ہے اس کو گھر میں نہ پالو بلکہ اگر شوق ہو تو مسجد میں پالنا چاہیے شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ اگر اجڑے تو اللہ ہی کا گھر اجڑے۔ نعوذ باللہ۔

بعض جانوروں کو منحوس سمجھنا غلط ہے

غرض جتنی چیزیں اپنے سے نکمی ہوں سب خدا کے لئے بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں کہتی ہیں کہ یہ درخت مردے کے کام میں آتا ہے اس لئے اس کو گھر میں نہ ہونا چاہیے کہ شگون بد ہے اور مردے کی چارپائی کو اس کے کپڑوں کو منحوس سمجھتی ہیں مگر تعجب ہے کہ اس کے کپڑوں کو تو منحوس سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس کا قیمتی دوشالہ ہو یا اس کی جائیداد ہو تو اس کو منحوس نہیں سمجھتی حالانکہ اگر مردے کے ساتھ تلبس سے اس کے لباس میں نحوست آئی ہے تو اس تلبس سے اس کے قیمتی کپڑوں میں نحوست آنی چاہیئے اور اگر مردے کی طرف نسبت سے ان چیزوں میں نحوست آئی ہے تو اسی نسبت سے اس کی جائیداد میں بھی نحوست آنی چاہیئے یہ عقیدہ بالکل مہمل اور وہم ہے مسلمانوں میں اس کا رواج ہندوؤں سے آیا۔

اور بعض چیزوں کو مرد بھی منحوس سمجھتے ہیں جیسے اُلو کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ جس مقام پر بولتا ہے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ منحوس ہے حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے نہ اُلو منحوس ہے نہ اس کے بولنے سے کوئی جگہ ویران ہوتی ہے۔ یادرکھو وہ جو بولتا ہے تو خدا کا ذکر کرتا ہے تو کیا خدا کے ذکر سے یہ نحوست آئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ذاکر تو ہے لیکن اس کا ذکر جلالی ہے اس لئے اس کا یہ اثر پڑتا ہے، حالانکہ خود یہ تقسیم اور یہ کہ جلالی میں یہ خاصیت ہوتی ہے یہی بے اصل ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اُلو ایسے مقام کو تلاش کرتا ہے جہاں یکسوئی ہو اور اس کو اندیشہ نہ رہے اس لئے وہ ویرانوں میں بیٹھتا ہے۔

نحوست کا اصل سبب معاصی ہیں

اب یہ دیکھیئے کہ وہ ویرانی جو پہلے سے ہے کہاں سے آئی سو وہ ہم لوگوں کے گناہ اور اعمال بد کی وجہ سے ہوتی ہے اس کے بعد اُلو اس مقام پر آتا اور بولتا ہے بس ویران کن ہم اور ہمارے گناہ ہوئے نہ کہ اُلو اور جب یہ ہے تو منحوس گنہگار ہوئے اُلو کیوں منحوس ہوا۔ بعض

پڑھے ہوئے لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے دن کے منحوس ہونے پر
وار سلنا علیھم ریحاً صر صرا فی ایام نحسات الخ :.
(اور ہم نے ان پر ایک تند و تیز ہوا ایسے دنوں میں بھیجی جو ان کے حق میں منحوس ہے)
کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں عاد پر عذاب نازل ہوا ہے وہ دن منحوس ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ دن کون کون ہیں اس کا پتہ دوسری آیت کے ملانے سے چلے گا فرماتے ہیں کہ "**واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیة سخرھا علیھم سْبع لیال و ثمنیة ایام حسوما**" (اور قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا' تیز و تند ہوا کے ذریعہ جو ان پر سات رات اور آٹھ روز مقرر کر دی گئی تھی) کہ آٹھ دن تک ان پر وہ عذاب رہا تو صاحبو! اس اعتبار سے تو چاہیے کہ کوئی دن مبارک ہی نہ ہو بلکہ ہر دن منحوس ہو کیونکہ ہفتہ کے ہر دن میں ان کا عذاب پایا جاتا ہے جن کو ایام نَحِسات کہا گیا ہے تو کیا اس کا کوئی قائل ہو سکتا ہے۔
اب آیت کے صحیح معنی سنئے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان پر جن ایام میں عذاب ہوا وہ ایام بوجہ نزول عذاب خاص ان کے لئے منحوس تھے نہ کہ سب کے لئے اور وہ عذاب تھا بوجہ معصیت کے پس مدار نحوست کا معصیت ہی ٹھہری۔ اب بحمد اللہ کوئی شبہ نہیں رہتا۔

نحس مستمر کا مفہوم

بعض لوگوں نے قرآن شریف کی دوسری آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نحوست ہمیشہ کے لئے ہے قرآن شریف میں ہے "**فی یوم نحس مستمر**" (منحوس دن میں آندھی چلائی) مگر میں کہتا ہوں کہ مستمر کے دو معنی ہیں ایک دائم دوسرے منقطع۔ دوسری تفسیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ نحوست منقطع ہو گئی اور یہ قاعدہ عقلی ہے کہ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** (جب کسی چیز میں شک پیدا ہو جائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں) اور اگر کسی کی خاطر سے ہم مان بھی لیں کہ مستمر کے معنی دائم ہی کے ہیں تو ہم وہی پہلا جواب دیں گے کہ نحس سے مراد نحس علیھم ہے اور ان کے حق میں بوجہ عذاب کے دائم

ہونے کے وہ یوم ہمیشہ ہی کے لئے منحوس ہے غرض یہ اعتقاد کہ چیزوں میں نحوست ہے غلط ہے۔

ایک ہندو کا ایک قصہ یاد آ گیا جو مجھ سے ایک معتبر راوی نے کہا کہ وہ شہر بھر کے وہ گھوڑے جن کو منحوس سمجھ کر مالک بیچ دیتے تھے ارزاں خرید لیتا تھا اور ان کو خوب نفع سے بیچتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھ کو ان کی نحوست نہیں لگتی بعض لوگ اگر کسی عورت کی جیب کالی ہو تو اس کو منحوس سمجھتے ہیں اس کا نام رکھا ہے کال جیبی یہ بھی لغو ہے۔

اپنی نحوست نظر نہ آنے کی عجیب مثال

صاحبو! یہ جو کچھ نحوست ہے بدولت معاصی کے ہمارے اندر ہے۔ مگر افسوس کہ ہم کو اپنے اندر نہیں نظر آتی' دوسروں میں نظر آتی ہے۔ ہماری وہ حالت ہے جیسے ایک حبشی چلا جاتا تھا۔ راستے میں دیکھا کہ ایک آئینہ پڑا ہوا ہے اٹھا کر دیکھا تو اس میں اپنی صورت نظر آئی بہت خفا ہوا اور غصے میں آ کر اس کو زمین پر ٹپک دیا اور کہنے لگا کہ ایسا بدصورت تھا تب تو کسی نے یہاں پھینک دیا۔

ایک اور دیہاتی کی حکایت ہے کہ اس کا بچہ روٹی کھا رہا تھا اتفاق سے ایک ٹکڑا پانی کی بدھنی میں گر گیا جھانک کر دیکھا تو اس میں اپنی صورت نظر آئی باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان اس نے ہمارا ٹکڑا لے لیا ابا جان نے جو لوٹے میں دیکھا تو اپنی صورت نظر پڑی آپ نے سمجھا کہ یہی ہوگا جس نے ٹکڑا چھینا تو آپ فرماتے ہیں کہ سفید ڈاڑھی منہ پر لگا کر بچے کا ٹکڑا چھینتے ہوئے شرم تو نہ آئی آخر غصے میں آ کر لوٹے کا پانی گرا دیا پھر جو دیکھا تو ٹکڑا موجود ہے مگر صورت ندارد تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر چہ غاصب تھا مگر تھا حیادار دیکھو ٹکڑا ڈال کر غائب ہو گیا۔ بعینہٖ یہی ہم لوگوں کی حالت ہے کہ اپنے عیوب دوسروں میں جلوہ گر نظر آتے ہیں نحوست اپنے اندر ہے کہ گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُلّو منحوس ہے اور قمری منحوس ہے۔

ایک گناہ عقیدے کے متعلق عورتیں یہ کرتی ہیں کہ ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں افسوس ہے کہ نہ شریعت کا لحاظ ہے نہ خدا کا خوف ہے' سو بیبیو! یاد رکھو کہ خدائی کارخانے میں کوئی دخیل نہیں ہے نہ وہاں کسی کا کچھ اثر ہے۔

نکاح ثانی کو برا سمجھنا قابل افسوس ہے

ایک گناہ عقیدے کے متعلق یہ ہے کہ عورتیں قریب کل کے اور اکثر مرد بھی نکاح ثانی کو برا سمجھتے ہیں اور افسوس ہے کہ بعض لکھے پڑھے لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب نکاح ثانی فرض نہیں تو نکاح اول فرض ہے اور اگر نہیں ہے تو نکاح اول کے ساتھ یہی معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا۔

(تفصیل التوبہ ملحقہ مواعظ راہ نجات ص ۲۰۴' ۲۰۷)

تعلق عقائد و عبادت

ایک شخص میرے پاس آئے کہ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں میرے لئے اداء قرض کی دعا کرو میں نے کہا میں بھی کرتا ہوں تم بھی کرو کہنے لگے اجی ہماری دعا ہی کیا میں نے کہا کلمہ طیبہ جس سے آدمی مسلمان ہوتا ہے افضل ہے یا دعا۔ کہنے لگے کلمہ طیبہ' میں نے بس یہی کہہ کے اسے بھی چھوڑ دو کہ ہمارا اسلام ہی کیا۔ میں کہتا ہوں جو کچھ ہے اسی کو غنیمت سمجھو۔

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

غرض ایسے ہی جہل سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں اور جب عقائد خراب ہوئے تو عبادت بھی ناقص ہو گی کیونکہ عبادت کے معنی عبد شدن ہیں اور اس میں عقائد و اعمال سب داخل ہیں جب ایک جزو بھی ناقص ہوا تو مجموعہ ضرور ناقص ہو گا یہ پہلی اور دوسری غلطی تو عقائد و اعمال کے متعلق تھی۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ بعض نے معاملات کو ضروری نہیں سمجھا چنانچہ اجارات و تجارات میں بیع و شراء میں باستثناء شاذ و نادر کوئی جانتا تک بھی نہیں کہ اس کے متعلق شریعت میں کچھ

احکام بھی ہیں ۔ ریل میں بے ٹکٹ سفر کرنے کو حرج نہیں سمجھتے اور جو ٹکٹ لیتے ہیں تو قانون سے زائد اسباب لے جانے کو برا نہیں سمجھتے حالانکہ کرایہ ریل حق العبد ہے ۔ جب ہم نے اس کو استعمال کیا تو ہمیں اس کا حق معہودہ کرایہ بھی دینا چاہیے ۔ اسی طرح مدارس اور انجمنوں کے چندے بھی حق العبد ہیں اس کی تحصیل میں جبر کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ قصداً زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں تاکہ زیادہ چندہ وصول ہو ۔ (آثار العبادۃ ملحقہ حقیقت عبادت ص ۱۱۶)

مردہ کی چارپائی اور لباس وغیرہ کو منحوس سمجھ کر صدقہ کرنا

اسی طرح احکام کی تحقیق نہ ہونے سے یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو دو طرح کی چیزیں ہوتی ۔ ایک معمولی چیزیں جیسے چارپائی چادر وغیرہ تو عادت یہ ہے کہ ان کو للہ دیا جاتا ہے اور قیمتی چیزوں کو تقسیم کیا جاتا ہے اور دونوں چیزوں میں کوتاہی برتی جاتی ہے اس صدقہ میں تو دو خرابیاں ہوتی ہیں اول یہ کہ عموماً ان مستعمل چیزوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے مثلاً جس چارپائی پر انتقال ہوا ہو اس کو استعمال کرنا معیوب خیال کرتے ہیں ۔ جن کپڑوں میں انتقال ہوا ہو ان کو گھر میں رکھتے ہوئے عار آتی ہے ۔ غضب ہے کہ منحوس سمجھتے ہوئے خدا کے نام پر دیتے ہیں کیونکہ نعوذ باللہ وہی اس کے لائق ہیں افسوس لوگوں کو شرم نہیں آتی جب کھانا سڑ گیا تو اللہ کے واسطے ہو گیا ورنہ اپنے کھانے کا تھا ۔ نیا کپڑا اپنے لئے تھا اور جب پھٹ گیا تو اللہ کے نام تھوپ دیا ۔ غرض کہ جو شئے نکمی ہو جاتی ہے وہ اللہ کے نام دیجاتی ہے حالانکہ ادھر یہ ارشاد ہے ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون'' خیر کامل کو تم کبھی نہ حاصل کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے ۔ حضرات صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے سب سے زیادہ محبوب باغ ہے اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ فرما دیجئے ۔ ان کی

یہ حالت تھی کہ سب سے عمدہ شے اللہ کے لئے خرچ کرتے تھے تاکہ رضائے مولا حاصل ہو اور درحقیقت یہ اللہ کی رحمت ہے صدقات ورنہ وہ کسی کا محتاج نہیں' اس نے مخلوق کو اپنا کوئی نفع حاصل کرنے کو پیدا نہیں کیا اور نہ اسکو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے ۔

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(شفاء العی ص ۲۱' ص ۲۲)

غرض مردہ کے لباس وغیرہ کو منحوس سمجھنا فساد عقیدہ ہے جبکہ اسکی جمع شدہ رقم' زمین' جائیداد اور بینک بیلنس کو منحوس نہیں سمجھتے۔

سب سے پہلا ضروری حق

سو سب سے پہلا اور ضروری حق عقائد ہے یہ جیسا ضروری ہے سب کو معلوم ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ اسی میں سب سے زیادہ عورتوں نے خبط کیا ہے اور طرح طرح سے اس میں اختراع کیا ہے جیسے کہ وہ وہ خیالات باندھ رکھے ہیں جن کو دین سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ دین نے ان کو رد کیا ہے۔ نحوست کا خیال بعضے پرندوں کو منحوس سمجھتی ہیں اور بعضے دنوں کو منحوس کہتی ہیں اور بعض عورتوں کو بھی جوان ہی جیسی انسان ہیں منحوس کہتی ہیں ۔ اول کی مثال تو یہ کہ جہاں اُلو بولتا ہے تو عورتوں کے دل میں ایک خوف بیٹھ جاتا ہے اور اسی وقت اس کو مارتی ہیں کہ یہ کہاں ویران کرنے آیا یہ خیال فاسد کچھ ایسا عام ہوا ہے کہ مردوں تک پر اثر کر گیا ہے اگرچہ مردوں میں ایسا راسخ نہ ہو جیسا عورتوں میں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اگر اس کے بولنے کے بعد اس جگہ کوئی موت ہو جائے یا اور کوئی آفت آجائے تو مردوں کے دل میں بھی یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید اسی کا اثر ہو اور جب عورتیں ان کو بڑبڑاتی ہیں تو اس خیال کو مرد عملی صورت تک میں لے آتے ہیں اور اس جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ویرانہ کا اصل سبب معاصی ہیں

صاحبو! یہ مسلم ہے کہ اُلّو ویرانہ کو پسند کرتا ہے لیکن یہ نہیں کہ ویرانہ اس کے آنے سے پیدا ہو بلکہ ویرانہ دیکھ کر وہ آیا اور خود ویرانہ آپ کے اعمال بد سے ہوا تو منحوس ہم ہوئے نہ کہ وہ ہم کو اپنی نحوست اس کے اندر نظر آتی ہے پس ہماری مثال اس حبشی کی سی ہے کہ راستے میں ایک آئینہ پڑا ہوا پایا اس نے جو اپنی صورت دیکھی تو بہت خفا ہوئے اور آئینہ کو زمین پر پٹک دیا کہ لاحول ولاقوۃ ایسا بدصورت تھا جب تو پھینک دیا گیا۔ سو اس نے اپنی زشتی کو اس کی زشتی سمجھا۔ اُلّو بے چارہ ایک صوفی منش جانور ہے کہ خلوت کو پسند کرتا ہے اگر آپ نظر کو عمیق کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ آپ کے لئے واعظ ہے کہ آپ کو آپ کے گناہوں پر آگاہ کرتا ہے جن سے ویرانہ پیدا ہوا یا ہونے والا ہے اور اصل سبب ویرانہ کا معاصی ہیں جب آپ کو خود کسی طرح تنبہ نہیں ہوتا تو اُلّو آن کر بولتا ہے جس سے آپ کے کان میں پڑ جائے کہ ہم نے ویرانہ بنا دیا ہے، لیکن آپ نے اس کو غلط سمجھا کہ اُلّو کے بولنے کو اس کا سبب سمجھا۔ اس کا سبب معاصی ہیں ان کا علاج استغفار ہے اس کو اڑانے اور مارنے سے کیا ہوگا اگر حبشی نے آئینہ کو پٹک کر توڑ دیا تو کیا صورت درست ہوگئی اس کو چاہیئے کہ اگر کسی تدبیر سے کر سکے تو صورت درست کرے پھر اسی آئینہ کو دیکھے جس نے بری صورت دکھائی تھی اب وہی آئینہ اس کو اچھی صورت دکھائے گا۔

عقیدہ کی خرابی عملی خرابی سے بڑھ کر ہے

اُلّو کو اڑانے سے گناہ معاف نہیں ہوتے بلکہ اور دوسری جہالت زائد ہو جاتی ہے پہلے تو صرف عملی خرابی تھی اب عقیدہ کی خرابی ہو جاتی ہے جو عملی خرابی سے بدرجہا زیادہ ہے اور وہ نحوست کا عقیدہ رکھنا ہے جس کا حاصل اختراع فی الدین ہے بجائے اس کو منحوس سمجھنے کے استغفار کی کثرت کرو اور فکر کرو کہ ہم سے کیا گناہ ہوا جو ویرانہ ہو گیا اس سے نہ عقیدہ کی خرابی ہوگی نہ گناہ باقی رہیں گے۔ اُلّو کو اپنا دشمن نہ سمجھو اس سے بھی ایک نصیحت حاصل کرو اور حب خلوت بھی سیکھو۔

قمری کو منحوس سمجھنا فاسد عقیدہ ہے

اسی طرح قمری کو منحوس کہتی ہیں جہاں قمری بولی عورتیں کہتی ہیں دور دور اسے مسجد میں لے جاؤ ہمارا گھر ویران کرے گی کیا خوب ویران کرنے کے لئے خدا کا گھر رہ گیا ہے یہ عجیب جہالت در جہالت ہے۔ اول تو اس کی اصل نہیں کہ وہ ویران کرتی ہے اور جب ویران کرنے کا خیال ذہن میں ہے تو اس کے لئے مسجد کو تجویز کیا جاتا ہے یہ عادت عورتوں کی اکثر باتوں میں ہے کہ جس چیز کو کوئی پسند نہ کرے وہ خدا کے نام کردی جاتی ہے۔ گھر میں کھانا بچتا ہے جب تک وہ کسی کام کا بھی رہے تو چاہے خود نہ کھائے مگر کسی کو نہیں دیں گی جب وہ رکھے رکھے خراب ہو جائے گا تو کہیں گی لیجاؤ خدا کے واسطے دیدو۔ کپڑا جب تک پیوند لگا کر بھی پہننے کے قابل رہے اس وقت تک دل سے نہیں اترتا جب وہ بالکل گودڑ ہو جائے تو کہتی ہیں مسجد کے ملا کو دے آؤ۔ بیبیو! خوب سمجھ لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھوکا یا ننگا نہیں ہے جس کو تمہارا سڑا بھسا کھانا پھٹا کٹا کپڑا غنیمت معلوم ہوگا بلکہ اگر بہتر سے بہتر کھانا اور عمدہ سے عمدہ کپڑا جو ہم دیں اس کو قبول فرمالیں تو یہ ایک انعام اور احسان سمجھو ہم کھانا کہاں سے لائے اور کپڑا کہاں سے آیا جس کو خرچ کرنے سے ہم انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ نے ہم کو کھانا دیا تو اگر ہم نے خدا کی راہ میں دیدیا تو خدا تعالیٰ پر کیا احسان ہوا کسی نے خوب کہا ہے ؎

جان بھی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

فضائل خیرات

خدا تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اپنی دی ہوئی چیزوں میں سے کچھ واپس مانگتے ہیں کہ تم دنیا میں کھا پہن کر تلف نہ کر ڈالو کچھ آخرت کے لئے بھی جمع ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے ''یقول ابن ادم مالی مالی وھل لک من مالک الا ما اکلت فافنیت ولبست فابلیت'' یعنی انسان خوش ہوتا ہے کہ یہ میرا مال اور یہ میرا مال ہے حالانکہ اے انسان اس مال

میں سے تیرا کیا ہے سوائے اس کے کہ جو کھا کے فنا کر دے اور جو پہن لے کہ اس کو پرانا کر دے۔ آگے ہے او تصدقت فابقیت یعنی جو کچھ خیرات کرے کہ اس کو وہ جمع کر لے مطلب یہ ہے کہ جتنا مال دنیا میں ہے جو اس میں سے کھانے میں خرچ ہوا وہ خراب ہو گیا جو پہننے میں خرچ ہوا وہ بھی خراب ہی ہو گیا یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کچھ حصہ کو اس میں سے بندوں سے مانگ لیا کہ انہیں کے واسطے جمع کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو تم خیرات کرتے ہو اس کو حق تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لیتے ہیں (داہنے کا لفظ صرف تادیباً ہے ورنہ خود تصریح موجود ہے وکلتا یدی ربی یمین۔ وہاں داہنے بائیں کا ذکر نہیں) پھر اس خیرات کو ایسا پالتے ہیں اور بڑھاتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچھڑے کو محبت سے پالتا اور بڑھاتا ہے اگر خیرات کام کی ہے اور قبول ہو گئی تو قیامت کے دن آدمی پہچانے گا بھی نہیں کہ یہ وہ میری خیرات ہے۔ کیونکہ دی تھی ایک مٹھی بھر چیز اور وہاں سامنے آئے گی احد پہاڑ کے برابر۔ جائے انصاف ہے کہ ہم جو کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں وہ ہمارا احسان ہے یا حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ اپنی دی ہوئی چیزوں میں سے تھوڑی چیز واپس لے کر ہمارے کام کے لئے جمع کر دیں اور یہ واپس لینا بھی برائے نام ہے، درحقیقت خود دینا مقصود ہے اتنی سی چیز کا بہانہ رکھ کر احد پہاڑ کے برابر دینا چاہتے ہیں اب تم ہی غور کر لو کہ تم ہی اپنے واسطے اچھی چیز جمع کرنا چاہتے ہو یا سڑی بھسی چیز اس سے قطع نظر جب آ چکا کہ خیرات صدقات کو حق تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو کیا شرم کی بات نہیں ہے کہ سڑی بھسی اور خراب چیز ہاتھ میں دو۔

(تفصیل الذکر ملحقہ مواعظ ذکر و فکر ص ۲۲۔۲۵)

خلاف شریعت رسومات کا ادا کرنا فساد عقیدہ ہے

فرمایا: قلب کا کسی خلاف شرع کام کو اچھا سمجھنا یا برا نہ سمجھنا بعینہ فساد عقیدہ ہے تو رسموں کا کرنا درحقیقت فساد عقیدہ ہے جیسے عموماً شادی بیاہ اور غمی وغیرہ کی رسمیں وغیرہ۔

(تفصیل الذکر ص ۱۱۸)

ایصال ثواب میں اعتقادی غلطی

بعض لوگوں میں ایک غلطی اعتقادی یہ بھی ہے کہ ثواب کی نیت میں بھی کھانے کے موافق سمجھتے ہیں چنانچہ شیر خوار بچوں کیلئے ایصال ثواب میں دودھ دیتے ہیں، گوشت نہیں دیتے یہ سمجھتے ہیں کہ انکے دانت کہاں ہیں۔ اسی طرح شہداء کو سبیل میں شربت کا ثواب پہنچاتے ہیں کیونکہ وہ پیاسے شہید ہوئے تھے اسکے علاوہ اس اعتقادی غلطی کے دوسری غلطی یہ بھی ہے کہ گویا شہداء انکے نزدیک اب تک پیاسے ہیں۔ (خیر الارث وحقوق العباد)

اسی طرح بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں کو یہ چیز بہت پسند تھی وہی ایصال ثواب کرتے ہیں حالانکہ مردہ کو اصل چیز نہیں پہنچتی بلکہ ثواب پہنچتا ہے۔

عوام کے عقائد میں غلو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عاملین کی بدولت عوام کے عقائد بہت ہی خراب اور برباد ہو گئے خصوص تعویذ کے متعلق تو بہت ہی غلو ہو گیا ہے جس سے دین کا غلو معلوم ہوتا ہے ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا تھا کہ کشتی کے لیے ایک تعویذ دیدو تا کہ میں غالب رہا کروں، میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوالائے پھر تعویذوں میں کشتی ہوگی۔ اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی تو غالباً چندروز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی اسلئے کہ نکاح میں تو بکھیڑا ہے وقت صرف ہوتا ہے قسم قسم کی سعی اور کوشش میں تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں مال صرف ہوتا ہے پھر آنے والی کا نان ونفقہ غرض بڑے بکھیڑے ہیں یہ درخواست کیا کریں گے کہ ایسا تعویذ دیدو کہ بدون عورت کے اولاد ہو جایا کرے بھلا کس طرح اولاد ہو جایا کریگی آدم علیہ السلام کی تو پسلی سے حضرت حوا پیدا ہو گئیں مگر پھر ایسا نہیں ہوا یہ اب بھی چاہتے ہیں کہ خلاف معمول اولاد پیدا ہو جایا کرے۔ اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کردوں تو پھر کوئی ایک بھی تعویذ نہ مانگے۔ غرض تعویذ کے متعلق عقیدے اچھے نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۹۱)

صفت الٰہی کے عقیدہ میں اجمال بہت اچھا ہے

عوام کا عقیدہ صفات کے متعلق بہت اچھا ہے کہ وہ اجمال کی صورت میں سمجھتے ہیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۷۸)

گمراہ عقیدہ کے لوگ دنیا میں موجود ہیں

ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ذکر و شغل اس لئے نہیں کرتا کہ کہیں تنگی معاش میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ خیال کیوں پیدا ہوا اور زبانی ارشاد فرمایا کہ اس عقیدہ کے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے افلاس آتا ہے استغفر اللہ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۵۰)

پیرجیوں نے عوام کے عقائد برباد کردیئے

ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے آپ کا بتلایا ہوا وظیفہ شروع کیا تھا' ایک چلہ ختم ہو گیا' کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی پوچھے کہ بندہ خدا میں نے کب دعویٰ کیا تھا کہ ضرور اثر ہوگا۔ فرمایا کہ میں جو مناسب قیود لگاتا ہوں ان سے یہ نفع ہے کہ میں اب یہ جواب دے سکتا ہوں پیرجیوں نے لوگوں کے عقائد کا ناس کر دیا ہے۔ انکی دکانداری ٹھہری اور لوگوں کا دین خراب اور برباد ہوا۔ انکو تو اپنے نفع سے غرض' مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں۔ انہیں اپنے حلوے مانڈوں سے کام۔ ان جاہل پیروں اور فقیروں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی۔ اللہ بچائے جہل اور بدفہمی سے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ملفوظ نمبر ۶۵)

محض قلب کی درستی کافی نہیں

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ فقط قلب کا درست کر لینا کافی نہیں یہ لوگ شریعت کو منہدم

بلکہ منعدم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ تمام شریعت بھری ہوئی ہے اصلاح ظاہر اور باطن سے اور تصوف کی حقیقت بھی یہی ہے کہ تعمیر الظاہر والباطن۔ (الصلوٰۃ ص ۲۱)

اسلام قبول کرنے کا عزم کرتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے

ایک صاحب عمائد قصبہ میں سے حاضر ہوئے اور عرض کیا فلاں ہندو عورت مسلمان ہونا چاہتی ہے؟ فرمایا اس میں مشورہ کی کون سی ضرورت ہے؟ (اس پر) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بغیر کلمہ کے پڑھے ہی نماز فرض ہو جائے گی، فرمایا کہ کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے، جب عزم کر لیا اور اطلاع کر دی کہ مسلمان ہے نماز فرض ہو گئی ہے، عرض کیا کہ عزم کر لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے، فرمایا جی ہاں عزم کر لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۲۱ ج ۲)

ننانوے وجوہ کفر کا حکم

فرمایا کہ فقہاء کا جو یہ حکم ہے کہ اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر کے اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو ان ننانوے وجوہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس ایک وجہ کا اعتبار کیا جائے گا اس کا مطلب لوگ غلط سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایمان کے لئے صرف ایمان کی ایک بات ہونا کافی ہے، بقیہ ننانوے باتیں کفر کی ہوں تب بھی وہ مزیل ایمان نہ ہوں گے حالانکہ یہ غلط ہے اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے محمل کفر کے ہوں اور صرف ایک محمل ایمان کا ہو تو اس پر حکم ایمان ہی کا لگایا جائے گا نہ کہ کفر کا کیونکہ ایمان کا کم از کم ایک احتمال تو ہے یہ معیار تو کسی کی تکفیر کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایمان کے ادنیٰ سے ادنیٰ احتمال کے ہوتے ہوئے بھی کسی کی تکفیر نہ کریں اور متکلم کی ذات کے اعتبار سے اگر وہ یہ محمل کفر کا بھی معتقد ہوگا تو کافر ہوگا۔ (ایضاً ص ۲۳۱)

ننانوے وجوہ کفر کا مفہوم

فرمایا فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز

نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہوگا کیونکہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی توجہ اسلام کی پائی ہی جاتی ہے مثلاً کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ عمل کچھ اخلاق، سخاوت، مروت، رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جائے گا۔ سو فقہاء کی یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو ننانوے محل متحمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی متحمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے۔ (کلمۃ الحق ص ۱۱۱)

حرام مال پر بسم اللہ کہنا کفر ہے

فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ حرام مال پر بسم اللہ کہنا کفر ہے۔

جہاد کے علاوہ جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر تک کہہ لینا جائز ہے

فرمایا خوف سے متاثر ہونا تو بوجہ ضرورت کے ہے کیونکہ دفع ضرر ضروری ہے بجز ایسے مواقع کے جہاں دفع ضرر کی بھی اجازت نہ ہو مثلاً جہاد میں جان کے ضرر کا گمان غالب ہے لیکن اس ضرر کو گوارہ کرنا واجب ہے اس لئے وہاں خوف سے متاثر ہونا جائز نہ ہوگا۔ باقی اس کے علاوہ مواقع پر خوف سے متاثر ہونے کی تو یہاں تک اجازت ہے کہ اگر جان کسی اور طرح نہ بچتی ہو تو کفر کا کلمہ تک کہہ لینا جائز ہے چنانچہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے ایسے ہی موقع پر کفر کا کلمہ کہہ دیا تھا پھر اس طرح جان بچا کر روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ نقل کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **من کفر باللہ من بعد ایمانه الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان**۔ (الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۱۹۵)

اگر معصیت مانع کفر ہو تو اسے برداشت کرنا چاہیے

فرمایا کانپور کے علاقہ میں ایک کا بجیر ہے وہاں پر ایک مسلمان رئیس تھا۔ اس کا نام تھا ادھار سنگھ، میں نے سنا تھا کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک مجمع کے

ساتھ تبلیغ کے لئے وہاں گیا تھا۔ ادھار سنگھ سے بھی اس کا ذکر آیا تو اس نے جواب میں کہا: ہم آریہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے۔ میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا تم نے غور نہیں کیا۔ یہ شخص جب تک تعزیہ بنائے گا کافر نہ ہوگا۔ تعزیہ بیشک معصیت اور بدعت ہے مگر اس کے لئے تو یہ معصیت اور بدعت وقایہ کفر (کفر سے بچاؤ کا باعث) ہے۔ (اشرف الملفوظات ص ۳۹، ۴۰)

عقیدہ شرک

فرمایا کہ ایک صاحب کا لفافہ آیا ہے لفافہ کے پتہ کے اوپر لکھا ہے "امانت شیخ معروف کرخی" ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایسا لکھنے سے وہ چیز محفوظ ہو جاتی ہے مثلاً یہ لفافہ ہی ہے کہ ان صاحب کے خیال میں یہ کہیں گم نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کا عقیدہ شرک ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۶)

کون سی مایوسی کفر ہے؟

فرمایا جو مایوسی کفر ہے وہ یہ کہ عقلاً یہ سمجھے کہ میری بخشش ہو گی ہی نہیں یعنی احتمال ہی نہ ہو بخشش کا۔

بیمار کے لئے بکرا ذبح کرنا فساد عقیدہ

فرمایا: بیمار کے لئے بکرا ذبح کرنا اس میں فساد عقیدہ کا شبہ ہے کیونکہ مقصود "اراقۃ الدم" ہوتا ہے جو کہ فدیہ ہے اور اگر صدقہ کی تاویل کی جائے تو اتنا گوشت یا غلہ دینے سے کیوں تسلی نہیں ہوتی۔ (الکلام الحسن ملفوظ ص ۲۶۱)

میری مخالفت کرنے سے فلاں مصیبت کے آنے کا عقیدہ جائز نہیں

فرمایا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بلا دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص پر میری مخالفت کرنے سے فلاں مصیبت آئی حالانکہ ایسا کہنا سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی کو جائز نہیں۔ (مقالات حکمت ص ۱۹۸)

گناہ کو گناہ سمجھنے والا کافر نہیں

فرمایا: دیکھئے فقہاء صاف لکھتے ہیں کہ کوئی شخص جان بوجھ کر بھی کبائر کا مرتکب ہو جائے اور ہوش و اختیار میں ہو مگر جب تک وہ اس کو گناہ سمجھے گا کافر نہ ہوگا اور نہ کسی کو کافر کہنے کی مجال ہے اور نہ اس کی بیوی اس کے نکاح سے علیحدہ ہوگی۔ (مزید المجید ص ۱۰۴)

گناہ کو ہلکا سمجھنا کفر ہے

فرمایا: بعض گناہوں کو صغیرہ سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ استخفاف گناہ کفر ہے۔

مدعی نبوت کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے

فرمایا: کہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو ولی کہنا بلکہ صرف مسلمان کہنا بھی کفر ہے اور جب مرزا غلام احمد صاف صاف اپنے کو نبی بلکہ انبیاء سے بھی افضل کہتا ہے تو اس کو ولی ماننا ان سب باتوں میں سچا ماننا ہے اور دعوئ نبوت میں اس کو سچا ماننا کفر ہے۔ خوب سمجھ لو۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۵۲۹)

رضا بالکفر کفر ہے

فرمایا: کہ رضا بالکفر کفر ہے خواہ اپنے کفر سے رضا ہو یا غیر کے کفر سے یعنی اگر کوئی شخص اپنے لئے تو کفر پسند نہ کرے مگر دوسرے کے کافر ہونے سے راضی ہو تو خواہ دوسرا کافر ہوا ہو مگر یہ راضی ہونے والا فوراً ہی کافر ہو گیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۴۶)

بدفالی ناجائز ہے

فرمایا: فبد فالی سے اثر نہ لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے

بخلاف نیک فالی کے کہ وہ رجاء ہے اور رجاء کا حکم ہے۔ یہ فرق ہے کہ فال صالح میں کہ جائز ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ نا جائز ہے ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ نا جائز ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۴۱۸)

علیؓ مشکل کشا کہنے کا حکم

پوچھا علیؓ مشکل کشا کہنا کیسا ہے؟ فرمایا تاویلاً جائز ہے یعنی مشکلات علمیہ کے حل کرنے والے مگر عوام کے لئے موہوم ضرور ہے اس واسطے خلاف ہے۔ پوچھا گیا ہمارے شجرہ میں لفظ مشکل کشا موجود ہے فرمایا ہاں۔ اور وہ شجرہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ہے بزرگوں کی نظر بہت عالی ہوتی ہے ذرا ذرا سی بات کی طرف نہیں جاتی۔ اس کے مفسدہ کی طرف نظر نہیں گئی بناء بر شہرت لکھ دیا۔ شیخ سعدیؒ کے کلام میں بھی یہ معنی موجود ہیں ؎

کے مشکلے برو پیش علی

مگر مشکلش را کند منجلے

(حسن العزیز ج ۴ ص ۲۹)

وظائف کی اجازت لینے میں عقیدہ کا فساد معلوم ہوتا ہے

فرمایا: وظائف کی اجازت لینے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ کا فساد ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔ میں نے ایک شخص سے کہا کہ اجازت تو منصوص نہیں اور اس کا ثواب بھی نہیں اور دعا منصوص ہے اور اس پر ثواب بھی ہے اگر دعا کردوں تو دل کو ٹٹول کر دیکھ لیا جائے کہ وہ کیفیت نہ ہوگی جو اجازت میں ہے اجازت کی اصل یہ تھی کہ ایک دفعہ بزرگ وظیفہ سن لیتے تھے تا کہ غلط نہ پڑھا جائے اب تو مولوی بھی اجازت لیتے ہیں محض رسم اور عقیدہ کا فساد ہے۔ (الکلام الحسن حصہ دوم ص ۱۰۷)

قبرستان میں لنگی باندھ کر جانے کا سوال کرنا عقیدہ کی خرابی کا باعث ہے

فرمایا: ایک استفتاء آیا ہے کہ قبرستان میں لنگی باندھ کر جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ نہ

پوچھا کہ مسجد میں نماز کے واسطے لنگی باندھ کر جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سائل نے لنگی میں پردہ کم سمجھا تو اللہ میاں کے سامنے چاہے ننگے جائیں مگر قبرستان میں ننگے نہ جائیں یہ عقیدہ کی خرابی ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۱۷۱)

مُردوں سے دعا کی درخواست کرنا ثابت نہیں

فرمایا: بعض اولیاء کو مرنے کے بعد قوت تصرف عطا ہوتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ان کے مزاروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگا کریں۔ شرعاً یہ بالکل ناجائز ہے ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ ان کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا مانگی جائے۔ باقی ان سے یہ بھی نہ کہا جائے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو کیونکہ شریعت میں اس کا کہیں ثبوت نہیں کہ وہ ایسی دعاؤں کے ماذون ہیں۔ احادیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں جا کر مُردوں کو احیاء کی دعا سے نفع ہوتا ہے اور اس کے منتظر رہتے ہیں مگر اس کا کہیں ثبوت نہیں کہ اگر ان سے یہ کہا جائے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو تو وہ دعا کر دیتے ہیں۔ (الکمال فی الدین للرجال ص ۲۲۵)

کسی کو بالیقین ولی اللہ کہنا جائز نہیں

فرمایا کسی شخص کو ظناً تو جنتی یا دوزخی کہہ سکتے ہیں مگر قطعاً نہیں کہہ سکتے۔ حدیث شریف میں ہے "لا یزکی علی اللّٰہ احدا و احسبہ کذا واللّٰہ حسیبہ او کما قال "۔ اسی طرح کسی شخص کو ظناً ولی اللہ کہنا اور سمجھنا جائز ہے ہاں یقین کرنا کہ فلاں شخص ولی اللہ ہے صحیح نہیں کیونکہ ولایت کا حاصل ہے قرب باللہ اور اس کو سوائے اللہ کے کون جان سکتا ہے البتہ کسی شخص کو بالیقین شیخ کہنا اور سمجھنا جائز ہے کیونکہ طریق تربیت ایک فن ہے اور اس فن کے جاننے والے کو شیخ کہتے ہیں اور فن جاننے کا علم مشاہدہ سے ہو سکتا ہے اس لئے فن دان کو بالیقین شیخ کہنے میں مضائقہ نہیں۔ (اسعد الابرار ملفوظ ۸)

امور شعائر اسلامیہ کا اخفاء حرام ہے

ایک صاحب نے پوچھا کہ ملامتیہ فرقہ فرائض و واجبات کا بھی اخفاء کرتے ہیں فرمایا نہیں ایسا اخفاء تو جائز نہیں جو امور شعائر اسلامیہ سے ہیں ان کا اخفاء تو ایمان کے اخفاء کے برابر ہے یہ بھی حرام وہ بھی حرام۔ (اسعد الابرار ملفوظ ۹۳)

اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا جائز نہیں

فرمایا: علماء نے اس قدر ادب کیا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا جائز نہیں ہاں شافی کہنا جائز ہے۔ (الغالب للطالب ص ۴)

مستحقین تاویل کی گستاخی محل خطر ہے

فرمایا کہ تاویل وتوجیہ کا بھی ایک معیار ہے ایک وہ شخص جس کی غالب حالت صلاحیت کی ہے دین کا مطیع ہے عقائد صحیح ہیں ایسے شخص سے اگر کوئی غلطی ہو جائے وہاں تاویل واجب ہے اور جہاں فسق و فجور کا غلبہ ہے وہاں تاویل نہ کی جائے گی اور مستحقین تاویل کی شان میں، اگر تاویل بھی نہ کی جائے تب بھی کفِ لسان واجب ہے گو ان کا معتقد ہونا واجب نہیں مگر گستاخی بھی محل خطر ہے اور خطر بھی ایسا جس کو امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اہل طریق سے بدگمانی کرنے میں اندیشہ سوء خاتمہ کا ہے اور اگر کچھ نہ کہو تو کچھ اندیشہ نہیں بہتر صورت یہی ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ کچھ نہ کہو گو یہ بھی ضروری نہیں کہ معتقد ہو جاؤ۔ بس نہ معتقد ہو اور نہ کچھ بے جا کلمہ کہو اسی میں خیر ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص امیر ہو، اس کے امیر ہونے کا کوئی معتقد نہ ہو لیکن اگر یوں کہے کہ وہ غریب ہے مفلس ہے یہ جھوٹ ہوگا اور موجب ایذا بھی سو معتقد ہونا جرم نہ تھا جھوٹ بولنا جرم ہے اسی طرح اگر کوئی ان حضرات کا معتقد نہ ہو کوئی جرم نہیں لیکن برا بھلا کہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ ہمارے بزرگوں کا تو مذہب یہ ہے

کہ وہ افراط وتفریط کو پسند نہ فرماتے تھے۔ بجز منصوص علیہ حضرات کے کسی خاص بزرگ کا نہ معتقد ہونا فرض ہے اور نہ برا بھلا کہنا جائز۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷، ص ۳۰۶)

غیر اللہ کے لئے نذر ومنت کا ذبیحہ اور کھانا سب حرام ہے

ارشاد فرمایا کہ حیوانات کے علاوہ جو کھانا یا مٹھائی وغیرہ کسی غیر اللہ کے نام پر نذر مانی جائے اس کو بھی فقہاء نے حرام ونجس قرار دیا ہے۔ جیسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ میں بھی اس کو صحیح سمجھتا ہوں مگر اس کو ''ما اھل بہ لغیر اللّٰہ'' کے تحت میں داخل نہیں کرتا کیونکہ ''ما اھل بہ لغیر اللّٰہ'' حیوانات کے معاملہ میں تو نص قطعی ہے مگر غیر حیوانات کو شامل نہیں۔ اس لئے غیر حیوانات میں یہ حرمت قیاسی ہے کہ قیاس فقہی سے دونوں کا حکم مشترک معلوم ہوتا ہے۔

اور میں یہ نہیں کہتا کہ ''ما اھل'' میں لفظ ما کے عموم میں غیر حیوانات بھی داخل ہیں۔ کیونکہ عموم الفاظ اصولی طور پر اسی حد تک عموم لیا جا سکتا ہے جہاں تک مقصود متکلم سے تجاوز نہ ہو اور اس سے زیادہ عموم معتبر نہیں اگر کوئی مریض اپنے معالج سے پرہیز کے متعلق پوچھے اور وہ یہ کہہ دے کہ تیل اور ترشی کے سوا سب چیز کھا سکتے ہو تو اس سب چیز کے عموم میں لوہا، پتھر، مٹی وغیرہ داخل نہیں مانی جائیں گی کہ مقصود متکلم سے تجاوز ہے۔ نص قطعی حیوانات کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے عموم کو غیر حیوانات میں متجاوز کرنا میرے نزدیک اسی کی مثال ہے، اسی لئے میرا خیال یہ ہے کہ نص ''ما اھل بہ'' سے تو صرف وہ حیوانات حرام ہیں جن کو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ باقی رہی دوسری اشیاء غیر حیوانات کی قسم سے جیسے کھانا اور مٹھائی وہ اگرچہ اس عموم لفظ میں داخل نہیں۔ مگر باشتراک علت ان کی حرمت بھی اس پر قیاس فقہی سے ثابت کی گئی ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۱۶۶، ۱۶۷)

مرتے وقت کلمہ کفر کہنے والے کا حکم

اگر کوئی مسلمان مرتے ہوئے کلمہ کفر کہتا ہوا جائے جب بھی کفر کا حکم مشکل ہے فقہاء نے

اس کا راز سمجھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرتے ہوئے کسی کے منہ سے کلمہ کفر نکل جائے تو اسکو کافر نہ کہو کیونکہ ممکن ہے شاید نزع کی وجہ سے اسکی عقل درست نہ ہو اور بے ہوشی کی غفلت میں یہ کلمہ زبان سے نکلا ہو اور شریعت میں ایسا شخص مکلّف نہیں رہتا۔ بے ہوشی میں جو فعل وقول بھی صادر ہو شرعاً معاف ہے یا ممکن ہے کوئی ہوش ہی میں کلمہ کفر کہہ رہا ہو مگر اسکا مطلب وہ نہ ہو جو تم سمجھے بلکہ کچھ اور مطلب ہو پھر اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے حکم کفر کیونکر لگایا جا سکتا ہے۔

(الانسداد للفساد ص ۶)

غالی شیعوں پر کفر کا فتویٰ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو غالی شیعہ ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں کیا یہ کافر ہیں؟ فرمایا کہ محض تبرا پر تو کفر کا فتویٰ مختلف فیہ ہے البتہ تحریف قرآن کا اعتقاد یہ صریح کفر ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷، ص ۳۲۵)

حرام طعام پر بسم اللہ کہنا کفر ہے

فرمایا بے موقع ذکر اللہ تک کو فقہاء نے منع کیا ہے بلکہ بعض مقامات پر کفر کہا ہے۔ جیسے حرام طعام پر بسم اللہ کہنا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ حصہ دوم ص ۳۲۵)

کسی دن کو منحوس سمجھنا شرک ہے

فرمایا: کسی دن کو منحوس سمجھنا، کسی چیز کو منحوس سمجھنا شرک ہے اور بعض سمجھتے ہیں کہ شہید لپٹتے پھرتے ہیں، کوئی بیمار پڑتا ہے تو کہتے ہیں شہید مرد آ گئے (یہ بالکل غلط ہے) شہیدوں کو نعم آخرت کے سامنے اس کی کیا ضرورت ہے کہ دنیا میں ہی آئیں اور آئیں بھی کاہے کے لئے لوگوں کو ستانے کے لئے۔ (از حسن العزیز ج ۴ ص ۴۶۶)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کوئی خاص بندے کے ہونے کا اعتقاد

فرمایا کہ میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی خاص شخص کے ساتھ اعتقاد رکھنا اور اس کو اللہ والا سمجھنا تو ضروری نہیں مگر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ دنیا اللہ والوں سے خالی نہیں کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ دنیا میں ضرور موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتقاد جائز نہیں کیونکہ اتنی مقدار منصوص ہے۔ (القول الجلیل حصہ اول ص ۳۲)

اللہ کے ساتھ لفظ مقدِم پڑھنے کا حکم

فرمایا میں نے پہلی مرتبہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے سنا کہ اللہ کی شان میں لفظ مقدم بفتح دال پڑھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ کے ساتھ لفظ مقدم دال کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل ہونا چاہیے بفتح دال تو یہ معنے ہوں گے کہ کسی اور نے آگے کر دیا مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بفتح دال سن کر فرمایا نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ۔ (فیوض الرحمٰن ص ۲۵)

اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خدا کا استعمال جائز ہے

کانپور میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو جو خدا کہتے ہیں یہ لفظ غلط ہے لفظ خدا پہلے کفار اپنے معبودان باطل کو کہتے تھے (اس پر) ہمارے حضرت نے فرمایا کہ لفظ ایزد اور خدا مثل ترجمہ کے ہو گیا ہے گو وضع دوسروں کے لئے ہوا ہو مگر اب تو مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہو گیا جیسے رحیم وغیرہ۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے جو توصیفی نام ہیں ان میں تصرف کرنا الحاد ہے۔
(جدید ملفوظات ص ۲۴۵)

حق تعالیٰ شانہ سے بغض رکھنا کفر ہے

فرمایا اگر حق تعالیٰ سے محبت ہو تو حوادث کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرے ورنہ زید، عمر

وغیرہ کی طرف کرے کیونکہ ناگوار واقعہ سے بغض پیدا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ سے بغض رکھنا کفر ہے اگر محبت ہو تو واقعات سے گرانی نہیں ہوتی ۔ (الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ص ۲۹۹)

ایک عقیدہ کفریہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی کریں، ہم کو گناہ نہیں ہوتا۔ اگر واقعی ان کا اعتقاد یہی ہے تو کفر میں مبتلا ہیں کیونکہ ایسا اعتقاد کفر ہے۔ (تسہیل المواعظ ج ۲ ص ۱۹۰)

دعا یا توجہ سے موت نہیں ٹل سکتی

ایک غیر مقلد صاحب کا خط آیا کہ میری بیوی بیمار تھی ۔ میں نے آپ کو دعا کو لکھا تھا وہ مرگئی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ۔ فرمایا میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعا کرتا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی یہ حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں خود یہ عقیدے ہیں انکی توحید بھی ملاحظہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۵۵)

صانع عالم کی ہستی کا اعتقاد فطری

فرمایا صانع عالم کی ہستی کا اعتقاد فطری ہے اس لئے بعض آئمہ نے فرمایا ہے کہ اس کا سوال ہر شخص سے ہوگا۔ خواہ اسکو دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔ (کلمۃ الحق ص ۹۳)

تعویذ گنڈوں کے باب میں عوام کے عقائد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تعویذ گنڈوں کے باب میں عوام کے عقائد میں بہت غلو ہوگیا ہے خصوص دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں اگر یہی تعویذوں کی رفتار رہی تو شاید آگے چل کر نکاح بھی نہ کیا کریں گے تعویذ ہی سے اولاد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میری اولاد نہیں ہوتی تعویذ دیدو میں نے کہا کہ اگر

تعویذ سے اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک درجن تو اولاد ہوتی حالانکہ ایک بھی نہیں میں ان تعویذ گنڈوں سے بڑا گھبراتا ہوں ان سے قطعاً مناسبت نہیں۔

عقیدہ کی خرابی اور عملی ضرر

آجکل اکثر تعویذ پر بھروسہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس ایک چیز ہے۔ خدا پر توکل اور بھروسہ نہیں رہتا یہ عقیدہ کی خرابی ہے، جو بہت بڑا ضرر ہے اور ایک عملی ضرر ہے کہ اسکے بعد پھر نہ طبیب سے رجوع کرتے ہیں اور نہ خود کوئی تدبیر کرتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۳۱۴)

ڈاڑھی کا استہزاء کفر ہے

حکایت

ہمارے وطن میں ایک ماسٹر عارضی طور پر آئے ہوئے ہیں اور ڈاڑھی منڈاتے ہیں ان سے جب ڈاڑھی رکھنے کو کسی نے کہا تو کہنے لگے کہ ڈاڑھی تو بکرے کے ہوا کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ مولویوں کو فتویٰ تکفیر میں متعصب بتلاتے ہیں لیکن ان کو انصاف کرنا چاہیے کہ کیا یہ بات بھی کفر کی نہیں۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ایک ایسا شخص جس کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام ڈاڑھی رکھتے تھے صحابہ کرامؓ نے سب نے رکھی اور پھر وہ یہ کہے کہ ڈاڑھی تو بکرے کی ہوتی ہے کیا آپ لوگ انصاف کی رو سے اس کو مسلمان کہیں گے دیکھو! اگر کوئی شخص عدالت کی توہین کرنے لگے تو وہ کتنا بڑا مجرم سمجھا جاتا ہے تو کیا یہ توہین عدالت کی توہین کے برابر نہیں ہے۔ ہر معنی شناس جانتا ہے کہ عدالت کی توہین سلطنت کی توہین ہے اسی طرح اسلام کے کسی حکم کی توہین شارع علیہ السلام اور بانی اسلام یعنی خدا تعالیٰ کی توہین ہے پس اگر خدا تعالیٰ کی توہین کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں گیا تو گویا ایمان سریش اور گوند ہوا کہ وہ ایسا چپکا ہے جو کسی طرح چھوٹتا ہی نہیں۔ صاحبو! اسلام ایسا سستا اور اتنا بے غیرت نہیں ہے کہ اس کو کوئی شخص دھکے بھی دے اور وہ نہ ٹلے۔

(آثار المحبۃ جلد پنجم امثال عبرت ص ۱۷۳)

اقسام شرک

قال اللّٰہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی و نصله جهنم و سآء ت مصیرا ☆ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دو ن ذٰلک لمن یشاء ؕ ومن یشرک باللّٰہ فقد ضل ضللاً بعیدا ☆ ان یدعون من دونه الا انا ثا ۚ وان یدعون الا شیطنا مریدا ☆ لعنه اللّٰہ وقال لا تخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولا ضلنهم ولا منینهم ولامرنهم فلیبتکن اذان الانعام ولا مرنهم فلیغیرن خلق اللّٰہ ۔ ومن یتخذ الشیطن ولیا من دون اللّٰہ فقد خسر خسرانا مبینا ☆ یعدهم ویمنیهم وما یعدهم الشیطن الا غرورا☆ (النسآء آیت ۱۱۵ تا ۱۲۰)

اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اسکے اسکو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیا تو ہم اسکو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اسکو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ انکے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اسکے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جاپڑا ۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ چار پایوں کے کانوں کو تراشا کریں

گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنالے گا وہ صریح نقصان میں ہوگا۔ شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور انکو ہوسیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

ان آیتوں سے بدعت اور شرک اور رسوم جہل و اطاعت و موافقت شیطان کی برائی صاف صاف معلوم ہوئی' چونکہ ان امور کے ارتکاب سے توحید و رسالت کے عقیدہ میں خلل اور ایمان میں ظلمت و کدورت آ جاتی ہے اس لئے بعد ذکر عقائد اسلام کے مناسب ہوا کہ بعضے برے عقیدے اور بری رسمیں اور بعضے بڑے بڑے گناہ جو بکثرت رائج ہیں۔ بیان کئے جاویں تاکہ لوگ آگاہ ہو کر ان سے بچیں ان میں بعضی باتیں بالکل کفر و شرک ہیں، بعضی قریب کفر و شرک کے، بعضی بدعت و ضلالت، بعضی مکروہ و معصیت غرض سب سے بچنا ضروری ہے۔ پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا جن سے ایمان میں نقصان آ جاتا ہے اس کے بعد ایمان کے شعبوں کا اجمالاً ذکر ہوگا کیونکہ ان سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر گناہوں سے دنیا کا نقصان اور طاعات سے جو دنیا کا نفع ہوتا ہے اس کا اجمالاً ذکر کریں گے کہ دنیا کے نفع و نقصان کا لوگ زیادہ لحاظ کرتے ہیں' شاید اسی خیال سے کچھ عمل کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو۔ چونکہ سب دلائل لکھنے کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہ تھی۔ اس لئے شہرت پر قلم انداز ہوئے۔

اشراک فی العلم

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر ہے۔ نجومی پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اسکو خبر ہوگئی کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف

کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا کسی سے مرادیں مانگنا' روزی اولاد مانگنا۔

اشراک فی العبادۃ

کسی کو سجدہ کرنا' کسی کے نام کا جانور چھوڑنا' چڑھاوا چڑھانا' کسی کے نام کی منت ماننا' کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا' خدا کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے قول یا رسم کو ترجیح دینا' کسی کے روبرو جھکنا یا نقش دیوار کی طرح کھڑا رہنا چھڑیاں نکالنا' تعزیہ علم وغیرہ رکھنا' توپ پر بکرا چڑھانا' کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا' کسی کی دہائی دینا' کسی جگہ کعبے کا سا ادب و عظمت کرنا'

اشراک فی العادۃ

کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا' بالی پہنانا' کسی کے نام کا پیسہ بازو پر باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا' سہرا باندھنا' چوٹی رکھنا' بدھی پہنانا' فقیر بنانا' علی بخش اور حسین بخش وغیرہ نام رکھنا' کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا' کسی جانور پر کسی کا نام لگا کر ان کا ادب کرنا' محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا' لال کپڑا نہ پہننا' بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا' عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا' اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا' نجومی رمال یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے کچھ باتیں پوشیدہ پوچھنا' شگون لینا' کسی مہینے کو منحوس سمجھنا' کسی بزرگ کا نام بطور وظیفے کے جپنا' یوں کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا یا یہ کہیں کہ اوپر خدا نیچے تم' کسی کے نام کی قسم کھانا' کسی کو شہنشاہ یا خداوند خدایگاں کہنا' تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اسکی تعظیم کرنا۔ (تعلیم الدین ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۴۷۴ تا ۴۷۶)

ایمان کے شعبے

جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ

﴿ضرب اللّٰہ مثلاً کلمۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء﴾

(اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے
ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہے اور اسکی
شاخیں اونچائی میں جارہی ہیں)

سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں کچھ اصول اور کچھ فروع ہیں اور حدیث مبارکہ میں ستر سے کچھ زائد شعبے ارشاد فرمائے گئے جن میں افضل کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' اور ادنیٰ راستہ سے کانٹا ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے (بخاری ومسلم) یعنی یہ اوسط درجہ ہے۔

واضح ہو کہ یہ شعبے تیس قلب سے متعلق ہیں اور سات زبان کے اور باقی جوارح کے ساتھ چالیس مجموعہ حسب تعداد محققین ستتر ہوا جن کی تفصیل یہ ہے۔

شعب ایمان جو قلب سے متعلق ہیں وہ تیس شعبے ہیں

ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کے حادث اور مخلوق ہے۔ ایمان لانا فرشتوں پر۔ ایمان لانا اس کی سب کتابوں پر۔ ایمان لانا پیغمبروں پر۔ ایمان لانا تقدیر پر۔ ایمان لانا قیامت کے دن پر۔ جنت کا یقین کرنا۔ دوزخ کا یقین کرنا۔ محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے۔ محبت کرنا کسی سے اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ اور بغض کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ محبت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اخلاص، توبہ، خوف، رجا، حیاء، شکر، وفا کرنا عہد کا، صبر، تواضع، رحمت وشفقت مخلوق پر، راضی ہونا قضائے الٰہی پر، توکل کرنا، ترک کرنا خود پسندی کا، ترک کرنا کینہ کا، ترک کرنا حسد کا، ترک کرنا غصہ کا، ترک کرنا بدخواہی کا، ترک کرنا حب دنیا کا۔

شعب ایمان جو زبان سے متعلق ہیں اور وہ سات ہیں

کلمہ توحید کا پڑھنا قرآن مجید کی تلاوت، علم سیکھنا، علم سکھلانا، دعا کرنا، ذکر کرنا، لغو اور منع کلام سے بچنا۔

ان شعبوں کے بیان میں جو باقی جوارح سے متعلق ہیں اور وہ چالیس شعبے ہیں

سولہ تو مکلف کی ذات خاص سے متعلق ہیں۔

طہارت حاصل کرنا' اس میں بدن' جامہ' مکان کی طہارت' وضو کرنا' غسل کرنا' جنابت سے حیض سے نفاس سے سب کچھ داخل ہو گیا۔ نماز قائم کرنا' اس میں فرض و نفل و قضا سب آ گیا۔ صدقہ' اس میں زکوٰۃ' صدقہ فطر' طعام جود' طعام اکرام مہمان سب داخل ہے۔ روزہ فرض و نفل' حج وعمرہ' اعتکاف' شب قدر کا تلاش کرنا اس میں آ گیا۔ اپنے دین کے بچانے کے لئے کہیں بھاگ نکلنا اس میں ہجرت بھی آ گئی۔ نذر پوری کرنا' قسم کا خیال رکھنا' کفارہ ادا کرنا' بدن چھپانا نماز اور غیر نماز میں' قربانی کرنا' جنازہ کی تجہیز و تدفین' دین ادا کرنا' معاملات میں راست بازی کرنا اور غیر مشروع معاملات سے بچنا' سچی گواہی ادا کرنا اور اس کو پوشیدہ نہ کرنا۔

اور چھ اپنے اہل و توابع کے متعلق ہیں۔

نکاح سے عفت حاصل کرنا' اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا' اس میں غلام' نوکر' خدمت گزار سے نرمی و لطف کرنا بھی آ گیا' والدین کی خدمت کرنا اور ان کو ایذا نہ دینا' اولاد کی پرورش کرنا' ناتے داروں سے سلوک کرنا' آقا کی اطاعت کرنا۔

اور اٹھارہ عام لوگوں سے متعلق ہیں۔

حکومت میں عدل کرنا' مسلمانوں کی جماعت کی اطاعت کرنا' حکام کی اطاعت کرنا' لوگوں میں اصلاح کر دینا' اس میں خوارج اور باغیوں کے ساتھ قتال کرنا بھی داخل ہے کیونکہ فساد کا دفع کرنا اصلاح کا سبب ہوتا ہے' نیک کام میں مدد دینا۔

'نیک بات بتلانا' بری بات سے منع کرنا' حدود کا قائم کرنا' جہاد کرنا' اس میں سرحد کی حفاظت بھی آ گئی' امانت ادا کرنا' اس میں خمس نکالنا بھی آ گیا' قرض دینا کسی حاجت مند کو' پڑوسی کی خاطر داری کرنا' خوش معاملگی' مال کو اس کے موقع میں صرف کرنا' اس میں فضول خرچی سے بچنا بھی آ گیا' سلام کا جواب دینا' چھینکنے والے کو جواب دینا یعنی جب الحمد للہ کہے

تو جواب میں یرحمک اللہ کہنا' لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا' لہو و باطل سے بچنا' ایذا دینے والی چیز جیسے کانٹا ڈھیلہ راہ سے ایک طرف کر دینا۔ ۱۶' ۶ اور ۱۸ کا مجموعہ چالیس ہوا۔

(فروع الایمان مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور' کراچی' ص ۱۰' ۱۱' ۶۹' ۹۲' ۹۳)

عوام میں معروف غلط عقیدے

مسئلہ۱: مشہور ہے کہ جو شخص نیا مسلمان ہو اس کو مسہل دینا چاہئے ورنہ وہ پاک نہیں ہوتا سو یہ بات محض بے اصل ہے۔

مسئلہ۲: مشہور ہے کہ گالی دینے سے چالیس روز تک ایمان سے دور ہو جاتا ہے اگر اس مدت میں مر جاوے تو بے ایمان مرتا ہے سو یہ محض غلط ہے ہاں گالی دینے کا گناہ الگ بات ہے۔

مسئلہ۳: بعض عوام کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے یہ بھی غلط ہے۔

مسئلہ۴: بعض عوام یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ چوتھے آسمان پر ہے، جامع مسجد دہلی اس کی نقل ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، مسجد اقصیٰ شام میں ہے اور جامع مسجد دہلی اس کی نقل نہیں۔

مسئلہ۵: اکثر عوام اور خصوصاً عورتیں مرض چیچک اور کنٹھی میں علاج کرنے کو برا سمجھتی ہیں۔ اور بعض عوام اس مرض کو بھوت پریت کے اثر سے سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔

مسئلہ۶: بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو قفل لگا دے تو اس کے گھر کا تالا لگ جاتا ہے یعنی ویران ہو جاتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔

مسئلہ۷: بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ جو کوئی "قل اعوذ برب الناس" کا وظیفہ پڑھے اس کا ناس ہو جاتا ہے، یہ خیال محض غلط ہے بلکہ اس کی برکت سے تو وہ مصائب سے نجات پاتا ہے۔

مسئلہ۸: بعض عوام خصوصاً عورتیں کہتی ہیں کہ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے سے مقروض ہو جاتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔

مسئلہ۹: بعض عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو مُردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اور ایک کونے میں کھڑے ہو کر دیکھتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے، اگر کچھ ثواب ملے گا تو خیر ورنہ مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہیں۔

مسئلہ ۱۰: بعض عورتیں ایسی عورت کے پاس کہ جس کے بچے اکثر مر جاتے ہوں' خود جانے اور بیٹھنے سے رکتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ایسی جگہ جانے سے روکتی ہیں۔ اور یوں کہتی ہیں کہ مرت بیائی لگ جائے گی' یہ بہت بری بات ہے' ایسا کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: بعض عوام خصوصاً عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہر آدمی پر اس کی عمر کا تیسرا اور آٹھواں اور تیرھواں اور اٹھارواں اور اکیسواں اور اڑتیسواں اور تینتالیسواں اور اڑتالیسواں سال بھاری ہوتا ہے' یہ خیال غلط ہے اور برا عقیدہ ہے۔

مسئلہ ۱۲: اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ کتے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلتی ہے' یہ بھی محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۳: مشہور ہے کہ اگر کسی گھر میں لڑائی کروانی منظور ہو تو اس گھر میں سہ (قنفذ) کا کانٹا رکھ دو جب تک وہ کانٹا اس گھر میں رہے گا' اہل خانہ لڑتے رہیں گے' سو یہ محض غلط بات ہے۔

مسئلہ ۱۴: جہلاء میں دستور ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے تو عورتیں کہتی ہیں کہ ابھی جھاڑو مت دو کیونکہ فلاں ابھی ابھی سفر کو گیا ہے سو یہ لغو بات ہے۔

مسئلہ ۱۵: مشہور ہے کہ جب اولا پڑے تو موسل کو سیاہ کر کے باہر پھینک دیا جائے تو اولے بند ہو جاتے ہیں۔ سو یہ غلط ہے۔

مسئلہ ۱۶: مشہور ہے کہ خرمن میں ہاتھ دھو کر کھانا نہ کھانا چاہئے اور اس سے اخذ کیا جاتا ہے کہ خرمن ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں سو یہ غلط ہے۔

مسئلہ ۱۷: مشہور ہے کہ عورت حالتِ حیض یا حمل میں فوت ہو جائے اس کو سنگل ڈال کر دفن کیا جائے کیونکہ وہ ڈائن ہو جاتی ہے اور جو اس سے ملے اسے کھاتی ہے۔ سو یہ شرک ہے۔

مسئلہ ۱۸: مشہور ہے کہ جہاں میت کو غسل دیا جائے وہاں تین دن چراغ کیا جائے۔ سو یہ بات بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام فی باب الاحکام ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۳۰۳ تا ۳۰۵)

اصلاح عقیدہ کی تدبیر

فرمایا اصلاح عقیدہ کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ اس کی اصلاح کا کام خود اس سے لے لیا جائے۔ چنانچہ ایک صاحب کو ایک رسالہ دیکھ کر پردہ کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہوگئے میں نے کہا کہ تم اس رسالہ کا رد لکھواور رد کے لئے کچھ مصالحہ میں نے بھی اکٹھا کر کے ان کو دیدیا اس رد کرنے سے ان صاحب کے کل شبہات کی اصلاح ہوگئی۔ میں نے ایک شخص کو اسی ترتیب سے کافر سے مسلمان کیا۔ پھر اس کا قصہ بیان فرمایا کہ بریلی میں ایک لڑکے کو اس کے دادا نے پیش کیا کہ اس کو نماز کی نصیحت کردو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اس نے صاف کہا کہ میں نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) خدا کا قائل نہیں اور وہ ایک مسلم کالج میں پڑھتا تھا۔ میں نے اسکے سرپرست سے کہا کہ تم اس کو نمازی بنانا چاہتے ہو بجائے نمازی کے مسلمان بناؤ۔ کہنے لگے اس کی کیا تدبیر کی جائے۔ میں نے کہا تم اس کو مسلم کالج سے نکال کر سرکاری اسکول میں داخل کردو جہاں غیر مسلم لڑکے بھی پڑھتے ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے بعد اس لڑکے کے دادا سے معلوم ہوا کہ اس کی حالت بالکل درست ہوگئی اور پکا مسلمان ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں غیر مسلموں سے اکثر مذہبی گفتگو ہو جاتی تھی اور یہ حمیت قومی کی وجہ سے نہ کہ حمیت مذہبی کی وجہ سے ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا تھا اس سے تصلب پیدا ہوگیا۔ (الافاضات الیومیہ)

عبادت سے متعلق غلط فہمیاں

سو افسوس یہ ہے کہ عبادت کے متعلق یہ طبقے بھی غلطیوں میں مبتلا ہیں تو عوام کیونکر غلطیوں سے بچتے۔ چنانچہ منجملہ ان غلطیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ وہ عبادت کے معنے صحیح نہیں سمجھے۔ عوام کی تو غلطی یہ تھی کہ وہ عبادت کے معنی غلط سمجھتے ہیں کہ صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ خاص اعمال میں منحصر سمجھتے ہیں اس لئے دوسرے اعمال میں کوتاہی کرنا عجیب نہیں کہ وہ

ان کو عبادت ہی نہیں سمجھتے۔ مگر لکھے پڑھوں کی غلطی نہایت سخت ہے کہ وہ عبادت کے معنی بھی جانتے ہیں کہ اطاعت مطلقہ ہیں پھر اس میں غلطی کرتے ہیں کہ اس کے محل سے ناواقف ہیں یا بے پرواہ ہیں اور یہی مراد ہے صحیح معنی نہ سمجھنے سے۔ یعنی معنی تو سمجھے مگر صحیح نہیں سمجھے۔ اس لئے ضرورت سمجھی گئی کہ اس جلسہ میں زیادہ تر طلبہ موجود ہیں عرض کروں کہ اطاعت مطلقہ کے محل کیا کیا ہیں سو سنئے کہ سب سے اول محل تو عقائد ہیں یعنی جس طرح شریعت نے عقائد سکھلائے ہیں اسی کے موافق اعتقاد رکھیں۔ دوسرا محل اعمال دیانات ہیں۔ نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ انہیں بھی شریعت کے موافق پابندی سے صحیح طور پر ادا کریں۔ تیسرا محل معاملات میں بیع وشراء وغیرہ کہ ان کو بھی احکام شرع کے مطابق کریں اور یہ معلوم کریں کہ کونسی بیع فاسد ہے اور کونسی باطل، کونسا معاملہ صحیح ہے اور کونسا فاسد۔ کس معاملہ میں ربوا لازم آتا ہے اور کس میں قمار، یہ سب شریعت سے معلوم کر کے اسی کے موافق کیا کریں۔ چوتھا محل معاشرت ہے کہ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، ملنا جلنا اس کو معلوم کریں کہ اس کے شریعت میں کیا آداب ہیں۔ پانچواں محل اخلاق ہیں۔ اخلاق کے یہ معنی نہیں کہ نرمی سے بول گئے یا تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یا ادب سے سلام کر لیا۔ یہ تو آثار ہیں اخلاق کے۔ خود اخلاق نہیں۔ اخلاق یہ ہیں تواضع، صبر، شکر، زہد و قناعت، شوق و رضا وغیرہ یہ ہیں اخلاق یعنی اعمال باطنی ان کے مقابلہ میں ان کے اضداد ہیں۔ کبر، بے صبری، ناشکری، طمع و حرص، حسد، بغض، کینہ، یہ اخلاق ذمیمہ ہیں۔ تو اب سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ عبادت کیا ہے۔ عبادت ان تمام شعبوں کی تکمیل کا نام ہے۔ اب اس میں غلطی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض یہی نہیں جانتے ہیں کہ ان پانچ میں اصل کیا ہے۔ اسی لئے بعض لوگ تصحیح عقائد کی فکر نہیں کرتے گو کسی قدر اعمال کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور بعضے یہ تو جانتے ہیں کہ ان میں اصل عقیدہ ہے۔ یہی رأس العبادات اور اساس العبادات ہے کہ بغیر اس کے کچھ بھی صحیح نہیں مگر ان سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ جب اسے بڑا سمجھ لیا تو ان کے نفس نے یہ کہا کہ بڑے کے سامنے چھوٹے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ننانوے کے ہوتے ہوئے ایک کی کمی چنداں مضر نہیں۔ تو ان کی نظر سے اعمال کا اہتمام جاتا رہا۔ چنانچہ بہت لوگ جو عقائد حقہ

رکھنے والے ہیں اور ان کے اعمال بھی درست ہیں۔ وہ اگر کسی کے عقائد درست دیکھتے ہیں۔ گو اعمال درست نہ ہوں تو تسامح کرتے ہیں اور اس سے نفرت نہیں کرتے یعنی اتنی نفرت بھی نہیں کرتے جتنی شرعاً کرنی چاہیے بلکہ تعریف کے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ فلانے کے عقائد بہت اچھے ہیں گو وہ رشوت بھی لیتا ہو ظلم بھی کرتا ہو بے نمازی بھی ہو مگر عقائد صحیح ہونے کی وجہ سے اس کی کسی بات سے نفرت نہیں۔ مثلاً کوئی نماز نہ پڑھے تو اس سے انہیں نفرت نہیں حالانکہ ''من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر'' (جس نے قصداً نماز ترک کردی مثل کافر کے ہوگیا) میں ''فقد کفر'' نفرت ہی کی تو دلیل ہے کہ شریعت نے تارک الصلوٰۃ کو مثل کافر کے اسی لئے تو فرمایا تاکہ مصلین ترک صلوٰۃ نہ کریں۔ اور تارک صلوٰۃ نمازی بن جاوے۔ اور تارک صلوٰۃ کو بھی اپنی حالت سے نفرت ہو اور نماز شروع کردے مصلی اس سے نفرت ظاہر کرے تعلق قطع کرے اور خلا ملا نہ رکھے مگر ساتھ ہی اپنے کو مقدس اور اس کو حقیر نہ سمجھے یہاں تو قدم قدم پر لغزشیں اور رہزن موجود ہیں یا تو بے نمازی سے نفرت نہ کریں گے یا کریں گے تو اپنے کو مقدس سمجھیں گے جو کہ کبر ہے اور ترک نماز سے بھی قبیح ہے چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ بے نمازی کو سلام کرنا کیسا ہے اور سوال کیا تحقیر کے لہجہ میں، مجھے لب ولہجہ سے معلوم ہوگیا کہ منشاء اس سوال کا کبر ہے۔ (آثار العبادہ ص ۸ تا ض ۱)

❁ ❁ ❁

اقامت نماز[1] کے بیان میں

ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:۔

واقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفاً من اللیل ان الحسنات
یذھبن السیاٰت ذلک ذکریٰ للذٰکرین ☆

(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن
کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں' بے شک نیک
کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے ماننے
والوں کے لئے۔

(ف) دن کے دو پہروں سے مراد بعض کے نزدیک فجر اور عصر ہے اور بعض کے نزدیک دو پہروں سے مراد دو حصے اول کا اور آخر کا۔ اول کے حصہ میں صبح کی نماز اور آخر کے حصہ میں ظہر اور عصر اور رات کے حصوں سے مراد مغرب اور عشاء کا وقت۔ پس ایک قول پر اس آیت میں پانچوں نمازیں مراد ہیں۔

احادیث مبارکہ

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

ا: خَمسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ
ھُنَّ وَصَلّٰا ھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ وَاتَمَّ رُکُوْعَھُنَّ وَخُشُوْعَھُنَّ کَانَ
عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ ان یغفرلہ و من لم یفعل فلیس لہ علی اللّٰہ
عھد اِنْ شَآءَ غَفَرَلَہ' وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہ' (رواہ' احمد و ابوداؤد)

پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس شخص نے اچھی
طرح وضو کیا اور ان کو ان کے وقت پر پڑھا اور ان کے رکوع اور

---

[1] ماخوذ از خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ نمبر ۴

خشوع کو پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے واسطے یہ عہد ہے کہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے واسطے اللہ پر عہد نہیں ہے اگر چاہے بخشے اگر چاہے عذاب کرے۔

۲: والذی نفسی لقد هممت ان امر بحطب فیحطب ثمّ امر بالصّلوٰة فیوذن لها ثم امر رجلا فیوم الناس ثم اخالف الی رجال لا یشهدون الصلوٰة فاحترق علیهم بیوتهم (رواه البخاری)

قسم اس خدا کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ لکڑیوں کے واسطے حکم دوں پس وہ جمع کی جائیں پھر نماز کا حکم دوں پس اسکے لئے اذان کہی جائے پھر کسی شخص کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں پیچھے رہ جاؤں ایسے لوگوں کی طرف جو نماز میں حاضر نہ ہوں پس میں انکے گھروں کو جلا دوں۔

ف: مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ آپ کو بچوں کا خیال آ گیا۔

نماز تمام عبادات کی جامع ہے

نماز میں تمام عبادات موجود ہیں اسکی مثال اس مرکب نسخہ کی ہے جسمیں تمام اجزائے مفیدہ کو جمع کر دیا گیا ہو۔ ایسا خمیرہ یا معجون۔ ظاہر ہے کہ مفرد دوا سے زیادہ مفید ہوتا ہے اسی طرح جتنے اعمال مفرد تھے نماز میں ان سب کو جمع کر کے ایک مرکب بنا دیا گیا ہے۔

نماز میں روزہ کی حقیقت

روزہ نام ہے تین چیزیں کھانے پینے اور مقاربت کے ترک کرنے کا نماز میں یہ سب چیزیں پائی جاتی ہیں لہذا نماز میں روزہ کی شان ہوئی بلکہ نماز کے اندر روزہ کی شان علیٰ وجہ

الکمال ہوئی کیونکہ نماز میں چلنے پھرنے' ہنسنے بولنے کھانے پینے سب سے ممانعت ہے یہاں تک کہ رونا اگر دنیا کے لئے ہو اس کی بھی ممانعت ہے ہاں اگر رونا جنت و دوزخ کے ذکر سے ہو وہ محمود ہے۔ یہاں تک کہ نماز میں نگاہ کا بھی روزہ ہے حالانکہ روزہ میں ادھر ادھر دیکھنا جائز ہے۔

نماز شروع کرتے ہی حق سبحانہ وتعالیٰ سے خلوت میسر آجاتی ہے اور یہ خلوت وہ چیز ہے جس کی نسبت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
جز بہ خلوت گاہ حق آرام نیست

جب نماز شروع کر دی پھر بادشاہ بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ واقعی اگر نماز نہ ہوتی تو جن کے تعلق بڑھے ہوئے ہیں ان کے لئے خلوت کی کوئی صورت نہ تھی' اب خلوت کی ایسی آسان صورت کہ جب کسی سے جی گھبرائے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لو' کوئی نمازی کا کیا کرے گا غرض ان قیود کی بناء پر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں جس میں دعا موجود ہے نیز درود شریف کے بعد دعا کی جاتی ہے اس طرح نماز میں دعا کے فضائل بھی آگئے۔

درود شریف کے کتنے فضائل احادیث میں موجود ہیں اور نماز میں درود بھی پڑھا جاتا ہے غرض نماز میں درود شریف پڑھنے کی برکت اور فضیلت موجود ہے۔

نماز میں اولیاء اللہ کا ذکر بھی موجود ہے

بعض لوگ تذکرۃ الاولیاء کے دلدادہ ہوتے ہیں' نماز میں ان کا تذکرہ موجود ہے چنانچہ ہر رکعت میں پڑھتے ''الذین انعمت علیھم'' اس میں اولیاء بھی تو آگئے۔

نماز میں زکوٰۃ

زکوٰۃ کی روح ہے انفاق فی سبیل اللہ۔ ظاہر ہے کہ نماز ننگے تو پڑھو گے نہیں۔ کپڑا تو پہنو گے ہی اس طرح روح زکوٰۃ نماز میں موجود ہے چنانچہ تعمیر مسجد' اسکی دیکھ بھال' صفوں وغیرہ کا اہتمام' صفائی وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

نماز میں قربانی

قربانی کی حقیقت باطنی ہے اپنے کو فنا کر دینا اور اپنی خواہشات کو مٹا دینا اور وہ نماز میں ایسی ہیں کہ قیود کے اندر مقید ہو کر اپنی تمام خواہشات کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

نماز برائیوں سے روکتی ہے

ارشاد ہے ''ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر'' مطلب یہ ہے کہ نماز کی خاصیت یہ ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے آگے اسکی علت بتلاتے ہیں ''ولذکر اللہ اکبر'' اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور نماز کی روح ہی ذکر اللہ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ''واقم الصلوٰۃ لذکری'' کہ میری یاد کے لئے نماز پڑھا کیجئے۔

نماز تمام عبادت میں ممتاز ہے

نماز کی ہیئت بتلا رہی ہے کہ نماز تمام عبادات میں ممتاز ہے' اپنے ظاہر سے بھی کہ اسکی ہیئت خشوع خضوع کی ہے اور کسی عبادت کی نہیں اور اپنے باطن سے بھی کہ خلوت گاہ حق بنی۔ غرض نماز میں بڑا روزہ بھی پایا گیا۔

نماز میں اعتکاف کی شان

اعتکاف کی روح وحقیقت گناہوں سے رکنا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ معتکف تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے اور یہ نماز کے اندر موجود ہے۔ نماز میں کون گناہ کر سکتا ہے ''ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر'' بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ بعض نے اسکی یہ تفسیر کی ہے کہ نمازی جب تک نماز میں رہتا ہے اس وقت تک وہ اس کو گناہ سے روکتی ہے۔ یہ بھی ایک لطیف تفسیر ہے۔

نماز میں حج کی شان

حج کی حقیقت ہے تعلق بالبیت الحرام اور نماز میں حکم ہے۔ ''فول وجھک شطر المسجد الحرام'' یعنی نماز کے وقت بیت الحرام کی جانب قصد کر کے رخ کرو۔

بس تعلق بالبیت نماز کے اندر قلب میں بھی ہے اور ظاہر میں بھی۔ ظاہر میں تو یہ کہ نماز کی حالت میں اسی کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کو فرض کر دیا گیا ہے اور قلب میں یہ کہ استقبال کعبہ کی نیت کی جاتی ہے بس جو نماز پڑھے گا اس کو برکات حج بھی میسر ہوں گے۔

نماز میں تلاوت قرآن

تلاوت قرآن کے احادیث میں بہت سے فضائل موجود ہیں اور نماز میں قرأت فرض ہے بغیر قرأت نماز ہی نہیں ہوتی پس جو شخص نماز پڑھے گا اس کو تلاوت قرآن کے فضائل بھی حاصل ہوں گے۔

نماز میں اذکار دعا و درود

حدیث میں ہے کہ سبحان اللہ نصف میزان ہے اور نماز میں وہ موجود ہے چنانچہ رکوع میں "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں "سبحان ربی الاعلی" پڑھتے ہیں۔

احادیث میں دعا کے بہت فضائل وارد ہیں نماز تمام عبادات اس کے اندر موجود ہیں اسی طرح ذکر اللہ میں جتنے منافع، فضائل اور برکات ہیں۔

ہر عمل کی ایک ہیئت ہوتی ہے اور ایک روح اور ضروری دونوں ہی ہوتی ہیں۔

اس لئے دعا ہے کہ ہمیں تعدیل ارکان کے ساتھ خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین (وعظ الصلوٰۃ ص ۳۲، ۴۴، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۷، ۵۸ ملخصاً)

نماز کے متعلق کوتاہیاں[۱]

عبادات میں نماز فرض ہے اور ہر دن رات میں پانچ بار فرض ہے اس میں کوتاہی کرنا حق تعالیٰ کو دن بھر میں پانچ بار ناخوش کرنا ہے۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی کوتاہیاں

عدیم الفرصتی کا عذر[۲]

بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم کو دنیا کی ضرورت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض بہانہ سازی وسخن سازی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس روز یا جس وقت ان کو فرصت ہوتی ہے تب بھی ان کو نماز کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اسکا اصل سبب بے پرواہی اور لاابالی پن ہے اور اس کا علاج ترک نماز کی وعیدوں پر غور کرنا اور ہمت سے کام لینا ہے۔

حضور قلب کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکنے کا عذر

بعضے بے نمازی کہتے ہیں کہ نماز حضور قلب کے بغیر نہیں ہوتی اور حضور قلب ہم سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے نماز ہی چھوڑ دی۔

حالانکہ حضور قلب کے تین مراتب ہیں۔

نیت

ایک مرتبہ وہ ہے جس کو فقہاء نیت کہتے ہیں وہ موقوف علیہ ہے صحت صلوٰۃ کا۔ یعنی اس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی۔

---

[۱] ماخوذ: اصلاح انقلاب امت ج ا ص ۹۷ تا ص ۱۱۹ ملخصاً [۲] کیا کبھی کاروبار یا دنیا کی مصروفیت میں کھانا پینا اور بیت الخلاء وغیرہ جانا چھوڑ دیتے ہیں ہرگز نہیں یہ عذر صرف نماز کے لئے ہے۔ احقر قریشی غفرلہ۔

یہ اختیاری ہے کہ نماز کے وقت حضور قلب کے ساتھ تعداد رکعت' سنت یا فرض وغیرہ کا دل سے ارادہ کر کے اللہ اکبر کہے۔ پھر نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ غرض آغاز نماز میں اللہ اکبر حضور قلب سے کہنا کچھ مشکل نہیں۔

خشوع

اور دوسرا وہ مرتبہ جس کو خشوع کہتے ہیں وہ موقوف علیہ ہے کمال صلوٰۃ کا یعنی اس کے نہ ہونے سے نماز تو صحیح ہو جاتی ہے مگر کامل نہیں ہوتی۔

خشوع کی حقیقت سکون ہے قلب اور جوارح کا اور قلب کا سکون یہ ہے کہ اپنے ارادہ سے کسی بات کو نہ سوچے اور اگر کوئی خیال خود بخود آ جائے تو وہ منافی خشوع نہیں۔

اور جوارح کا سکون یہ ہے کہ ارادہ سے ہاتھ پاؤں عبث نہ ہلائے' اِدھر اُدھر گردن یا نظر سے التفات نہ کرے' سر اوپر کو نہ اٹھائے' بالوں کو کپڑوں کو بار بار نہ سنوارے۔ بلا ضرورت نہ کھجائے نہ کھنکارے لیکن اگر رعشہ سے کسی کی گردن ہلتی ہو تو وہ منافی خشوع کے نہیں کیونکہ اختیار سے خارج ہے۔

حصول خشوع کا طریقہ

افعال ارادیہ کی شان یہ ہے کہ ارادہ کرو تو آسان ورنہ مشکل مثلاً اگر منہ میں لقمہ لے کر بیٹھ جائے اور نگلنے کا ارادہ نہ کرے تو آسان۔ پس اگر ارادہ سے لقمہ نگلنا آسان ہے تو خشوع بھی اتنا ہی آسان ہے کہ نماز میں جو کچھ بھی نکلے محض یاد سے نہ پڑھے بلکہ ہر ہر لفظ پر مستقل ارادہ کر کے منہ سے نکالے کہ اب ''سبحانک اللّٰھم'' کہوں۔ اب وہ بحمدک کہہ رہا ہوں۔ اب 'تبارک اسمک'' منہ سے نکل رہا ہے۔ اس مراقبہ کو اول سے آخر تک بالالتزام کرے انشاءاللہ جب ہر لفظ پر خاص توجہ رہے گی۔ دوسرے خیالات بند ہو جائیں گے کیونکہ نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

قطع وساوس

خشوع کا تیسرا مرتبہ جس کو قطع وساوس سے تعبیر کرنا مناسب ہے یعنی اصلاً کسی قسم کا خطرہ نماز میں نہ آئے۔ یہ ایک قسم کا استغراق اور حال ہے اور اس پر نہ صحت صلوٰۃ کی موقوف ہے اور نہ کمال صلوٰۃ' البتہ فی نفسہ ایک محمود حالت ہے گو مقصود نہیں۔

یہ مرتبہ غیر اختیاری' غیر مقدور اور شرعاً غیر مامور بہ ہے کیونکہ ''لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا'' (البقرہ) اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر جس قدر اسکی گنجائش ہے۔

عورتوں کی بے پرواہی

عموماً عورتوں میں یہ بے پرواہی دیکھی جاتی ہے کہ وہ اس کا خیال نہیں رکھتی کہ حیض کس وقت منقطع ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کسی نماز کے اتنے آخر وقت میں قطع ہوا ہے جس میں غسل ضروری ہے اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہے اور اس لئے وہ نماز ان پر فرض ہوگئی ہو لہذا ان کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے آخر وقت ضرور پاکی و ناپاکی کو دیکھ لیا کریں تا کہ ان کو معلوم ہوسکے کہ فلاں وقت کی نماز بھی ہمارے ذمہ فرض ہوگئی۔

پھر غضب یہ کہ حیض کے منقطع ہونے کے بعد بھی کئی کئی وقت غسل میں دیر کر کے ٹال دیتی ہیں اور ان اوقات کی نمازوں کی قضا بھی نہیں پڑھتی۔ اس طرح عمر بھر میں نمازوں کی ایک بڑی مقدار ان کے ذمہ رہتی ہے۔ قیامت میں جب ان کی غلطی ظاہر ہوگی اس وقت ان کا کیا حال ہوگا۔

اس بے پرواہی کا علاج نفس پر جبر کرنا اور جو غلطی احکام نہ جاننے سے ہے اس کے لئے اپنے گھر کے مردوں سے یا ان کے ذریعہ علماء سے مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا ہے اور اگر مرد غفلت کریں تو خود علماء کے گھر جا کر ان کے محارم یا بیبیوں کے ذریعہ دریافت کریں ورنہ گناہگار ہونگی۔

عورتوں کو چونکہ ایام معمول حیض میں نماز پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوتا اسکا اثر پاک ہونے

کے بعد بھی کئی کئی دن رہتا ہے اس سستی کا علاج یہی ہے کہ دل میں حق سبحانہ تعالیٰ کا خوف پیدا کیا جائے۔ دیگر حالت حیض میں مستحسن ہے کہ نمازوں کے اوقات میں وضو کر کے مصلی پر بیٹھ کر تھوڑی دیر تسبیح وتہلیل کر لیا کریں۔

تنگ وقت میں ادائیگی نماز

بعض نمازی بلا عذر محض بیکار گپوں میں مشغول رہ کر وقت کو آخیر کر دیتے ہیں اور بالکل تنگ وقت میں ادا کرتے ہیں البتہ بعض ملازمت وغیرہ کی مجبوری کی بناء پر۔ اور بعض مشائخ تضلیل شیطانی کے سبب مثلاً اپنے شیخ کی تعلیم سے کوئی معمول یا ورد کو پورا کرنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ جماعت نکل گئی یا نماز کا وقت تنگ ہو گیا اور بعضے متشددین فخراً کہتے ہیں کہ میری نماز تو قضا ہو جاتی ہے مگر پیر کا بتلایا ہوا وظیفہ ناغہ نہیں ہوتا۔ اس کا علاج حصول علم دین ہے تاکہ حدود احکام کی معلوم ہو سکے۔

اور بعض افراط فی الشفقت کی بناء پر تاکہ لوگ جماعت سے نہ رہ جائیں خوب انتظار کرتے ہیں اس کا نام تسویل نفسانی ہے کہ بظاہر یہ خیال محمود ہے اور وقت کی تنگی (جو غیر مشروع ہے) کی بناء پر نفسانی بن گیا بالخصوص نماز جمعہ میں اس قدر تاخیر کر دینا کہ وقت نکل گیا تو نماز جمعہ سب کے ذمہ واجب رہی۔

بعض علماء مرض تاخیر صلوٰۃ میں مبتلا ہیں اور اسکا اکثر موقع یہ ہوتا ہے کہ مدرس کو کوئی کتاب ختم کرنا ہے یا سبق کو کسی خاص مقام پر پہنچانا یا ممتحن کو کسی جماعت کو امتحان سے فارغ کرنا ہے یا مصنف کو کسی مضمون کو پورا کرنا ہے۔

بہر حال وقت کا اس قدر مؤخر کرنا نماز کا بالکل تباہ کرنا ہے چنانچہ احادیث میں اس پر سخت زجر آیا ہے اور ایسی نماز کو منافقوں کی نماز فرمایا گیا ہے۔

اس کے بالمقابل ایک کوتاہی کہ نماز میں اس قدر تعجیل کرنا کہ وقت آنا بھی یقینی نہ ہو مثلاً بعض لوگ نماز فجر صبح صادق سے پہلے شروع کرتے دیکھے سنے گئے۔ بعض اہل افراط نماز جمعہ

کے لئے دن بھی نہیں ڈھلنے دیتے۔ بعض مریض مغرب کی تھوڑی دیر بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر رمضان میں تراویح سے جلد فارغ ہونے کے لئے نماز عشاء قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں یا کم از کم عشاء کی اذان قبل از وقت دیدی جاتی ہے اسی طرح عصر کی نماز مثلین سے قبل پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔

غرض افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں اگر اجلاس کا وقت معین ہو تو قبل از وقت آ کر اظہار کر دینا یا وقت ختم ہونے کے بعد پہنچنا دونوں بے کار ہیں۔

غرض شریعت نے نماز کے اوقات کا جو تعین کیا ہے اسکی عظمت و وقعت دل میں متحضر کر کے اپنی سب مصلحتیں قربان کر دینی چاہیئے۔

حجاج کی نماز میں کاہلی و سستی

ان لوگوں کی حالت قابل حسرت ہے جو سفر حج میں بیہودہ وساوس یا کاہلی سے نماز نہیں پڑھتے۔ ایک عبادت کرنے چلے اور روزانہ پانچ فرض برباد کر دیئے۔ اگر کوئی شخص نفل حج میں ادائیگی نماز کا اہتمام کسی سبب سے نہ کر سکے تو اس کے لئے سفر کرنا ہی جائز نہیں۔ اپنے گھر میں رہ کر کام میں لگے۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق در ینجاست بیائید بیائید

نماز میں تعدیل ارکان میں کوتاہی

ایک کوتاہی یہ کہ بعض لوگ تعدیل ارکان اور نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے، نہ قومہ، نہ جلسہ، رکوع ہیئت مسنونہ پر نہیں اور قیام میں قرأت مسنونہ سے بھی کم اور اس میں بھی تصحیح سے پڑھنے کا اہتمام نہیں۔ غرض نماز کیا پڑھتے ہیں بلکہ اسے ٹالتے ہیں۔ حدیث میں ایسے شخص کو نماز کی چوری کرنے والا فرمایا گیا اور ایک حدیث میں ایک ایسے شخص کو نماز کے

اعادہ کا حکم اس ارشاد کے بعد دیا کہ جا پھر نماز پڑھ' تو نے نماز نہیں پڑھی یعنی تیری نماز نہیں ہوئی۔

رکوع اور سجود کی درستی کے لئے تو خالی ارادہ کافی ہے البتہ قیام بقدر مسنون کے لئے پارہ عم کا حفظ کر لینا کافی ہے اور اسے کسی صحیح پڑھنے والے ماہر قاری سے درست کرالیا جائے پھر اپنی اور گھر والوں کی نماز اور قرآن جس قدر نماز میں پڑھا جاتا ہے اہتمام کر کے درست کرائیں۔

نمازی امراء کی کوتاہیاں

ایک کوتاہی جو نمازی امراء میں بالخصوص کثرت سے ہے جماعت کا ترک کرنا ہے۔ اس کے ترک پر نصوص میں جو وعیدیں آئی ہیں ان پر نظر کر کے اکثر علماء اور بعض محققین فقہاء نے اس کو واجب کہا ہے اور ترک واجب گناہ اور سزا میں فرض کے برابر ہے۔

ترکِ جماعت کے اکثر دو سبب ہیں ایک سستی کہ اتنی دور کون جائے دوسرے تکبر کہ ذلیل لوگوں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا یا غریب آدمی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا پڑے گی یا مسجد میں لوگوں کی شان و عادت کے موافق سامان آسائش مفقود ہے۔

سستی کے متعلق تو اتنا عرض ہے کہ اگر اسی وقت دنیا کا کام جس میں مال و جاہ کا نفع ہو نکل آئے تو یہ حضرات اس طرح دوڑیں کہ ذرا بھی سستی اور گرانی نہ ہو۔ کیا آخرت کی ضرورت اس درجہ پر بھی نہیں۔

بعض امراء موسم گرما میں دھوپ کے سبب مسجد نہیں جاتے لیکن شادی وغیرہ کے موقع پر برادری کے کسی فرد کو راضی کرنا ہو تو پھر سخت دھوپ میں نکل کر اس کے گھر جا کر راضی کر کے لاتے ہیں۔

تکبر کے بارے میں یہ سوچیں کہ شاید یہ مساکین اللہ کے نزدیک آپ سے زیادہ مقبول اور ذی جاہ ہوں۔ دوسرے تم مساکین کی تعظیم کے لئے تو جمع نہیں ہوتے تم ایسے عظیم الشان کی تعظیم کے لئے جمع ہوتے ہو جس کی تعظیم سے تمہاری شان بڑھتی ہے۔

رہا مساجد میں آسائش کے سامان نہ ہونے کا عذر تو سوچو کیا مسجد پچ غربا کا گھر ہے۔
درحقیقت حق تعالیٰ نے امراء وغرباء سب کو اپنا غلام بنایا ہے پھر تمہارے ذمہ یہ خدمت سپرد کی ہے کہ اس دربار میں آسائش وضروریات کا سامان جمع کرلو اور اس کے انتظام کے لئے سب کو رقم دی ہے۔ پس امراء مسجد میں خود سامان آسائش وضرورت مہیا کریں۔
باقی امراء اگر اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں تو ان کا عذر باقی نہ رہے کہ ہمیں غریب امام کی اقتداء کرنا پڑتی ہے۔

نااہل کو امام مقرر کرنا

اکثر مقامات پر محلہ بھر میں جو شخص سب سے نکما ہوتا ہے اس کو ارزاں سمجھ کر امامت کے لئے تجویز کرتے ہیں اور بعض اکثر مقامات وقصبات میں جمعہ وعیدین کی امامت موروثی ہے جس سے لوگوں کی نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے۔ غرض جہاں ایسے امام کو معزول کرنے کی قدرت نہ ہو یا خلاف مصلحت ہو تو سب مل کر کسی دوسری جگہ جماعت کا انتظام کرلیں اور کسی اہل کو امام تجویز کرلیں البتہ جہاں امام سے ضرر رسائی کا اندیشہ ہو تو پھر یہ بے چارے معذور ہوں گے۔

جماعت سے نماز نہ پڑھنا

بعض لوگ دینداروں میں شمار ہوتے ہیں اور امام میں شرعی عیب نکال کر جماعت ترک کرتے ہیں کبھی تو اسکا اصلی سبب دنیوی رنج ہوتا ہے مگر بہانہ کے لئے کوئی شرعی عیب ڈھونڈتے ہیں اور مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر امام کی بیوی پردہ نہ کرتی ہو تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
اور کبھی سبب تدین ہوتا ہے مگر احکام نہ جاننے سے غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثلاً دل سے بدعت سے نفرت ہے اس لئے امام سے بغض للدین ہے اور کوئی رنج دنیوی نہیں مگر ان کو

اس مسئلہ کی خبر نہیں کہ ہر حالت میں جماعت کی نماز افضل ہے اگرچہ امام مبتدع ہو بشرطیکہ اسکی بدعت حد کفر تک نہ پہنچ گئی ہو۔

ان تارکان جماعت میں بعض مشائخ دیکھے جاتے ہیں جن کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ جماعت میں اختلاط خلق ہوتا ہے اور اختلاط خلق ذاکر و سالک کو مضر ہے اور بعض کا خیال ہے کہ تنہا نماز پڑھنے میں وساوس و خطرات کم آتے ہیں اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے عدم حضور والی نماز سے اور جماعت میں یہ حضور میسر نہیں۔ اس دھوکہ کا اصل منشاء مواجید و کیفیات ذوقیہ کو مقصود بالذات سمجھنا ہے حالانکہ مقصود بالذات رضائے حق ہے جس کا ذریعہ بجا آوری احکام میں ہے کہ منجملہ ان کے جماعت کی نماز ہے اگرچہ اس میں ذوقیات و وجدانیات کی قلت ہو۔

چند متفرق کوتاہیاں

(۱) بعضے آدمی کپڑے یا تکیہ پر اگرچہ غبار نہ ہو تیمم کر لیتے ہیں اس طرح نماز ہی نہ ہوگی۔

(۲) بعض کو دیکھا ہے اگر وضو اور غسل میں کہیں پاؤں وغیرہ خشک رہ جاتا ہے تو صرف تر ہاتھ پھیر لیتے ہیں جو مسح ہے پانی ڈال کر نہیں دھوتے۔

(۳) بعض آدمی قطرہ کے خوف سے فوراً پانی سے استنجاء کر لیتے ہیں اور پھر قطرہ آ گیا اور اگر خبر بھی ہوگئی وضو بھی دہرا لیا مگر پاجامہ پاک نہیں کرتے اسی طرح کئی بار میں مقدار عفو سے بڑھ جاتا ہے اور اسی کپڑے سے نماز پڑھ لیتے ہیں اور اگر علم نہ ہو تو بے وضو نماز پڑھی جائے گی اور اگر شبہ ہو کہ بے خبری میں معذور ہے تو جواب یہ ہے کہ معذور اس وقت ہے کہ جب نقض وضو کا احتمال غالب نہ ہو ورنہ اس احتمال کا انسداد واجب ہوگا۔ اور جب قوئی کے ضعف کا مشاہدہ ہو تو قطرہ کا قطع کرنا ضروری ہوگا اور تجربہ سے کلوخ سے بہتر اس کے لئے کوئی چیز نہیں۔

(۴) بعض لوگ ناواقفی سے بالاضطرار جمائی لیتے ہیں یا بلا عذر کھنکارتے ہیں کہ حروف ظاہر ہوکر نماز جاتی رہتی ہے۔

(۵) بہت لوگ ایسے لباس غیر مشروع سے نماز پڑھتے ہیں کہ انکی نماز قبول نہیں ہوتی۔

(۶) بعض لوگ ہجوم میں امام سے پہلے نیت باندھ لیتے ہیں کہ وہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

(۷) بعض لوگ امام کے ساتھ رکوع میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ اللہ اکبر کہتے ہی رکوع میں پہنچ جاتے ہیں اور اول قیام نہیں کرتے انکی نماز بھی نہیں ہوتی۔

(۸) بعضے لوگ قعدہ اخیرہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں مگر انکی تکبیر تحریمہ ختم کرنے سے پہلے امام سلام پھیر دیتا ہے تو وہ اقتداء صحیح نہیں ہوتی اور نیت اقتداء موضع انفراد میں مفسد صلوٰۃ ہے انکی نماز بھی نہیں ہوتی۔ از سر نو نماز شروع کرنا چاہیئے۔

(۹) بعض اوقات امام سہواً بعد قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہو جاتا ہے تو مسبوق بھی اقتداء کی حیثیت کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے حالانکہ اس وقت مسبوق کو اقتداء جائز نہیں تو اسکی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

(۱۰) اگر امام مسافر بعد دو رکعت کے سہواً کھڑا ہو جائے مقتدی مقیم کو اس کے ساتھ مقتدی رہنا بھی مفسد صلوٰۃ ہے۔

جملہ کوتاہیوں کا مختصر علاج

ان سب کا علاج علم دین ہے جو پڑھنے سے یا علماء کے پاس آنے جانے سے اور پوچھتے رہنے سے نہایت آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی۔ آمین

نماز کے بارے میں چند جامع نصیحتیں

۱۔ وضو اچھی طرح کرو گو کسی وقت نفس کو ناگوار ہو۔

۲۔ ہر وقت وضو سے رہنے کی کوشش کرو۔

۳۔ تازہ وضو بہتر ہے اگرچہ پہلے سے وضو ہو۔

۴۔ مذی سے غسل واجب نہیں، پیشاب گاہ دھو کر وضو کرنا چاہیئے۔

۵۔ وہم و شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک یقیناً کوئی امر وضو توڑنے والا واقع نہ ہو۔

۶۔ اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا نماز کی ہیئت پر سو رہنے سے۔

۷۔ پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت مت کرو، داہنے ہاتھ سے استنجاء مت کرو، تین کلوخ سے بلاضرورت کم مت لو، پلیدی اور ہڈی اور کوئلہ سے استنجا مت کرو۔

۸۔ پیشاب سے احتیاط نہ کرنے سے عذابِ قبر ہوتا ہے۔

۹۔ سڑک پر یا سایہ میں پاخانہ مت کرو۔

۱۰۔ پاخانہ میں جاتے وقت انگوٹھی جس میں اللہ رسول کا نام لکھا ہو باہر اتار دو۔

۱۱۔ میدان میں ایسی جگہ پاخانہ کو بیٹھو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اور دامن اس وقت اٹھاؤ جب زمین سے قریب ہو جاؤ۔

۱۲۔ پیشاب ایسی جگہ کرو جہاں سے چھینٹ نہ اڑے اور کسی سوراخ میں پیشاب مت کرو شاید اس میں سے کوئی موذی چیز نکل کر تم کو ایذا پہنچاوے۔

۱۳۔ پاخانہ پھرتے وقت پشت پر کوئی آڑ ہونا چاہیئے اگر اور کچھ نہ ہو تو ریت کا ڈھیر ہی لگا لے۔

۱۴۔ غسلخانہ میں پیشاب مت کرو اور پاخانہ تو اور بھی بیہودہ بات ہے۔

۱۵۔ پاخانہ پھرتے وقت باتیں مت کرو۔

۱۶۔ جب پاخانہ میں جانے لگو یہ پڑھو "بسم اللّٰہ اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"۔ جب نکل آؤ یہ پڑھو غفرانک۔ الحمدللّٰہ الذی اذھب عنی الاذی و عافانی

۱۷۔ کلوخ کے بعد پانی سے بھی استنجا کرو۔

۱۸۔ پیشاب کھڑے ہوکر مت کرو۔

۱۹۔ حتی الامکان ہر نماز کے وقت مسواک کرو۔

۲۰۔ جب سو کر اٹھو جب تک ہاتھ اچھی طرح نہ دھولو' پانی کے اندر نہ ڈالو۔

۲۱۔ وضو میں ایڑی پر پانی پہنچانے کے لئے زیادہ اہتمام کرو۔

۲۲۔ وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو اور ڈاڑھی میں بھی خلال کرو۔

۲۳۔ وضو میں اس طرح کے وہم مت کرو کہ خدا جانے پانی ناپاک تو نہیں' فلاں عضو پر پانی پہنچا یا نہیں۔ تین دفعہ دھو چکا ہوں یا نہیں۔

۲۴۔ وضو میں پانی مت ضائع کرو۔

۲۵۔ اگر انگوٹھی پہنے ہو اس کو ہلا لیا کرو۔

۲۶۔ غسل اس طرح کرو' پہلے دونوں ہاتھ پاک کرلو پھر جو نجاست بدن پر لگی ہو اس کو دور کرو پھر وضو کرو' پھر تین بار سر دھوؤ پھر تمام بدن پر پانی ڈالو۔

۲۷۔ غسل کے بعد پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۸۔ حالتِ جنابت میں اگر سونا یا کھانا کھانا چاہے یا بی بی کے پاس دوبارہ جانا چاہے بہتر ہے کہ استنجا اور وضو کرلے لیکن اگر وضو نہ کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔

۲۹۔ جو پانی نہ بہتا ہو گو کتنا ہی زیادہ ہو بلا ضرورت اس میں پیشاب نہ کرو۔

۳۰۔ جو پانی دھوپ سے گرم ہوگیا ہو اس کے استعمال سے اندیشہ برص کی بیماری کا ہے۔

۳۱۔ جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے اور مُردے کو نہلا کر غسل کرلینا بہتر ہے۔

باب الصلوٰۃ

۳۲۔ نماز اچھے وقت پڑھو، رکوع سجدہ اچھی طرح کرو، خشوع وخضوع جس قدر ہو سکے بجالاؤ۔

۳۳۔ جب بچہ سات برس کا ہو جاوے اس کو نماز کی تاکید کرو اور جب دس برس کا ہو جائے تو مار کر پڑھاؤ۔

۳۴۔ نماز خوب پابندی سے پڑھو۔

۳۵۔ عشاء سے پہلے سوؤ مت اور عشاء کے بعد باتیں مت کرو۔ جلدی سے سور ہو تاکہ تہجد یا صبح کی نماز خراب نہ ہو۔

۳۶۔ عصر کا وقت بہت نازک ہوتا ہے اس کو تنگ مت کرو، سویرے نماز پڑھ لیا کرو۔

۳۷۔ اگر اتفاق سے سو گیا یا بھول گیا اور نماز قضاء ہو گئی تو جس وقت آنکھ کھلے یا یاد آوے فوراً قضا پڑھ لے اس کو دوسرے وقت پر نہ ٹالے البتہ اگر مکروہ وقت ہو تو اس کو گزر جانے دے۔

۳۸۔ اذان کے بعد لوگوں کو مت بلاؤ، اذان بلانے ہی کے واسطے ہے، البتہ سوتے ہوئے کو جگا دینا مضائقہ نہیں۔

۳۹۔ بہتر یہ ہے کہ جو شخص اذان کہے اسی کو تکبیر کہنے دیں۔ اس کو ناراض کر کے دوسرا شخص تکبیر نہ کہنے لگے۔

۴۰۔ سات برس تک اذان کہنے پر رہائی دوزخ کا وعدہ آیا ہے۔

۴۱۔ نماز کے لئے دوڑ کر مت چلو، سانس پھولنے سے سکون قلب نہ رہے گا۔

۴۲۔ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔

۴۳۔ جتنی دور سے مسجد میں نماز پڑھنے آؤ گے اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔

۴۴۔ جب مسجد میں جانے لگو داہنا پاؤں پہلے اندر ڈالو اور یہ پڑھو۔ ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' اور جب نکلنے لگو بایاں پاؤں پہلے نکالو اور یہ پڑھو ''اللھم انی

اسئلک من فضلک"۔

۴۵۔ مسجد میں جا کر بہتر ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

۴۶۔ مسجد میں شور و غل مت کرو کوئی بدبودار چیز مثل حقہ' تمباکو' لہسن' پیاز خام' مولی کھا پی کر مت جاؤ' وہاں تھوکنے کی احتیاط رکھو' وہاں ریح مت نکالو' فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی چیز وہاں بیچو نہیں خریدو نہیں' اس میں خرافات اشعار مت پڑھو' کسی کو مار پیٹ کی سزا مت دو' شاید پیشاب وغیرہ خطا ہو جائے' دنیا کی باتیں مت کرو۔

۴۷۔ ایسے کپڑے سے یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا نہیں کہ اس کے نقش و نگار سے دل بارہ باٹ ہو جاوے۔

۴۸۔ نماز کے روبرو کوئی آڑ ہونا ضروری ہے۔ اگر کچھ نہ ہو ایک لکڑی یا کوئی اونچی چیز رکھ لے اور اس چیز کو داہنے یا بائیں اَبرو کے مقابل رکھے تاکہ مشابہت بت پرستوں کے ساتھ نہ ہو جاوے۔

۴۹۔ اگر امام بنو بہت ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ مقتدی ہر قسم کے ہیں' کسی کو تکلیف نہ ہو جس کی وجہ سے جماعت سے نفرت ہو جائے۔

۵۰۔ نماز میں رکوع و سجدہ اور تمام ارکان اطمینان سے ادا کرو۔

۵۱۔ نماز میں دامن سمیٹنا یا بال سنوارنا بری بات ہے۔

۵۲۔ نماز میں ہاتھ کے سہارے سے مت اٹھو۔

۵۳۔ فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنن و نوافل پڑھے۔

۵۴۔ نماز میں ادھر اُدھر مت دیکھو اوپر نگاہ مت اٹھاؤ' حتی الوسع جمائی کو روکو' بار بار کنکریاں' مٹی برابر مت کرو' پھونک مت مارو' نماز کے واسطے جاتے ہوئے بھی کوئی حرکت خلاف نماز مت کرو۔ نگاہ سجدہ کی جگہ رکھو۔

۵۵۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو' جماعت چھوڑنے پر بڑی وعید آئی ہے۔ البتہ کوئی قوی عذر ہو تو جماعت معاف ہو جاتی ہے۔

۵۶۔ جب بھوک کا بہت غلبہ ہو یا پیشاب پائخانہ کا دباؤ ہو تو پہلے فراغت کرلو پھر نماز پڑھو۔

۵۷۔ اگر امام بنو تو دعاء میں سب مقتدیوں کو شریک کرلو یعنی سب کے لئے دعا کرو۔

۵۸۔ جب مسجد میں اذان ہو جاوے وہاں سے ہرگز مت جاؤ' البتہ اگر کسی مختصر ضرورت سے جاکر معاً پھر لوٹ آؤ' مضائقہ نہیں۔

۵۹۔ صف کو خوب سیدھی کرلو اور خوب مل کر کھڑے ہو اور پہلے اول صف پوری کرلو پھر دوسری اور پھر تیسری اور امام کے دونوں طرف برابر مقتدی ہونے چاہئیں۔

۶۰۔ اگر اکثر مقتدی کسی وجہ معقول امام سے ناخوش ہو اس کو امامت نہ کرنا چاہیئے۔

۶۱۔ امامت میں بہانہ مت کرو کہ ہر شخص دوسرے پر ٹالے اور اپنی جان بچاوے' یہ علامات قیامت سے ہے۔

۶۲۔ اگر امام بنو مقتدیوں سے اونچی جگہ مت کھڑے ہو۔

۶۳۔ امام سے پہلے رکوع' سجدہ یا اور کوئی فعل مت کرو۔

۶۴۔ اگر جماعت میں ایسے وقت آؤ کہ امام سجدہ یا قعدہ میں ہو تو اس کے کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو' فوراً شریک ہو جاؤ۔

۶۵۔ تہجد پڑھنے کی کوشش کرو اس کی بڑی فضیلت ہے۔

۶۶۔ نوافل و وظائف کی اتنی کثرت مت کرو جس کا نباہ نہ ہو سکے۔

۶۷۔ جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ یا نیند زور کی آنے لگے تو ذرا آرام لے لو پھر نماز میں مشغول ہو۔

۶۸۔ جب بستر پر سونے کے لئے لیٹو وضو کرلو اور اللہ اللہ کرتے سو جاؤ۔

۶۹۔ گھر میں بھی کچھ نفلیں پڑھنے کا معمول رکھو۔

۷۰۔ جمعہ کے روز درود شریف کی کثرت کرو۔

۷۱۔ جمعہ میں نہا دھو کر کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر سویرے جاؤ اور لوگوں کی گردن پر سے مت پھاندو۔ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ مت بیٹھو' زبردستی دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر

مت بیٹھو' خطبے میں باتیں مت کرو ایسی طرح مت بیٹھو کہ نیند آوے اگر نیند غالب ہو جگہ بدل ڈالو۔

۷۲۔ جب سورج یا چاند کو گرہن لگے اس وقت نماز پڑھو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو' خیرات کرو' استغفار کرو' اگر غلام پاس ہو اس کو آزاد کردو۔

۷۳۔ عید گاہ میں ایک راستے سے جاؤ دوسرے سے آؤ۔

۷۴۔ جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو مستحب ہے کہ بقرعید کا چاند دیکھ کر خط و ناخن نہ بنوائے جب تک قربانی نہ کرلے۔

۷۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کرو تو اچھا ہے اس سے محبت بڑھتی ہے۔

۷۶۔ تازہ بارش میں برکت ہوتی ہے اسکو اپنے بدن پر لینا بہتر ہے۔

۷۷۔ استقاء کے لئے اگر نکلیں' میلے کچیلے کپڑے ہوں عاجزی زاری کرتے ہوئے جاویں۔

کتاب الجنائز

۷۸۔ جب آدمی مرنے لگے اسکے پاس بیٹھ کر بہ آواز بلند کلمۂ توحید پڑھتے رہو۔

۷۹۔ کفن نہ بالکل کم قیمت نہ بہت بیش قیمت متوسط درجے کا دو۔

۸۰۔ اگر پرانی مصیبت صدمہ یاد آجاوے تو "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" پڑھو جیسا ثواب پہلے ملا تھا ویسا ہی پھر ملے گا۔

۸۱۔ رنج کی کیسی ہی خفیف بات ہو اس پر انا اللہ پڑھو تو ثواب ملے گا۔

۸۲۔ گاہ بگاہ مقابر میں جایا کرو اس سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہے۔ اور آخرت یاد آتی ہے۔ خصوصاً والدین کی قبر پر جمعے کو جانا بہتر ہے۔ (ماخوذ تعلیم الدین ص ۳۵ تا ص ۴۴)

زکوٰۃ[۱] کے فضائل واحکام

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الرّٰکعین ☆ (البقرہ آیت ۴۳)

تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و الحج و صوم رمضان (متفق علیہ)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام من اتاہ اللّٰہ مالا و لم یود زکوٰتہ مثل لہ مالہ یوم القیامۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیامۃ ثم یاخذ بلھز متیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک' ثم تلا و لا یحسبن الذین یبخلون ۔ الایۃ (رواہ البخاری)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل بنایا جائے گا اور اس سانپ کی آنکھ پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ سانپ اسکے گلے میں ڈالا جائے گا پھر وہ سانپ اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ''ولا یحسبن الذین یبخلون'' اخیر آیت تک تلاوت فرمائی۔ (بخاری)

پوری آیت یہ ہے: ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللّٰہ من فضلہ ھو خیر لھم ؕ بل ھو شر لھم ؕ سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ .ط وللّٰہ میراث السموات والارض ؕ واللّٰہ بما تعملون خبیر ؕ (ال عمران آیت نمبر ۱۸۰)

---

[۱] ماخوذ خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۵

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کیلئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور آخیر میں آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لرجل تخرج الزکوٰۃ من مالک فانہا طھرۃ تطھرک وتصل اقرباءک وتعرف حق المسکین والجار والسائل۔ (رواہ البخاری)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک (ایسے) شخص کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا جس نے اپنے لیے حکم دریافت کیا تھا) تو اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالا کرے کیونکہ وہ پاکی ہے تجھ کو وہ پاک کردے گی اور عطیہ دیوے تو اپنے رشتہ داروں کو اور پہچانے تو مسکین اور پڑوسی اور سائل کے حق کو۔

زکوٰۃ سے متعلق کوتاہیاں [1]

(۱) زکوٰۃ مطلقاً ادا نہ کرنا

عبادات بدنیہ میں نماز سب سے اہم ہے اسی طرح عبادات مالیہ میں زکوٰۃ سب سے اہم ہے قرآن مجید میں تقریباً ہر مقام پر "اقیموا الصلوٰۃ" کے ساتھ "اتوا لزکوٰۃ" کے الفاظ آئے ہیں جن سے اسکی اہمیت ظاہر ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی اصلاح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاکید و فرضیت کے نصوص اور اسکے ترک پر جو وعیدیں آئی ہیں اسکو دیکھیں، سنیں اور غور کریں، اسمیں سے ہم نے کچھ خطبات الاحکام سے نقل کر دیے ہیں مزید تفصیل کیلئے حیوٰۃ المسلمین کا مطالعہ کریں۔

اس کے اصلی سبب بخل کا علاج کریں اس علاج کا حاصل مال کی محبت گھٹانا جسکی سب سے اچھی تدبیر موت کا بکثرت یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے۔

(۲) زکوٰۃ حساب کے مطابق ادا نہ کرنا

بعض لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مگر حساب سے ادا نہیں کرتے، جو جی چاہا دے دیا مثلاً ایک ہزار روپے [2] کے مال پر پچیس روپے زکوٰۃ تھی اس نے دس روپے دے دیئے بقیہ چھ سو روپے کی زکوٰۃ واجب الادا رہی۔ یہ بھی گویا نہ دینے میں داخل ہے۔

(۳) زکوٰۃ کے حساب میں غلطیاں

زکوٰۃ میں ایک کوتاہی یہ ہے کہ اپنے نزدیک حساب سے دیتے ہیں مگر واقع میں وہ حساب غلط ہوتا ہے مثلاً مال تجارت میں خرید یا لاگت کا حساب لگاتے ہیں مثلاً ایک، شخص نے

---

[1] اصلاح انقلاب امت ج اص ۱۴۴ تا ص ۱۵۳ ملخصاً [2] ۵۲½ تولے چاندی کی قیمت ایک ہزار سے زاید ہو تو ایک ہزار روپے پر زکوٰۃ واجب الادا نہ ہوگی (احقر قریشی غفرلہ) اس زمانہ میں چاندی سستی تھی اور ہزار روپے پر زکوٰۃ واجب الادا تھی۔

ایک ہزار روپے کی کتب تاجرانہ خریدیں یا چھپوائیں مگر وہ بازار میں دو ہزار کی ہیں تو زکوۃ دو ہزار کی دینا چاہیئے اگر دو ہزار روپے کی زکوۃ پچاس روپے دیتے وقت دل دکھے تو آسان یہ ہے کہ کتابوں کا چالیسواں حصہ دے مثلاً چالیس ہدایہ میں سے ایک ہدایہ یا ایسی کتاب دے جسکی ہدایہ کی قیمت کے برابر نکاسی ہوتی ہو۔

(۴) رمضان المبارک میں زکوۃ نکالنے میں کوتاہیاں

اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ رمضان المبارک میں زکوۃ نکالتے ہیں بوجہ اسکے کہ ایک ذخیرہ ثواب برابر ستر فرض کے ہے پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مالک نصاب کا سال رمضان سے تین چار ماہ قبل ختم ہوگیا تھا تو اس شخص نے رمضان شریف سے حساب رکھنے کے لئے تین چار ماہ کی زکوۃ دے دی اور پھر آئندہ کیلئے رمضان سے رمضان تک کا حساب رکھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رمضان سے تین چار ماہ بعد سال ختم ہوتا ہے اور یہ شخص رمضان میں زکوۃ ادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھتا ہے۔ حالانکہ تین چارہ ماہ بعد احتمال ہے کہ رقم نصاب رمضان سے زیادہ ہو تو زکوۃ واقع میں زیادہ کے حساب سے واجب ہوگی تو اس طور پر بقیہ زکوۃ اسکے ذمہ رہ جائے گی۔

اس لئے ضروری ہے کہ ختم سال پر کے نصاب کو ضرور دیکھا جائے یعنی رمضان میں جتنا دیا ہے اسکو یاد رکھیں پھر ختم سال پر جتنی مقدار زکوۃ کی ہے۔ اس ادا کی ہوئی زکوۃ کو اس سے ملائے اگر کچھ ادا کرنے سے رہ گیا ہو تو اسے پورا کرے اگر زیادہ دے دیا ہو تو اگلے سال میں لگالینا جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا سال مثلاً رجب میں ختم ہو جاتا ہے تو اسکی زکوۃ کا حساب رجب میں موجود رقم پر ہوگا اگر وہ دو ماہ بعد رمضان میں زکوۃ ادا کرے تو حساب غلط ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کے پاس رجب میں ایک ہزار روپے تھے اور رمضان میں آٹھ سو روپے رہ گئے اور اس نے بیس روپے زکوۃ ادا کی تو پانچ روپے زکوۃ اسکے ذمہ رہ گئی۔

زکوٰۃ سے دنیوی مقاصد کا حصول

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ سے دنیوی اغراض نکالنا چاہتے ہیں جو کہ خلوص کے خلاف ہے مثلاً اپنے نوکروں کو زکوٰۃ اس خیال سے دیتے ہیں کہ یہ ہم سے زیادہ دبیں گے اور کام خوب کریں گے اور بعض زبان سے بھی جتلانے لگتے ہیں کہ نمک حرام تجھ کو اتنی تنخواہ دیتے ہیں اور زکوٰۃ بھی مگر تو ایسا احسان فراموش ہے وغیرہ۔

زکوٰۃ نہ دینے کا نامعقول عذر

بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ دکان میں جب مختلف اقسام کا' مختلف قیمتوں کا مال موجود ہے اسکی زکوٰۃ کیسے نکال سکتے ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر تمہاری دکان میں خرید وفروخت کا حساب لکھا جاتا ہے تو کاغذات سے حساب تیار ہو سکتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو نظری تخمینہ کافی ہے جو تخمینہ قرار پائے احتیاط کیلئے کچھ بڑھا لو مثلاً آٹھ سو روپے تخمینہ ہے تو ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ دے دو' زکوٰۃ میں صرف پانچ روپے بڑھیں گے اسی طرح گوٹہ ٹھپہ کا' زیور کا جسمیں دوسری چیز مرکب ہے تخمینہ کافی ہے

حرام مال مخلوط ہو جانے کا عذر

مثلاً یہ عذر کے صاحب ہمارا مال حلال نہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ حرام مال جب اپنے مال میں مل گیا وہ ملک میں داخل ہو گیا گو ملک خبیث ہی ہو اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملک ہونا شرط ہے طیب ہونا شرط نہیں' طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے پس زکوٰۃ واجب ہو گی گو مقبول نہ ہو گی پھر دینے سے کیا فائدہ جواب یہ ہے کہ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا اس سے محفوظ رہے اور قبول نہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا ثواب سے محرومی ہوتی ہے۔

ردی چیز زکوٰۃ میں دینا

بعض لوگ زکوٰۃ میں ایسی چیز دیتے ہیں جو ردی اور ناکارہ ہو' تاجر کتب ایسی کتاب دیتا ہے جس کی نکاسی نہیں ہوتی' تاجر پارچہ پرانے تھان نکالتا ہے تاجر غلہ کرم خوردہ غلہ نکالتا ہے وعلیٰ ھذا۔ پس جس حساب میں اس نے یہ چیزیں نکالیں جو بازار میں نہ نکل سکیں تو زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوئی۔ بقدر کمی قیمت اسکے ذمہ رہ گئی اور اگر اتنی قیمت کی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی مگر بقدر کمی خلوص کے مقبولیت میں کمی رہی۔

دعوت کے ذریعہ زکوٰۃ کا حکم

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ کے روپے کا غلہ یا کھانا مساکین کو کھلا دیتے ہیں پس سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کھانا پکا کر انکے ہاتھ میں دے دیا جائے اور انکو اختیار ہو لے جانے کا یا بیٹھ کر کھا لینے کا اور اسکی انکو اطلاع بھی کر دی جائے اور وہ کھانا قیمت میں اس قدر ہو جتنی زکوٰۃ اسکے ذمہ تھی (مثلاً ایک شخص کو بیس روپے زکوٰۃ کے نکالنا ہیں اس نے جنس خرید کر پکوائی کچھ خرید میں صرف ہوا' کچھ باورچی کو مزدوری دی مگر کسی وجہ سے خواہ جنس سے خریدنے میں ٹھگا گیا یا مزدوری زیادہ دے دی یا کھانا بگڑ گیا اور کھانا سترہ روپے کا ہوا تو بقیہ تین روپے زکوٰۃ اسکے ذمہ واجب رہی) تب تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر لے جانے کا اختیار نہ ہو بلکہ بٹھلا کر کھلایا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (۱)

قرض میں زکوٰۃ دینے کا حکم

بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ ہمیں پانچ روپے زکوٰۃ میں دینا ہیں اور فلاں غریب آدمی کے ذمہ ہمارا پانچ روپے قرض ہے' اسکو زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیں۔ یاد رکھیں اس طرح

---

۱ یہی حکم کپڑوں کا ہے اگر زکوٰۃ کی رقم کا کپڑا خریدا اور سلوایا اور وہ کپڑا سلنے کے بعد وہ اتنی رقم کا ہے جتنی زکوٰۃ اسکے ذمہ واجب ہے اگر کسی وجہ سے اسکی قیمت گھٹ گئی یا کپڑا ناواقفی سے مہنگا خریدا یا سلوانے میں بگڑ گیا تو بقدر گھٹنے کے اور زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک کامل شرط ہے البتہ ایک تدبیر اور وہ جائز ہے کہ اول اس شخص کو پانچ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے اور جب وہ اس روپے پر مالک اور قابض ہو جائے اس سے اپنا قرضہ مانگے اور اگر وہ نہ دے تو جبراً چھین لینا بھی جائز ہے اسمیں کوئی حرج نہیں۔

زکوٰۃ صحیح مصرف پر ادا نہ کرنا

بعض آدمی زکوٰۃ نکال کر مصرف شرعی پر ادا نہیں کرتے۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ سر پر رہتی ہے۔ مثلاً اپنے پیروں کو دیتے ہیں گو وہ صاحب نصاب ہوں' ائمہ و موذنین کو تنخواہ میں دیتے ہیں بعض چندہ مدارس میں دیتے ہیں اور مہتمم کو اطلاع نہیں دیتے اور وہ اسے تعمیر یا فرش یا تنخواہ مدرسین یا خرید کتب میں صرف کرتا ہے بعض مردہ کے کفن پر خرچ کرتے ہیں اور بعض سادات اور بنی ہاشم کو دے دیتے ہیں' شامی نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ اگر ملنے کے وقت انکو اطلاع ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو لینا بھی حرام ہے اور اگر انکو قرائن سے معلوم ہو کہ دینے والے کو ہمارا غیر مصرف ہونا معلوم نہیں تو اطلاع کرنا واجب ہے اور اخفاء یا سکوت بالاتفاق حرام ہے اور اگر لے لیا تو صاحب نصاب کو مکرر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔

کفن میت میں زکوٰۃ اس طرح لگ سکتی ہے کہ اس میت کے کسی غریب قریبی عزیز کو دے دی جائے پھر وہ اپنے اختیار و رائے سے بغیر کسی کے مجبور کئے کفن لا کر اپنی طرف سے ڈال دے۔

امام و مؤذن اگر مسکین ہوں تو انکی تنخواہ کے علاوہ (بغیر مقرر کئے ہوئے) انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

اگر مہتمم مدرسہ پر قلب مطمئن ہو کہ غیر مصرف پر صرف نہ کرے گا تو اطلاع کر کے کہ یہ رقم بمد زکوٰۃ ہے اور وہ مہتمم مستحق طلباء کو دے دے کہ وہ اپنی خوراک و پوشاک میں خرچ کریں اگر مہتمم مسائل نہ جانتا ہو یا محتاط نہ ہو تو چونکہ ان صورتوں میں اطمینان نہیں اس لئے ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا ہی جائز نہیں۔

سابقہ سالوں کے زکوٰۃ کی ادائیگی

اگر پہلے کوئی زکوٰۃ دینے کا خوگر نہ ہو اور اب توفیق ہو تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے' البتہ اگر درمیان میں مال خود تلف ہو کر نصاب سے کم رہ گیا ہو تو اس وقت کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مال زکوٰۃ ضائع ہونے کا حکم

اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال نکال کر رکھا ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ دوبارہ دینا پڑے گی۔ مال زکوٰۃ جداگانہ نکال کر رکھنے سے صرف اتنا فائدہ ہے کہ ہر جزو کے دینے کے وقت نیت ضروری نہیں ہوتی۔

اگر کہیں ایسے ہی موقع پر زکوٰۃ سے امداد کرنے کی ضرورت ہو اس کی ایک اور تدبیر جو کہ بالکل قواعد کے مطابق ہے یہ ہے کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جاوے کہ تم دس روپیہ مثلاً کسی سے قرض لے کر فلاں سید کو دے دو' یا فلاں مسجد و مدرسہ میں دے دو ہم تمہاری اعانت ادائے قرض میں کریں گے جب وہ مسکین وہاں دے دے تم اس مسکین کو دس روپے زکوٰۃ میں دے دو پھر اسے اس کا قرض خواہ وصول کرلے گا' اس میں مسکین کو دینا بھی حقیقۃً ہوا۔ اور اس مسکین پر صدقہ دینے میں جبر بھی نہ ہوا۔ کیوں کہ وہ آزاد ہے خواہ قبول کرے یا نہ کرے' بخلاف حیلۂ تملیک گے کہ اگر وہ مسکین مؤافق تعلیم کے نہ دے تو کدورت بلکہ نزاع واقع ہو جاوے اور ہر چند کہ بعد مل جاے اس روپیہ کے قرض خواہ اس سے جبراً لے سکتا ہے مگر قرض تو حق واجب عبد کا ہے اور اسمیں جبر جائز ہے اور چونکہ وہ روپیہ حقیقۃً اس مسکین کا ہو گیا س لئے اسکو جبراً اپنے قرضہ میں لے لینا سہل ہے جیسے اس مسکین کے پاس خاص اس کا مکسوبہ ہوتا تو بھی اسکو جبراً لینا جائز تھا۔

زکوٰۃ وصدقات سے متعلق جامع نصائح

۱۔ زکوٰۃ پیشگی بھی دینا درست ہے۔

۲۔ پہننے کے زیور اور گوٹے ٹھپے میں بھی زکوٰۃ ہے۔

۳۔ زکوٰۃ حتی الامکان ایسے لوگوں کو دو جو مانگتے نہیں آبرو لئے گھر میں بیٹھے ہیں۔

۴۔ تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ جو توفیق ہووے دو۔

۵۔ یوں نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے کر تمام حقوق سے سبکدوش ہو گئے مال میں اور بھی حقوق ہیں جو وقوع ضرورت کے وقت ادا کرنے پڑتے ہیں۔

۶۔ عزیز واقارب کو صدقہ دینے سے دو ثواب ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحم۔

۷۔ اگر پڑوسی غریب ہوں تو شوربا بڑھا دیا کرو اور ان کو بھی پہنچایا کرو۔

۸۔ سائل کو کچھ دے دیا کرو خواہ کتنا ہی قلیل ہو۔

۹۔ بی بی شوہر کے مال سے محتاج کو اتنا ہی دے سکتی ہے جس میں اگر شوہر کو اطلاع ہو تو اسکو ناگوار نہ ہو۔

۱۰۔ جو چیز کسی کو خیرات دو اور وہ اس کو فروخت کرتا ہو تو بہتر ہے کہ تم اسکو اس سے مت خریدو شاید تمہاری رعایت کرے تو گویا یہ ایک طرح کا صدقے کو واپس کرنا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۴۵)

فضائل رمضان¹

ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے

شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس و بيّنٰت من الهدى و الفرقان (البقره : ۱۸۵)

ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن شریف بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے ہدایت اور واضح دلائل ہے منجملہ ان کتب کے جو ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والا

احادیث مبارکہ

واصغوا الى ماروى فيه سلمانؓ قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر يوم من شعبان فقايا يها الناس قد اظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله صيامه فريضة و قيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه ومن ادىٰ فريضة كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه . وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة و شهر يزاد فيه رزق المومن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شئى قلنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن او تمرة اور شربة من ماء و من اشبع صائما سقاه الله من حوضى شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة هو شهر اوله رحمة و اوسطه مغفرة و آخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من النار - (رواه البيهقى)

---

¹ ماخوذ از خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۴۴

شعبان کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو! تحقیق سایہ ذالاتم پر ایک بہت بڑے مہینے نے ایک برکت والے مہینے نے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزے فرض کئے اور رات کا قیام (یعنی سنت موکدہ) قرار دیا جس نے اس ماہ میں کوئی نیک خصلت (نفل وغیرہ) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ میں) فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا ہو وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز ہے کہ اسکا بدلہ جنت ہے اور غم خواری کا مہینہ ہے اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مؤمن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس میں روزہ دار کو افطار کرایا اسکو گناہوں سے بخشش اور (دوزخ کی) آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اسکو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اسکے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی گنجائش رکھتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے جو کہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ یا کھجور یا ایک پانی کے گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرا دے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے اسکو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا اور پھر اسکو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اسکا اول عشرہ رحمت ہے اور درمیان اسکا مغفرت ہے اور اخیر اسکا آگ سے آزادی ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا (یعنی اس سے کام لینے میں کمی کر دی) اسکو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔

فضائل روزہ[1]

یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ☆ (البقرہ آیت نمبر ۱۸۳)

اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیطین و مردۃ الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب و فتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب و ینادی مناد یا باغی الخیر اقبل ویاباغی الشر اقصر وللّٰہ عتقاء من النار وذلک کل لیلۃ(رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات قید کئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اوران میں سے کوئی دروازہ کھولانہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بندنہیں کیا جاتا۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی چاہنے والے رک جا۔ اوراللہ کے بہت بندے دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ (پکار) ہر رات ہوتی ہے۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف قال اللّٰہ تعالیٰ الاالصوم فانہ لی و انا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ و لخلوف فم الصائم اطیب عند اللّٰہ من المسک و الصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم (متفق علیہ)

---

[1] ماخوذ از خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۴۵

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے (اس طرح) کہ ایک نیکی دس گنا ہوتی ہے سات سو گنا تک۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ سوائے روزہ کہ وہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنی خواہش اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے اور روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اس کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے نہ بیہودہ چلائے، پس اگر اس کو کوئی برا کہے یا کوئی جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(۱) حضرت[1] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدمی کے سب عمل اس کے لیے ہیں مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے ہے۔ (بخاری)

(۲) ایک اور روایت میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا اپنا پینا، اپنی نفسانی خواہش (جو بی بی کے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے (بخاری) اور اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں آئی ہے۔

(۳) یعنی رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمایا کہ وہ کھانا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، اور پینا میرے لئے چھوڑ دیتا ہے، اور اپنی لذت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی بی بی کو میرے لیے چھوڑ دیتا ہے (یعنی اپنی خواہش اس سے پوری نہیں کرتا) (ابن خزیمہ)

---

(۱) از حیوۃ المسلمین، ص ۱۰۰-۱۰۳۔

ف۔ان حدیثوں سے اوپر والی بات ثابت ہوگئی، اور اسی لیے روزے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چیز فرمایا۔ جیسا ۳ میں گذرا، اور اسی خصوصیت مذکورہ کے سبب روزے کو اگلی حدیث میں بڑی تاکید سے سب عملوں میں بے نظیر فرمایا۔ چنانچہ:

(۴) حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے، فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں، میں نے (دوبارہ) عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کی مثل نہیں۔

(نسائی وابن خزیمہ)

ف۔یعنی خصوصیتوں میں بے مثل ہے، مثلاً خصوصیت مذکورہ میں اور روزے میں جو حق تعالیٰ کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے روزہ دار اگر اس کا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچے گا، کیونکہ گناہ محبت اور خوف کی کمی ہی سے ہوتا ہے اور جب گناہوں سے بچے گا تو دوزخ سے بھی بچے گا، اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے۔

(۵) پیغمبر ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے (بچانے کے لئے) (احمد و بیہقی) اور جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے، کیونکہ زیادہ تر یہ بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں، روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آویں گی۔ (اگلی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے)۔

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

ف۔یعنی جس طرح زکوۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسدہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتا ہے اور اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل صاف آیا ہے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ رکھ کرو، تندرست رہو گے (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں (نصیب) ہوتی ہیں، ایک جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر خوش ہوتا ہے، چنانچہ ظاہر ہے) اور جب اپنے پروردگار سے ملے گا (اس وقت) اپنے روزے پر خوش ہوگا۔ (بخاری)

☆☆☆

فضائل تراویح وقرآن[1]

یایھا المزمل ○ قم اللیل الا قلیلاً ○ نصفه اوانقص منه قلیلاً ○ او زد علیه ورتل القرآن ترتیلاً ○ (سورۃ المزمل: ۱ تا ۴)

اے کپڑوں میں رہنے والے (نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے یا کچھ زیادہ کر دیجئے اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله فرض صیام رمضان و سننت لکم قیامه فمن صامه وقامه ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔ (ترغیب عن النسائی)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اسکی راتوں میں قیام کو سنت کیا پس جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اسکی راتوں میں قیام کیا (تراویح کے واسطے) وہ گناہوں سے ایسا نکل جائے گا کہ جیسا اس دن تھا جس دن اسکو ماں نے جنا تھا۔

وقال علیه الصلوٰۃ والسلام من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه و من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔ (متفق علیه)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے، اسکے سب گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اسکے بھی سب گناہ بخش دیئے گئے۔

فضائل لیلۃ القدر واعتکاف

قال الله تعالیٰ لیلة القدر خیر من الف شهر (قدر)

لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے۔

---

[1] ماخوذ از خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۴۶

وقال اللّٰہ تعالیٰ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجد. (البقرہ آیت نمبر ۱۸۷)

اور نہ مباشرت کرو کہ جس زمانہ میں تم معتکف ہو۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کیا اسکے گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فیہ خیر من الف شھر من حرم خیرھا فقد حرم. (رواہ احمد والنسائی)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان میں ایک رات ہے ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اسکی خیر سے محروم رہا وہ بالکل محروم رہا۔

ف:۔ حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کو عشاء کی جماعت میں حاضر ہو گیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو۔ (عین جمع الفوائد عن مالک)

وقال علیہ الصلوٰۃ والسّلام اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرائیل فی کبکبۃ من الملئکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللّٰہ عزوجل. (رواہ البیھقی)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کیلئے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسّلام الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب منعتہ الطعام والشھوات بالنھار فشفعنی فیہ و یقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان۔ (رواہ البیھقی)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا کہ اے میرے رب میں نے اسکو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا اس کیلئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا کہ میں نے اسکو رات میں سونے سے روکا پس اسکے بارے میں میری شفاعت قبول فرما پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

وقال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مامن مصل الا و ملک عن یمینہ و ملک عن یسارہ فان اتمھا عرجا بھا و ان لم یتمھا ضربا بھا علی وجھہ (ترغیب عن الاصبحانی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نمازی نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کر دیتا ہے تو وہ دونوں اسکو لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور اگر اسکو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اسکے منہ پر مارتے ہیں۔

وسئل علیہ الصلوٰۃ والسلام عن قول اللہ ورتل القرآن ترتیلا قال بینہ تبینا ولا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذا الشعر ولا یکن ھم احدکم اخر السورۃ (الدر المنثور عن العسکری فی المواعظ عن علی رضی اللہ عنہ)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قول خداوندی ورتل القران ترتیلا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو خوب صاف صاف پڑھ اور کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی (بلا سوچے سمجھے) آخر سورت کا ارادہ نہ کرے۔

تحروا لیلة القدر فی العشر الاواخر من رمضان. (رواہ البخاری)

تم لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المعتکف ھو یعتکف الذنوب و یجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔ (رواہ ابن ماجہ)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کے لئے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو عیادت وغیرہ) جاری کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے۔

فضائل عیدین (۱)

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدة ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم ولعلکم تشکرون O (البقرہ نمبر ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے (۲) اور دشواری منظور نہیں اور تا کہ تم (روزوں کا) شمار پورا کرلیا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور تعریف کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت دی اور تا کہ تم اسکا شکر کرو۔

ف:۔ ''لتکملوا العدة'' میں تکمیل رمضان مراد ہے اور لتکبروا سے تکبیرات عید کہ ہر رکعت میں تین زاید تکبیریں کہی جاتی ہیں جو واجب ہیں اور عید گاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں تکبیریں کہنا سنت ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے اشرف التفاسیر ج ا ص ۲۲۴، ص ۲۲۹ وغیرہ)

قال علیہ الصلوٰة والسلام ورغم انف رجل دخل علیہ رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر لہ (رواہ الترمذی)

خاک آلود ہو اس شخص کی ناک کہ جس پر رمضان آیا پھر وہ ختم ہوا اس سے پیشتر کہ اس شخص کی مغفرت کی جائے۔

وقال علیہ الصلوٰة والسلام من قام لیلتی العیدین محتسبا لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب (ترغیب عن ابن ماجہ)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لئے اسکا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مریں گے۔

وقال علیہ الصلوٰة والسلام صاع من بر او قمح عن اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثی (رواہ ابوداؤد)

---

(۱) ماخوذ: خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۴۸ (۲) جیسا کہ بیماروں اور مسافروں کے ساتھ آسانی فرمائی گئی

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (صدقہ فطر) ایک صاع گیہوں کا دو شخصوں کی طرف سے چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔

و عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر و امربھا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوۃ۔(متفق علیہ)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا ایک صاع جو سے اور حکم دیا ہے کہ وہ ادا کیا جائے نماز عید سے پیشتر۔

روزے کے متعلق کوتاہیاں (۱)

۱۔ رویت ہلال

جہاں اسلامی ریاست نہیں ہے مراجعت علماء کی اشد ضرورت ہے اور ایک عالم بھی بغیر دوسرے علماء کے مشورے اور تحقیق کے اپنی رائے عوام کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

۲۔ بلا عذر روزہ نہ رکھنا

بعض لوگ بلا کسی وجہ قوی یا ضعیف کے روزہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایک شخص نے کبھی روزہ نہیں رکھا تھا چنانچہ اسے ہمت دلا کر بغرض امتحان ایک روزہ رکھنے کو کہا گیا اور وہ پورا ہو گیا پھر وہ روزے رکھنے لگا۔

یہ لوگ ذرا سوچیں کہ اگر طبیب کسی شخص کو کہہ دے کہ آج دن بھر نہ کچھ کھاؤ نہ پیو ورنہ فلاں مہلک مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے تو وہ فوراً اس پر عمل کریں گے افسوس حق سبحانہ وتعالیٰ نے رمضان المبارک میں دن میں کھانے پینے کے ترک کا حکم دیا اور کھانے پینے سے عذاب مہلک کی وعید ارشاد فرمائی تو کیا انکی نظر میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد قول طبیب کے بھی برابر نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بعض مہذب کہلانے والوں کا خیال ہے کہ روزہ جس غرض سے مشروع ہوا تھا کہ قوت بہیمیہ منکسر ہو جائے وہ غرض ہم کو بدولت علم وتہذیب کے حاصل ہے۔ اس کا جواب مشاہدہ کے خلاف ہے کہ قوت بہیمیہ کے آثار فخر وتعلی وظلم وقساوت جس قدر جدید تہذیب یافتہ طبقہ میں ہیں عوام میں اسکا عشر عشیر بھی نہیں پھر یہ بھی مسلّم نہیں کہ روزہ محض اسی غرض کے لئے مشروع ہوا تھا اور اس میں کوئی حکمت نہیں۔

---

(۱) ماخوذ اصلاح انقلاب امت ج ۱ ص ۱۱۲۰ تا ص ۱۱۴۲ ملخصا

اور بعض تہذیب سے گزر کر گستاخی اور تمسخر سے کہتے ہیں کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں اناج نہ ہو یا بھائی ہم سے بھوکا نہیں مرا جاتا یا ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ کو رمضان المبارک میں علانیہ کھانے پر کسی دیندار نے ٹوکا تو اس نے کہا رمضان کیا چیز ہے؟ دیندار کے جواب پر اس نے جنوری، فروری پڑھ کر سنا دیا کہ اس میں رمضان تو کہیں نہیں آیا۔ یہ دونوں فریق بوجہ انکار فرضیت روزہ کے زمرہ کفار میں داخل ہیں۔

دوسرے غیر مہذب جو رمضان میں علانیہ کھاتے پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب خدا کی چوری نہیں تو پھر بندہ کی کیا چوری۔ یہ محض دھوکہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ سے تو کسی معصیت کا اخفاء ہو ہی نہیں سکتا اور مخلوق سے معصیت کے اخفاء کا خود خدا نے حکم دیا ہے تو اس کے ترک سے اور بھی معصیت اشد ہو جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔

۳۔ روزہ چھوڑنے کا ادنیٰ بہانہ

بعض لوگ بلا عذر تو روزہ نہیں چھوڑتے مگر معمولی عذر سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں مثلاً ذرا پیاس لگی روزہ کھول لیا یا ایک ہی منزل کا سفر ہو روزہ نہیں رکھا وہ خود کو معذور سمجھ کر بے گناہ خیال کرتے ہیں حالانکہ شرعاً وہ معذور نہیں اس لئے گناہگار ہوں گے۔ اکثر روزہ دار جیٹھ بیساکھ کے مہینے میں کھیتی کاٹتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے ایک ریلوے ڈرائیور کو سخت گرمی کے زمانے میں دیکھا کہ ہر وقت انجن میں رہتا تھا اور روزے نہیں چھوڑتا تھا۔

تجربے سے معلوم ہوا کہ قدرے عادت اور زیادہ ہمت یعنی پختہ ارادہ دونوں کے جمع ہونے سے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور روزہ میں تو آسانی اور تائید خداوندی کا آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کے باوجود ہمت توڑ دینا اور بہانہ ڈھونڈنا سخت محرومی ہے اس لئے ایسے لوگوں پر نظر رکھیں جو سخت سے سخت حالت میں بھی روزہ نہیں چھوڑتے۔

۴۔ روزہ نہ رکھنے کے لئے سفر کرنا

روزہ نہ رکھنے کے لئے سفر شرعی واقع میں عذر ہے مگر ایک شخص کو درحقیقت سفر کی

ضرورت نہیں اس نے صرف اس نیت سے سفر اختیار کیا کہ روزہ نہ رکھنا پڑے گا۔ اور پھر قضا کے لئے ماہ فروری کا انتخاب کرتے ہیں۔

۵۔ افطار عذر شرعی میں ایک کوتاہی

بعض لوگوں کا افطار تو عذر شرعی سے ہوتا ہے مگر ان میں یہ کوتاہی ہوتی ہے مثلاً سفر شرعی سے ظہر کو واپسی ہوئی یا عورت ظہر کے وقت حیض سے پاک ہوگئی۔ تو ظہر سے غروب آفتاب تک کچھ کھانا پینا نہ چاہیے روزہ دار کی طرح رہنا چاہئے۔ مگر اسکی پرواہ نہیں کی جاتی ہے۔ اسکا سبب مسائل واحکام سے ناواقفیت ہے اور اس کا علاج تعلیم وتعلّم ہے۔

۶۔ بچوں کو روزہ رکھوانے میں غفلت برتنا

بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے (باوجود ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے) روزہ رکھوانے کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ بعض ان کے نابالغ ہونے کو دلیل بنا کر اپنی رائے وعمل کو صواب سمجھتے ہیں اور روزہ رکھوانے کو سختی سمجھتے ہیں واضح ہو کہ عدم بلوغ سے بچوں پر تو روزہ واجب نہیں لیکن ان کے اولیاء پر جس طرح نماز کے لئے باوجود ان کے عدم بلوغ کے انکو تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے اسی طرح روزہ کے لئے بھی یہی ضروری ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ نماز میں عمر کی قید ہے اور روزہ میں تحمل پر مدار ہے یعنی جب کہ بچہ میں روزہ کی تکلیف کو برداشت کرنے کی قابلیت وطاقت آجائے روزہ رکھوانا واجب ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ کسی کام کا دفعۃً پابند ہونا دشوار ہوتا ہے تو اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو اس پر ایک بارگراں پڑ جائے اس لئے شریعت کی رحمت کہ پہلے ہی سے شدہ شدہ سب اعمال کا خوگر بنانے کا قانون مقرر کیا تا کہ مکلف ہونے کے وقت دشواری نہ ہو۔

۷۔ اہل افراط روزہ داروں کا حال

بعض لوگ سفر یا مرض میں جان کو آ جاتے ہیں مگر دینداری جتلانے (اگر یہ نیت ہے تو سخت مذموم ہے) یا افطار پر صوم کی ترجیح دینے کو (یہ جہالت ہے کیونکہ حدیث میں ہے ''سفر میں روزہ'' رکھنا نیکی نہیں ہے) افطار نہیں کرتے۔

اسی طرح بعض عورتیں کہ باوجود اس یقین کے روزہ رکھنے سے دودھ پینے والے بچے کو ضرر ہوگا اپنی ہٹ دھرمی اور ہیکٹری سے باز نہ آ کر روزہ رکھتی ہیں ان کی حالت پہلے شخصوں سے زیادہ منکر ہے کہ پہلوں نے تو صرف اپنا نقصان کیا اور اس نے ایک بے گناہ بچے کو ضرر پہنچایا جو حقوق العباد کا ایک فرد ہے۔

ان سب صورتوں سے بڑھ کر افراط یہ ہے کہ بعض لوگوں کو بہت چھوٹے کم سن ناتواں بچہ کو روزہ رکھوانے کا شوق ہوتا ہے کچھ تو روزہ رکھوانے کا فخر ہوتا ہے اور کچھ روزہ کھلوانے میں حوصلہ نکالنے کا ارمان ہوتا ہے ایک ایسے ہی قصہ میں ایک کم سن بچہ نے افطار سے قبل ایک ٹھنڈے گھڑے سے لپٹ کر جان دیدی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ نتیجہ ہے غلو وافراط کا۔ اللہ محفوظ رکھے ارشاد ہے: ''لا تغلوا فی دینکم'' (یعنی تم دین میں غلو نہ کرو)

ان سب کا علاج صحبت صالحین ہے کہ ان سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ ارشاد ہے

﴿فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾

۸۔ روزہ کی حالت میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہ کرنا

بعض لوگ صبح سے شام تک کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے بچنے کا اہتمام تو کرتے ہیں مگر یہ روزہ کی ظاہری صورت ہے۔ رمضان سے قبل اگر بدنظری کی عادت تھی وہ بدستور رہتی ہے اگر غیبت، جھوٹ، چغلی، گالی اور فحش گوئی کے خوگر تھے وہ نہیں چھوڑتے۔

تعجب ہے کہ مباح اصلی سے بچنا اور غیر مباح میں مبتلا ہونا، یہ روزہ کس قسم کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بدگفتاری اور بدکرداری نہ چھوڑے خدا تعالیٰ کو اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اس سے کوئی یہ سمجھے کہ اس سے بالکل روزہ ہی نہ ہوگا روزہ تو ہو جائے گا مگر نہایت ادنیٰ درجہ کا جیسے اندھا لنگڑا' کانا' اپاہج آدمی ہوتا ہے مگر ناقص درجہ کا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ کامل روزہ کیلئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے۔ ایک ماہ نفس کو پھسلا کر کام لے لے تو سال بھر گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کا جمعہ گناہوں سے صحیح سالم اور محفوظ گزر گیا اسکا پورا ہفتہ اسی طرح گزر جائے گا اسی طرح جس کا رمضان صحیح سالم اور محفوظ رہا اسکا سال اسی طرح گزر جائے گا۔

۹۔ سحور کی کوتاہیاں

اکثر لوگ آدھی رات سے سحری کھا لیتے ہیں اس قدر تعجیل مشروعیت سحر کے خلاف ہے۔ سحری میں غرض یہ ہے کہ روزہ میں قوت و طاقت رہے پھر اکثر عوام کا اعتقاد کہ جب سحری کھا کر نیت کر لی یا سو گئے' اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں گو رات ابھی باقی ہے۔ یہ اعتقاد اختراع فی الدین ہے جس سے توبہ واجب ہے۔

اسی طرح بعض لوگ سحری میں اس قدر تاخیر کرتے ہیں کہ بعض اوقات یہ اشتباہ قوی ہو جاتا ہے کہ کہیں صبح صادق کے بعد تو نہیں کھایا گیا۔ اس قدر مبالغہ ضرور بے احتیاطی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ سحر مناسب وقت میں کھاتے ہیں مگر فضول حقہ اور پان میں اس قدر دیر لگا دیتے ہیں کہ روزہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

اسی طرح بعض مقامات پر فجر کی اذان قبل از وقت کہہ دیتے ہیں تا کہ سحری کھانے والے سحری کھانا بند کر دیں مگر جن ائمہ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اذان قبل از وقت کافی نہیں بلکہ اس اذان کا اعادہ ضروری ہے اور اعادہ نہیں کیا جاتا تو نماز فجر گویا بغیر اذان کے پڑھی گئی۔

۱۰۔ افطار میں کوتاہیاں

بعض حضرات افطاری میں کچھ اس قدر طویل اہتمام کرتے ہیں کہ مغرب کی جماعت بالکل یا کسی قدر فوت ہو جاتی ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ افطار خواہ مطول ہو یا مختصر مسجد

میں ہونا چاہیئے مکان پر روزہ کھولنے سے اکثر جماعت برباد ہوتی ہے اور آدمی مسجد کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ مسجد میں مختصر افطاری کر کے پھر گھر پر کھانا کھلا سکتے ہیں۔

۱۱۔ تراویح کی کوتاہیاں

۱۔ اکثر لوگ فارغ ہونے کی جلدی میں وقت کے آنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اگر کھڑے بھی وقت پر ہوتے ہیں تو اذان ہی وقت سے پہلے کہہ دیتے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید اس قدر تیز پڑھتے ہیں کہ تجوید کیا تصحیح حروف بھی نہیں ہوتی، بعض دفعہ نمازیوں کو سمجھنا تو کیا سنائی بھی نہیں دیتا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔

۴۔ اکثر ثنا، تسبیحات رکوع وسجود و تشہد مقتدی پورا نہیں پڑھنے پاتے کہ امام صاحب قرئت یا قومہ یا جلسہ یا قیام یا سلام کی طرف چل دیتے ہیں۔

۵۔ ترویحہ میں بھی بعض جگہ نہیں ٹھہرتے۔

۶۔ بعض امام ایک ہی رات میں دو دو جگہ تراویح پڑھاتے ہیں۔

۷۔ بعض لوگ اجرت پر قرآن سناتے ہیں۔

۸۔ بعض ایسے بچوں کو امام بنا دیتے ہیں جن کو طہارت و نماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہیں، ان کے کپڑوں وغیرہ کے پاک ہونے کے بارے میں بھی اطمینان نہیں۔ پھر نابالغ کے پیچھے تراویح کے جائز ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

۹۔ بعض حفاظ اپنا پڑھ کر یا کسی روز ناغہ کر کے دوسرے حفاظ کا اس نیت سے سننے جاتے ہیں کہ اکی غلطیاں پکڑیں گے یا اسکو غلطی میں ڈالیں گے۔ غلط گیری کا تجسس اور غلط اندازی شیطانیت ہے یہ اس کا خاصہ ہے کہ عبادت میں دوسری طرف مشغول کر کے خلل ڈالنا۔

۱۰۔ بعض جگہ نامحرم حافظوں کو گھر بلا کر عورتوں کو قرآن سننے کے لئے جمع کرتے ہیں۔

۱۱۔ بعض دفعہ شبینہ اس طرح پڑھتے ہیں کہ نماز اور قرآن دونوں کے احترام و تعظیم کا ضائع ہونا لازم آتا ہے۔

۱۲۔ اکثر مقامات پر ختم قرآن کے روز شیرینی کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں۔

۱۲۔ جمعۃ الوداع کا التزام

آخری جمعہ کو خطبۃ الوداع کا التزام کرتے ہیں جو بدعت ہے۔

ادائیگی صدقہ فطر میں کوتاہیاں

بہت سے لوگوں کو صدقہ فطر کے مامور بہ اور واجب ہونے کی خبر نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ صرف ان ہی کی طرف سے دیا جاتا ہے جنہوں نے رکھا ہو۔ وہ بچوں (۱) کی طرف سے ادا نہیں کرتے۔

دیہات کے لوگ صدقہ فطر جمع کر کے مسجد کے مؤذن یا کچھ مسجد کے سقہ کو دے دیتے ہیں بلکہ ان کو رکھتے وقت حق الخدمت میں صدقہ فطر شمار کرتے ہیں پس یہ اجرت ہوا اور اجرت میں صدقہ فطر دینے سے وہ ادا نہیں ہوا اس لئے ان لوگوں کے ذمہ مکرر ادا کرنا واجب ہوگا۔ البتہ اگر مقرر کرتے وقت تصریح کردیں کہ صدقہ فطر سے تمہارا کچھ واسطہ نہ ہوگا اور پھر اگر مسکین سمجھ کر دیدیں وہ جائز ہے بشرطیکہ واقع میں مسکین بھی ہو ورنہ اگر وہ غنی ہوا تو صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔

تنبیہ

اگر ناواقفیت مسائل یا بے پروائی سے گزشتہ زمانہ میں بچوں کا صدقہ فطر نہ دیا ہو یا مؤذن وغیرہ کو اجرت میں دے دیا ہو یا غنی کو دے دیا ہو تو اب یاد کرے اور حساب لگا کر ادا کردے تاکہ اس ذمہ سے فارغ ہو جائے۔

کوتاہیاں نماز عید

۱۔ بعض لوگ نماز عید پڑھنے کا طریقہ ہی نہیں جانتے اور غضب یہ کہ اتنی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ آٹھ دس دن پہلے یاد کرلیں۔

---

(۱) صاحب نصاب شخص کو اپنے اور اپنی سب نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے خواہ روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

۲۔ اکثر جگہ یہ نماز بہت دیر میں پڑھتے ہیں حالانکہ صریح سنت کے خلاف ہے۔

۳۔ اکثر جگہ امام اور خطیب جاہل ہیں خطبہ اور سورت تک صحیح نہیں پڑھ سکتے۔

۴۔ ایک کوتاہی یہ کہ بعضے جو بزعم خود مقتدا ہیں متبوع مستقل بننے کی غرض سے عیدگاہ چھوڑ کر اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عمر بھر مسجد نبویؐ (جہاں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے) کو چھوڑ کر عیدگاہ تشریف لے جاتے رہے۔

۵۔ بعض لوگ عید میں غیر مشروع لباس، پہن کر یا اپنے بچوں کو پہنا کر لے جاتے ہیں حالانکہ ایسا لباس حرام ہونے کے علاوہ اس میں نماز کا قبول نہ ہونا وارد ہے۔

۶۔ ایک کوتاہی یہ کہ نماز میں صفیں بے ترتیب ہوتی ہیں صفوف کے استوار (برابر ہونے کی) بڑی تاکید آئی ہے۔

۷۔ خطبہ سننے کو اکثر امر فضول سمجھتے ہیں اور بعضے بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں یہ بھی گناہ ہے

روزہ کے بارے میں چند ضروری نصائح

۱۔ روزے میں فحش بات مت کرو۔ شوروغل مت مچاؤ جو کوئی لڑے بھی کہہ دو کہ میاں ہمارا روزہ ہے ہم کو معاف کرو۔

۲۔ چاند دیکھ کر ہرگز انکل مت کرو کہ یہ فلاں دن کا ہے اس کے حساب سے آج فلاں تاریخ ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا ہو جب ہی سے حساب شروع ہوگا۔

۳۔ عورت نفل روزہ بدون اجازت شوہر کے نہ رکھے جب کہ وہ گھر پر موجود ہو۔

۴۔ کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرو۔

۵۔ اگر روزے میں کوئی دعوت کرے اس کا جی خوش کرنے کو اس کے گھر چلے جاؤ وہاں جا کر اس کے لئے دعا کرو اور اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھا بھی لو۔

۶۔ جب رمضان شریف کے دس دن باقی رہ جائیں عبادت میں کسی قدر زیادہ کوشش کرو۔

باب تلاوۃ القرآن

۱۔ اگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے گھبرا کر چھوڑ مت' پڑھتے جاؤ۔ ایسے شخص کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔

۲۔ سوتے وقت قل ھو اللّٰہ' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم کر کے جہاں تک ہاتھ پہنچیں بدن پر پھیر کر سو رہا کرو' تین بار اسی طرح کرو۔

۳۔ اگر قرآن پڑھا ہو اس کو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ اس کو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہو گے

۴۔ جب تک جی لگے قرآن پڑھو جب طبیعت الجھنے لگے موقوف کر دو' مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جو تلاوت کا عادی ہو ورنہ خلافِ عادت کام کرنے سے ضرور طبیعت گھبراتی ہے' اس کا خیال نہ کرے اور بتکلف عادت ڈالے' جب عادت ہو جائے پھر اس کے لئے وہی حکم ہے جو اوپر گزرا۔

۵۔ قرآن مجید اس طرح پڑھو کہ تمہارے لہجے سے یہ معلوم ہو کہ خدائے تعالیٰ سے ڈر رہا ہے۔ بڑی خوش آوازی یہ ہے۔ (تعلیم الدین ص ۴۶)

فضائل حج وزیارت (۱)

(۱) قال اللہ تعالیٰ الحج اشھر معلومات: (البقرہ آیت نمبر ۱۹۷)

رشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ حج کے مہینے معین ہیں

ف:۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہ وہ شوال، ذی قعد، ذوالحجہ ہیں۔ (الدر المنثور)

(۲) و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً:

(ال عمران آیت ۹۷)

اور اللہ کیلئے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے ان پر جو کہ اس تک سبیل (یعنی جانے کی طاقت) رکھیں۔

(۳) واذن فی الناس با لحج یأتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق :.(الحج آیت ۲۷)

(حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ)

لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس حج کیلئے چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنی پر بھی جو کہ دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔

(۱) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا و ان شاء نصرانیا (رواہ الدارمی)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کو حج سے کھلم کھلا ضرورت یا ظالم بادشاہ یا رکاوٹ کے قابل مرض نے حج سے نہ روکا ہو اور پھر بھی (باوجود فرض ہونے کے) اس نے حج نہ کیا ہو پس خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔

---

(۱) ماخوذ خطبات الاحکام لجمعات العام خطبہ ۴۹

(۲) وقال علیه الصلوٰۃ والسلام من حج للہ فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (متفق علیہ)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے (خاص) اللہ کیلئے حج کیا اور اسمیں نہ فحش گوئی کی نہ گناہ کیا تو وہ شخص اس دن کی مانند لوٹتا ہے جس دن کہ اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔

وقال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب ..(ترمذی و نسائی)

اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر کرو کیونکہ وہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے۔

وقال علیہ لصلوٰۃ والسّلام من زار قبری وجبت لہ شفاعتی. (آثار السّنن)

اور ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔

حج کے بارے میں کوتاہیاں (۱)

حج کی ایک نرالی شان

منجملہ ارکان اسلام کے ایک فریضہ حج ہے جو بہ نسبت دوسرے ارکان کے اپنی ایک خاص شان کی وجہ سے زیادہ اہتمام کے قابل ہے کیونکہ اس کیلئے جس قدر سامان درکار ہے اس کا ہر وقت میسر و مجتمع ہونا پورا اختیاری نہیں اور موانع کا پیش آ جانا چنداں دور نہیں اگر ایک سال تساہل کیا تو آئندہ سال میں امور مذکورہ میں کُلّاً یا بعضاً تغیر ہو جانا زیادہ بعید نہیں اسی لئے احادیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی حج کرے وہ جلدی کرے اور عجب نہیں کہ اسی خاص شان کے سبب یہ عمر بھر میں ایک ہی بار فرض کیا گیا۔

حج کی فرضیت میں ایک کوتاہی

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ سفر حج کو اس وقت فرض سمجھتے ہیں، جب مدینہ منورہ کے سفر کیلئے بھی وسعت ہو حالانکہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سخت غلطی ہے مدینہ منورہ کا سفر ایک مستقل طاعت ہے فرضیت حج کی اس پر موقوف نہیں۔ اگر صرف سفر حج کی استطاعت رکھتا ہو اور سفر مدینہ کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسکے ذمہ حج فرض ہے اگر نہ کرے گا تو تمام ان وعیدوں کا مورد ہوگا جو ترک حج پر آئی ہیں باقی حج کے بعد اگر کچھ سامان سفر مدینہ کا ہو جائے یا پیدل چلنے کی ہمت ہو جائے جیسا کہ شوق کے غلبہ میں ایسا ہو جاتا ہے تو اس شرف کو بھی حاصل کرے اگر سردست نہ ہو سکے تو عزم رکھے کہ خدا تعالیٰ جب توفیق دے گا سفر مدینہ بھی کر لوں گا اور جب سامان ہو جائے ایسا کرے اور اگر عمر بھر بھی سامان نہ ہو تو اس تمنا و عزم کا اجر بھی اس سفر مبارک کے اجر کے قریب قریب ہو جائے گا۔

فرضیت حج کا مدار خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کے پاس مال حرام اس مقدار میں جمع ہو جاتا ہے جو حج کو کافی ہو اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو مال حرام ہے اسکا حج میں خرچ کرنا اور بھی حرام ہے

---

[۱] ماخوذ اصلاح انقلاب امت ج ۱ ص ۱۵۶ تا ص ۱۶۳ ملخصا

اور مال حلال اس قدر میرے پاس نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں پس سمجھ لینا چاہیے کہ مدار فرضیت حج وزکوۃ کا خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے اسکے حلال ہونے کو فرضیت میں دخل نہیں اس لئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوۃ دونوں فرض ہیں البتہ حرام مال سے جو حج ہوگا وہ مقبول نہ ہوگا لیکن فرض ادا ہو جائے گا یعنی اس شخص پر مؤاخذہ نہ ہوگا کہ حج کیوں نہیں کیا گو یہ مؤاخذہ ہو کہ مال حرام کیوں جمع کیا اور اس سے کیوں منتفع ہوا۔ سو ادا ہو جانا اور چیز ہے قبول ہو جانا اور چیز۔

بھیک مانگ کر حج کرنا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ جنکے پاس نہ تو حج کا سامان ہے اور نہ قلب میں غنا اور قوت توکل ہے مگر لوگوں سے بھیک مانگ کر ان کو پریشان کر کے حج کو جاتے ہیں پس اس طرح حج کو جانا حرام ہے۔

بغیر محرم کے حج کو جانا

بعض عورتیں باوجود شوہر یا محرم کے ہمراہ نہ ہونے کے پھر بھی حج کو جاتی ہے اس حالت میں جب شریعت اسکو حاضر ہونے کا حکم نہیں کرتی یا روکتی ہے پھر یہ کیوں مصیبت میں پڑتی ہے اگر عورت کو مالی استطاعت ہو اور محرم و شوہر موجود نہ ہو یا جانے پر آمادہ نہ ہو کیونکہ اسکو شرعاً اسکا اختیار حاصل ہے۔

اس میں اقوال فقہاء مختلف ہیں بعض کے نزدیک استطاعت مالی سے نفس وجوب حج کا اسکے ذمہ ہو گیا تو اس عورت کے ذمہ حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک نفس وجوب ہی نہیں ہوا تو اس قول پر وصیت حج بدل واجب نہیں۔

لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ وصیت کی جائے اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر وصیت نافذ نہ کی گئی تو حج میرے ذمہ رہے گا اس کا جواب یہ ہے کہ گنہگار نہ ہوگی کیونکہ اس نے اپنے ذمہ کے واجب کو یعنی وصیت کو ادا کر دیا اب نفاذ کا جبکہ مال چھوڑ جائے ورثہ کے ذمہ واجب ہے اگر وہ کوتاہی کریں گے اس کا مؤاخذہ ان سے ہوگا۔

سفرِ حج میں نمازیں ضائع کرنا

بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور ریل جہاز یا بس وغیرہ میں فرض نمازیں برباد کرتے ہیں۔ایک فرض حج ادا کیا اور اتنے کثیر فرض نمازیں ضائع کیں اور اگر وہ حج نفل تھا تو ایک نفل کیلئے کتنے فرض ضائع کئے پس ایسے شخص کو حج کرنا بھی جائز نہیں۔

حج کے آلام ومصائب کا اظہار

بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں اور وہاں کے مصائب وآلام اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والا حج کو جانے سے ڈر جائے ایسے شخص کیلئے ''**یصدون عن سبیل اللّٰہ**'' (یہ لوگ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں) میں کیا شبہ ہے اور اگر وہ شکایات غیر واقعی ہوں اور اکثر بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے تو پھر یہ لوگ ''**یصدون عن سبیل اللّٰہ**'' کے ساتھ **یبغونھا عوجا** کے بھی مصداق ہوں گے۔

اور چونکہ علم واقعہ کے غصہ میں ایسا کرتے ہیں اس لئے جملہ '' **وانتم شھداء**'' کے بھی یہ مخاطب ہوں گے اور اس کے جواب میں ان کو بھی وہی کہا جائے گا **وما اللّٰہ بغافل عما تعملون**۔

اگر مصائب واقعی بھی ہوں تب بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سفرِ عشق ہے محبوب کے دربار میں حاضری دینے کیلئے تو سفرِ عشق میں خار بھی گل اور زاغ وزغن بھی بلبل معلوم ہونا چاہیے۔

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
بے زر وگنج بصد حشمت قاروں باشی
در رہ منزل لیلی کہ خطر ہاست بجائے
شرط اول قدم آن ست کے مجنوں باشی

وصلی اللّٰہ علی سید المرسلین

حج وزیارت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چند جامع نصائح

(۱) جس کو حج کرنا ہو جلدی چل دینا چاہیے خدا جانے کیا موانع پیش آ جاویں۔

(۲) کافی خرچ لیکر حج کو جانا چاہیے۔

(۳) حج کرکے اگر استطاعت ہو مدینہ طیبہ جاکر روضۂ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہو۔

(۴) اگر اس قدر روپیہ پاس ہے کہ حج کر سکتے ہو مگر مدینہ منورہ نہیں جا سکتے تو حج فرض ادا کرنا پڑے گا پھر جب وسعت ہو مدینہ طیبہ چلے جاؤ یہ نہیں کہ حج بھی نہ کرو۔

(۵) حاجی جب تک اپنے گھر نہ آوے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اگر اس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اپنے لئے دعاء استغفار کراؤ۔

(تعلیم الدین ص۴۹، ص۵۰)

صفائی معاملات (۱)

ارشادفرمایاحق سبحانہ وتعالیٰ نے

یـآیھا الذین امنوا لا تأکلو ا اموالکم بینکم بالباطل الا
ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم انّ
اللہ کان بکم رحیما☆

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریق پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو) تو کوئی مضائقہ نہیں) اور تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہیں۔

اورارشادفرمایاجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) انّ اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام

(متفق علیہ)

بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کردیا ہے۔

ف:۔ آجکل تصویروں کی عام طور پر خرید وفروخت ہورہی ہے۔ یہ اس حدیث شریف کی رو سے حرام ہے (نیز) عام طور پر گائے بھینس وغیرہ مرجائے تو چمار وغیرہ کو دیتے ہیں اور اسکا عوض لیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل حرام ہے۔ مردار کا کوئی عوض لینا جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی مردار کی کھال اپنے طور پر مزدوری دے کر یا ویسے ہی رنگوالی جائے تو رنگنے کے بعد اسکی خرید وفروخت درست ہے۔

(۲) التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی و
برو صدق۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجۃ والدارمی والبیھقی)

---

(۱) آیات واحادیث ماخوذ از خطبات الاحکام خطبہ ۱۲

تاجر لوگ قیامت کے دن (فجار یعنی نافرمان) ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں گے مگر وہ شخص جس نے (خرید وفروخت) میں تقویٰ اختیار کیا اور سچی قسم کھائی اور سچ بولا۔

(۳) لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاھد یہ:. (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر اور لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت کی ہے۔

ف:۔ افسوس آجکل یہ کام بے دھڑک کئے جارہے ہیں۔

(۴) من باع عیباً لم ینبہ علیہ لم یزل فی مقت اللّٰہ اولم تزل الملئکۃ تلعنہ (رواہ ابنِ ماجہ)

یعنی جس کسی نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس پر مطلع نہیں کیا وہ ہمیشہ خدا کی دشمنی اور غصہ میں رہتا ہے یا (یوں فرمایا) اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت کرتے ہیں۔

(۵) من اخذ شبراً من الارض فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین (متفق علیہ)

جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لی ہو بے شک وہ قیامت کے دن اسکے گلے میں ساتوں زمین سے ڈالی جائیگی۔

(٦) ولعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی والرائش یعنی الذی یمشی بینھما:. (رواہ احمد و البیھقی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے اور دلوانے والے پر۔

(۷) ولا تنا جشوا ولا تعروا الابل والغنم (متفق علیہ)

اور دھوکہ دینے کے لئے بولی نہ بڑھاؤ (جیسا کہ بعض لوگ نیلام والوں سے مل کر بولی بڑھاتے ہیں تاکہ دوسرا شخص دھوکہ میں آکر

زیادہ قیمت لگادے)اور اونٹنی اور بکری (ونیز دیگر مواشی) کا
دودھ نہ روکو(جیسا کہ بعض لوگ خریدار کو دھوکہ دینے کے واسطے
کیا کرتے ہیں)

(٨) من غش فلیس منی (رواہ مسلم)
جو شخص دھوکہ دے وہ مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں ہے۔

صفائی معاملات نصف سلوک ہے

معاملہ کی صفائی نہایت ہی برکت اور راحت کی چیز ہے۔ میں تو نصف سلوک معاملہ کی صفائی کو سمجھتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ ج۵ ص۳۰۲)

بدمعاملگی سے سب کو تکلیف ہوتی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملہ کی صفائی بڑی راحت کی چیز ہے مگر لوگ اس سے برا مانتے ہیں یہ سب رسم کی خرابی ہے اور بدمعاملگی سے تکلیف سب کو ہوتی ہے مگر بے حسی ہوگئی ہے ان ہی باتوں کو میں مٹانا چاہتا ہوں اسی پر بدخلق مشہور کیا جاتا ہوں۔ اب میں اکیلا کہاں تک اصلاح کروں ''یک انار وصد بیمار'' کا مصداق ہورہا ہے مگر پھر بھی بحمداللہ بہت کام ہوگیا اور گو عمل عام نہ ہوا ہو مگر علم تو بہت عام ہوگیا اور اس اصلاح میں میں سب مصلحین کا جوسا کت ہیں وقایہ بن گیا ورنہ سب ہی بدنام ہوتے اب اور حضرات تو اپنے اخلاق متعارفہ کی وجہ سے لوگوں کو کچھ کہتے نہیں اور میرے اندر یہ اخلاق متعارفہ بحمداللہ نہیں اس لئے میں ہی روک ٹوک کرتا ہوں اس لئے مجھ ہی کو بدنام کرتے ہیں مگر مجھ کو اسکی پرواہ نہیں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

(الافاضات الیومیہ ج۴ ص۱۹۷)

صفائی معاملات

ایک صاحب فرمانے لگے کہ دین میں جو کچھ حارج ہے وہ نماز ہے غیر مذہب کے بہت سے آدمی اس وقت اسلام میں آنے کو تیار ہیں مگر یہ خیال مانع ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد نماز پڑھنی ہوگی پانچ وقت کی پابندی سر پڑے گی مولوی لوگ نماز کی قید اٹھاویں تو آج ہی دیکھیے کتنے کافر مسلمان بنتے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت کتنی بڑھ جاتی ہے (نماز ایسی مولویوں کی ہے کہ معاف کر دیں؟)

ایک صاحب کہتے ہیں سود کی ممانعت سے افلاس آ گیا اور قومیں سود ہی کے ذریعہ سے ترقی کرتی جاتی ہیں غرض جو جس کی سمجھ میں آتا ہے احکام الٰہی میں اصلاح دینے کو تیار ہے گویا اللہ میاں کو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم سے رائے لے کر کیوں احکام مقرر نہ کئے تھے کثرت رائے پر کیوں فیصلہ نہ کیا۔

ہم لوگوں کا کیا حال ہے، عقائد میں یہ حال، اعمال میں یہ حال، صورت میں آزادی، آمدنی میں حلال حرام کی خبر نہیں، زمینداروں نے طرح طرح کے ناجائز ابواب باندھ رکھے ہیں، بیع وشرا میں عقد کے صحت و بطلان کی پروا نہیں آم کی بہار بکتی ہے حالانکہ آم کا وجود بھی نہیں ہوتا یہ بیع باطل ہے، بیع باطل میں مال مشتری کی ملک نہیں ہوتا، اس کا رد واجب ہے یکے بعد دیگرے جہاں تک سلسلہ چلا جائے کسی کی ملک نہ ہوگا، گناہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

طریقۂ تعلیم

غرض معاملات کی صفائی کی طرف اصلاً خیال نہیں۔ زبان غیبت میں اور طعن میں مبتلا، قلب حرص میں اور طمع میں گرفتار۔ اونٹ سے کسی نے پوچھا اونٹ رے اونٹ تری کون سی کل سیدھی؟ کہا کوئی بھی نہیں ایسی ہی ہم لوگوں کی حالت ہے ظاہر کی طرف دیکھیے وہ ٹھیک نہیں باطن کی طرف نظر کیجئے وہ درست نہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے صرف احکام ہی نازل نہیں

کئے بلکہ ایک اتنا بڑا نبی بھیج کر یہ بھی بتا دیا کہ اس نمونے کے ہو کر آؤ تعلیم کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی شے کی پیمائش زبانی بتا دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ اتنی لمبی اتنی چوڑی اتنی موٹی بنا کر لاؤ۔ اور ایک طریقہ ہے کہ اس کا ناپ تول بتانے کے ساتھ بنا ہوا نمونہ بھی دکھا دیا جائے کہ آخری صورت ایسی پیدا ہونی چاہیے یہ نہایت ابلغ ہے۔ خوشنویس لکھنے والوں کو بتاتا ہے کہ الف تین قط کا لکھو اور اوپر کی نوک ایسی ہو اور نیچے کی ایسی مگر یہ بتانا کافی نہیں لکھنے والوں کو ہرگز الف بنانا نہیں آ سکتا تاوقت یہ کہ استاد اسکی صورت بھی اپنے ہاتھ سے کھینچ کر نہ دکھاوے اگر ہاتھ سے لکھ کر دکھانے کی ضرورت نہ ہوتی تو استاد کے نخرے اٹھانے کی کیا ضرورت رہتی؟ کتابوں میں سب حرفوں کی پیمائش لکھی ہیں۔ اسی کو پڑھ کر خوشنویس بن جاتے حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے سو احکام تو ظاہر و باطن کی تحدید کا نام ہے جس سے ظاہر و باطن کی ایک خاص صورت پیدا ہوتی ہے جس طرح کہ تین قط سے الف کے طول کی حد قائم ہو اور نصف قط یا کم و بیش سے اس کے عرض کی انتہا مقرر ہو کر ایک خاص صورت پیدا ہو جاتی ہے ممکن تھا کہ اللہ میاں صرف احکام نازل فرما دیتے جو ظاہر و باطن کی ناپ تول ہیں اور یہ فرما دیتے کہ یہ ناپ تول ہیں ان کو پورا پورا درست کرو یہاں تک کہ وہ صورت پیدا ہو جائے جو ہماری مرضی کے موافق ہو اس وقت معلوم ہوتا کہ ہم لوگ کس قدر حرج میں پڑ جاتے اور کیسی کیسی دقتیں پیش آتیں تمام عمر احکام کی پابندی کرتے اور پھر اطمینان نہ ہوتا کہ وہ صورت پیدا ہو گئی جو حق تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ مگر نہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا احکام بھی نازل فرمائے اور محض اپنی رحمت سے نمونہ بھی دکھا دیا کہ کچھ تردد نہ رہے کہ احکام کی پوری پوری تعمیل ہو گئی یا نہیں اپنی صورت کو نمونے سے ملا کر دیکھ لو ذرا سا بھی فرق ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ کسی حکم کی تعمیل میں کسر رہ گئی مگر اس رحمت کی کیا قدر رہوئی ہم کس قدر نمونہ کے موافق بن کر آئے۔ اگر درزی کو اچکن سینے کو دو اور وہ ساری اچکن بہت ٹھیک اور خوبصورت بدن کے موافق سیئے کہیں

جھول تک نہ رہے سلاء کہیں ٹیڑھی نہ ہو غرض سب طرح ٹھیک ہو صرف ایک آستین کو چار انگل چھوٹا کرلائے تو کیا آپ اس کو لے لیں گے اور کیا یہ بات اسکی سن لیں گے کہ جناب جب ساری اچکن بھی ٹھیک ہے۔آستین بھی دو ہیں صرف ایک آستین چار انگل کم رہ گئی تو کیا ڈر بلکہ اس اچکن کو آپ اسکے سر پر ماریں گے اور اس نے قصداً ایسا کیا ہے تو قیمت لینے پر بھی اکتفاء نہ ہوگا بلکہ جرمانہ بھی لیا جائے گا حالانکہ نمونہ سے چار انگل مخالفت ہے اور یہاں نمونہ سے چار انگل بھی مماثلت نہیں اللہ میاں کا حکم تھا کہ نمونے مطابق ہو''ان کنتم تحبون اللّٰہ''اور''ما انا علیہ و اصحابی''۔

(طلب الجنہ ملحقہ مواعظ جز اوسز اص ۳۱۴' ص ۳۱۶)

معاملات میں معصیت

ولا تاٗ کلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلو ابھاالی الحکام لتاٗ کلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ط ☆(البقرہ آیت ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھاجاؤ اور تم کو علم بھی ہو۔

یہ ایک آیت ہے جس میں حق تعالیٰ نے معاملات مالیہ کی حفاظت اور اس کی تصحیح کے متعلق مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ضرورت اس وقت اس کے اختیار کرنے کی یہ ہوئی کہ کم وبیش دنیا ہر شخص کے پاس موجود ہے اور اس کو معاملہ کرنے کی ضرورت بھی واقع ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے معاملات مالیہ کی تصحیح کا اہتمام فرمایا ہے پس ہر شخص کو تصحیح معاملات کی ضرورت ہے۔ مگر باستثناء شاذ کے کوئی اس کو ضروری نہیں سمجھتا اور یہ نہیں خیال کرتا کہ معاملات مالیہ کی رعایت نہ کرنے سے بھی معصیت ہوتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جو معاصی پیدا ہوتے ہیں ان کا ظاہر میں کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا اور ان کے علاوہ جو معاصی ہیں ان کا اثر ظاہر میں بھی محسوس ہوتا ہے پس اگر کسی کے حقائق پر نظر ہے تو وہ ان معاصی کا اثر اور ان کے قبائح دیکھ کر متنبہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک غیبت ہے کہ اس کا اثر ہے نا اتفاقی ہو جانا آپس میں مناقشات پیش آ جانا اس کی وجہ سے پریشانی ہونا اس لیے اس میں معصیت کا رنگ صاف نظر آتا ہے یا مثلاً ذاکہ ہے کہ اس میں سزائیں ہوتی ہیں۔ یہ خرابیاں اس میں آنکھوں سے نظر آتی ہیں جو باعث ہو جاتی ہے ان کے قبح سمجھنے کا اس لئے انسان ان کو چھوڑ دیتا ہے اور معاملات مالیہ میں یہ صورت پیش نہیں آتی اس لئے ان کے معاصی ہونے پر متنبہ نہیں ہوتا۔ اگر حقوق مالیہ کے تلف ہونے پر بھی آثار ظاہر ہوتے اور رسوائی وغیرہ ہوتی تو ان کے قبح پر بھی متنبہ ہو جاتا جو محرک ہوتا ان کے ترک پر۔ اگر دینی مصلحت کی وجہ سے ان سے محترز نہ ہوتا تو خیر دنیا ہی کی حفاظت کی غرض سے ہوتا مگر یہاں یہ بھی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جتنے معاصی ہیں ان پر متنبہ ہونے کے اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اکثر ان پر متنبہ ہو جاتا ہے اور یہاں یہ ہے نہیں اس لئے ان کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کی جاتی۔

رؤسا کا ظلم

بعض جگہ رؤسا میں یہ دستور ہے کہ چوپال میں بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے سے کوئی غریب مزدور سر پر بوجھ رکھے ہوئے گذرا تو اس کو بلا کر کہا کہ بوجھ کو یہاں رکھ دے اور فلاں جگہ جا کر یہ کام کر آ۔ یہ صریح ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں پر عموماً ناگواری ہوتی ہے۔ وہ غریب بیچارہ رئیس کے ڈر سے کچھ نہیں کہتا مگر اس کا دل ہی جانتا ہے کہ اس کا وقت کیسا کھوتا ہوا۔ اگر کام ہی لینا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے کہو کہ ہم کو فلاں جگہ ایک آدمی بھیجنے کی ضرورت ہے۔ اور اتنی مزدوری دیں گے۔ اگر تجھے مزدوری لینا ہو تو بوجھ رکھ کر یہ کام کر لے۔

غرض غریب کا دل خوش کر کے پھر کام لو اور غریب کا خوش کر دینا ہی کیا مشکل کام ہے۔ وہ دو چار آنے کے پیسوں میں بے چارہ خوش ہو جاتا ہے۔ مگر تراضی طرفین سے ہو۔

بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ ٹم ٹم اور گاڑی کا کرایہ طے نہیں کرتے نہ قلی کی مزدوری چکاتے ہیں۔ بس بے کہے سنے سوار ہو گئے یا مزدور کے سر پر بوجھ لاد دیا۔ اور بعد میں سرکاری نرخ کے موافق کرایہ دیتے ہیں تو یاد رکھو یہ جائز نہیں۔ بلکہ کرایہ اول چکانے چاہیے۔

اس پر بعض لوگوں کو شبہ ہوگا کہ لیجئے حکومت ٹم ٹم والوں اور قلیوں کی زیادتی سے مسافروں کو محفوظ کرنے کے لئے نرخ مقرر کیا تھا شریعت نے اس کو بھی ناجائز کر دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بس جتنا بھی کوئی مانگے وہی دو چاہے لٹ ہی جاؤ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ظلم کو روکنا چاہا۔ نیز اس سے بھی بچانا چاہا کہ بعد میں نزاع نہ ہو۔ سو ظاہر ہے کہ مزدور سے بلا رضامندی کام لینے کا کسی کو کیا حق ہے۔ باقی حکومت نے جس مصلحت سے نرخ نامے مقرر کئے ہیں شریعت اس کو فضول نہیں کہتی۔ مگر اس کی صورت شریعت کے موافق یہ ہے کہ ٹم ٹم والے سے یا قلی سے کام لینے سے پہلے صاف کہہ دو کہ ہم سرکاری نرخ نامے کے موافق تم کو کرایہ یا مزدوری دیں گے۔ اس سے زیادہ نہ دیں گے۔ اگر خوشی ہو قبول کرلو۔ اگر وہ اس پر بھی آپ کو بٹھالے یا سامان اٹھالے تو پھر سرکاری نرخ کے موافق کرایہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے اب معاملہ صاف کرلیا۔ اور دوسرے نے بخوشی اس کو منظور کرلیا ہے۔ پس تم سرکاری نرخ نامے کے موافق ہی دو مگر پہلے کہہ دو۔ یہ نہیں کہ اول تو خاموش سوار ہو جاؤ اور بعد میں سرکاری نرخ کے حساب سے دو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ٹم ٹم والے نے اس مزدور کے خیال سے آپ کو نہ بٹھایا ہو' بلکہ ٹم ٹم والوں کے عام رواج کے موافق مزدوری لینا چاہتا ہو۔ پھر بعد میں نزاع ہوگا۔ چنانچہ ہم نے اکثر لوگوں سے نزاع ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اگر انسان میں تھوڑی سی بھی شرافت ہو تو وہ بعد کے نزاع کو ہرگز گوارا نہ کرے گا یہی شریعت کی تعلیم ہے کہ مزدوری اور کرایہ اول طے کرلو چاہے سرکاری نرخ ہی کے موافق طے کرلو۔ بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو)

حکام کا ظلم

اسی طرح بعض حکام یہ ظلم کرتے ہیں کہ دورہ کے وقت کہیں سے بلا قیمت دودھ منگاتے ہیں کہیں سے پھل منگاتے ہیں اور بعض جگہ قصبات کے رؤسا ان کے لئے یہ چیزیں بھیجتے ہیں پہلی صورت تو صریح ظلم ہے اور دوسری صورت رشوت میں داخل ہے اور اس میں بھی اکثر ظلم کر کے ان سے لیتے ہیں اور حکام کے ڈیرہ پر پہنچاتے ہیں جب حکومت کی طرف سے دورہ کرنے والوں کو ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور دورہ کا بھتہ بھی ملتا ہے۔ پھر ان کو بستی والوں سے چیزیں لینے کا کیا حق ہے۔ مسلمانوں کو اس طریقہ سے بچنا چاہیے۔

بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم خود تو منتظم ہوتا ہے کسی سے رشوت نہیں لیتا نہ کسی پر ظلم کرتا ہے۔ مگر ان کے متعلقین چپڑاسی وغیرہ ظلم کرتے ہیں۔ اس لئے حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دے دے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں۔ اس لئے اگر میرے عملہ میں سے کوئی شخص کسی سے رشوت لے تو ہرگز کوئی نہ دے بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے۔ پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور کافی سزا دے۔ نیز جو شخص حاکم سے ملنے آئے اس کو خود جا کر دروازہ سے باہر تک پہنچائے تاکہ نکلتے ہوئے کوئی چپڑاسی وغیرہ اس کو تنگ نہ کرے۔ قرآن میں نص ہے۔

وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع
كلام الله ثم ابلغه مأمنه

علت سے اس کے عموم میں یہ صورت بھی قیاساً داخل ہے۔ نیز حکام کو یہ بھی چاہیے کہ لوگوں کے تعلقات براہ راست اپنے سے رکھیں۔ کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں۔ کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں۔

اگر یہ کہو کہ صاحب! یہ تو بڑا مشکل ہے تو میں کہوں گا ہاں بیشک بڑا مشکل ہے مگر حکومت کرنا آسان نہیں۔ یہ منہ کا نوالا نہیں۔ حاکم ہر وقت جہنم کے کنارے پر ہے۔ اگر جہنم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہی ہے اور تم نے تو یہ بلا خود اپنے سر لی ہے۔ تم نے کوششیں کر کے اور سفارشیں کرا کے حکومت حاصل کی ہے پھر اس کے حقوق ادا کرنے سے کیوں جان چراتے ہو۔ جو بلا خود تم نے اپنی سر لی ہے اس کا مزہ چکھو۔

صاحبو! حکومت وہ چیز ہے کہ حضرات سلف تو اس سے بھاگتے تھے۔ ماریں کھاتے تھے اور قبول نہ کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے آپ مقلد کہلاتے ہیں، اسی پر شہید کئے گئے خلیفہ وقت نے انکو کئی دفعہ قاضی بننے کے لئے اصرار کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ انکو یہ حدیث یاد تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین یعنی جو شخص قاضی بنا دیا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ اسی لئے امام صاحبؒ عذر کرتے تھے۔ آخر اسی بات پر امام صاحبؒ قید کئے گئے اور قید خانہ ہی میں زہر دے کر شہید کئے گئے یہ سب کچھ گوارا تھا مگر حکومت منظور نہ تھی۔

(خیر الارشاد فی حقوق العباد ملحقہ مواعظ حقوق و فرائض ص ۲۳۹، ص ۲۴۲)

معاملات میں مساوات ضروری نہیں

فرمایا کہ میں ایک زمانہ تک اس خیال میں رہا کہ معاملات میں سب میں مساوات ہونا چاہیے مگر حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مساوات نہ فرماتے تھے چنانچہ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کی طرف تشریف لاتے تھے جن میں مہاجر بھی ہوتے تھے اور انصار بھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی طرف نظر فرماتے تھے اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر رکھتے تھے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے رہتے تھے اور وہ دونوں تبسم کرتے رہتے تھے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے رہتے تھے یہ سب حالت خاص طور پر ان دونوں کے ساتھ ہوتی تھی اور باقی صحابہؓ کے ساتھ عام طور پر ہوتی تھی (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷۰۴)

ایک شخص تابع ہو کر آئے اور اسکے ساتھ متبوع کا سا معاملہ کیا جائے تو اس میں بڑی ذلت سمجھتا ہوں ایک اس میں یہ بھی خرابی ہے کہ اس صورت میں آنے والے کو کوئی نفع نہ ہوگا جس کیلئے اس نے اپنا وقت اور روپیہ صرف کیا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۵۵)

ادھوری بات کرنا اشد غلطی ہے

روزمرہ کے معاملات میں لوگ ادھوری بات کرتے ہیں جس سے دوسروں کو پریشانی ہوتی ہے، تکلیف ہوتی ہے، ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے گویا یہ کل سلوک ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے آجکل لوگوں نے وظائف و اوراد کو اصل سمجھ کر معاشرت کے تمام احکام سے نظر ہٹالی ہے یہ سخت دھوکہ ہے اور اشد غلطی ہے بات ہمیشہ پوری کہنی چاہیے، پوری بات کرنے سے کبھی پریشانی نہیں ہوتی میں تو دن رات اسی ہی کی تعلیم کرتا ہوں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۸۳)

خط کی اصلاح بھی دین میں داخل ہے

اصلاح نفس کے سلسلہ میں ایک شکستہ خط جسے پڑھنا بہت مشکل تھا موصول ہوا، پتہ بھی اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اسے جواباً تحریر فرمایا نفس کی اصلاح سے پہلے آپ کو ضرورت ہے خط کے اصلاح کی جو موقوف علیہ ہے اصلاح نفس کا، اگر شبہ ہو تو لفافہ کا پتہ دیکھ لو کہ ڈاک خانہ والے کس قدر پریشان ہوئے ہوں گے پس بڑی اصلاح یہ ہے کہ دوسروں کو تکلیف سے بچائے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے (الافاضات الیومیہ ج ا ص ۱۲۰)

حساب کتاب لکھنے سے بدگمانی نہیں ہوتی

معاملہ کی صفائی نہایت ہی برکت اور راحت کی چیز ہے میں تو نصف سلوک معاملہ کی صفائی میں سمجھتا ہوں۔ بھائی اکبر علی صاحب مرحوم کے بیٹے جب شبیر علی یہاں پڑھتے تھے انکے اخراجات کیلئے خرچ بھیجتے تھے میں پیسہ پیسہ کا حساب لکھ کر بھیجتا تھا۔ اس پر بھائی مرحوم کو ناگواری ہوئی اور لکھا کہ اسمیں اجنبیت معلوم ہوتی ہے ایسا کیوں کرتے ہو۔ میں نے لکھا کہ بھائی تم سمجھتے نہیں مثلاً ایک مرتبہ تم نے چار مہینہ کا خرچ اندازہ کر کے پچاس روپے بھیجے اور وہ یہاں پر دو مہینے میں صرف ہوگئے اس لئے کہ کتاب' کپڑے' دوا دارو ہے پھر ہم نے یہاں سے اطلاع کی تو تم کو وسوسہ کے درجہ میں شبہ ہو سکتا ہے کہ چار مہینہ کا خرچ بھیجا تھا کیا ہوا' دو ہی مہینہ میں صرف ہو گیا تو ایسی صورت کیوں اختیار کی جائے جو شبہ یا وسوسہ پیدا کرے تم اس وسوسہ پر عمل نہ کرو' مگر وسوسہ اور شبہ تو ہو سکتا ہے اس پر سمجھ گئے اور لکھا کہ تم صحیح سمجھتے ہو میں ہی غلطی پر تھا فہم بڑی چیز ہے ایک ہی مرتبہ میں سمجھ گئے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۰۲' ص ۲۰۳)

دھوبی کو کپڑے دیتے وقت لکھنے میں نفع

مشہور عربی مثل ہے کہ "تعاشروا کالاخوان و تعاملوا کالا جانب" کہ باہم گزران تو کرو مثل بھائیوں کے لیکن معاملہ کرو مثل اجنبیوں کے۔ اسمیں بڑی مصلحتیں ہیں۔ جب کسی شخص سے قرض لے یا دے یا ادا کرے اسکو فوراً لکھ لے۔ مثلاً دھوبی کو کپڑے دیتے وقت لکھ لینے سے یہ فائدہ تو ہے ہی کہ بھول نہیں ہوتی۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کاغذ کھو بھی جائے تب بھی دھوبی پر رعب رہتا ہے اور وہ پورے کپڑے لا کر حوالہ کرتا ہے حساب اور آلات حساب اور لکھنا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو احسانات ہی میں بیان فرمایا ہے۔

اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم ☆ علم الانسان مالم یعلم ☆

پڑھئے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اور فرماتے ہیں ''وانزلنامعهم الكتب والميزان ليقوم الناس بالقسط ☆ (الافاضات الیومیہ ج ۱۰ ص ۴۸)

اور ہم نے انکے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ وہ لوگوں میں انصاف قائم کرسکیں۔

معاملات میں سوء ظن کا مفہوم

معاملات میں تو سوء ظن چاہیے اور اعتقاد میں حسن ظن۔ اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جس کا تجربہ نہ ہو چکا وہ اس سے لین دین نہ کرے روپیہ نہ لے تو اس معنی کو معاملات میں سوء ظن رکھے باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے کسی کو برا نہ سمجھے یہ دونوں ایک وقت میں اس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۳۰۶)

صفائی معاملات بھی ذکر موت میں داخل ہے

موت کی یاد میں یہ بھی داخل ہے کہ معاملات کو صاف رکھے اپنے ذمہ میں لوگوں کے جو حقوق ہوں ان کی اطلاع اپنے عزیزوں کو کرتا رہے تا کہ اگر کسی کو رحم آجائے تو اس کے بعد اس کو دَین سے بری کرادے صاحب قرض کی روح جنت میں نہیں جاتی بلکہ جب تک قرض ادا نہ ہو معلق رہتی ہے۔ افسوس ہے کہ جن ماں باپ نے اس کے واسطے اپنے ایمان کو فدا کر دیا ان کی روح کو یہ معلق رکھتا ہے۔ درمختار میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک ایک دانگ کے عوض میں جو دو تین پیسہ کا ہوتا ہے' سات سو نمازیں دلائی جائیں گی۔ آج کل تو لوگ اس کو بھی لازمہ ریاست سمجھتے ہیں کہ کسی کا حق ٹال کردیں ''مطل الغنى ظلم''۔

اجارہ میں قبل شروع کرنے کام کے جانبین کی رضامندی شرط ہے۔ بعد کو اپنی تجویز سے دیدینا حرام ہے بلکہ حکام کو بازار کے نرخ میں دست اندازی شرعاً جائز نہیں ہے مالک کو

اختیار ہے چاہے جس نرخ سے فروخت کرے نرخ تو اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے''ان اللّٰہ ھو القابض الباسط''(بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی میں فراخی اور تنگی کرنے والے ہیں)حقوق العباد ایسی سخت چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت میں سب لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگوں جس کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ آج مجھ سے لے لے۔میں چاہتا ہوں کہ قیامت میں مجھ پر دارو گیر نہ ہو۔اگر چہ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے کسی کا حق مار لیا لیکن حقیقت میں بہت ہی کم ظلم کا مال ہضم ہوتا ہے۔کسی پر کوئی مقدمہ قائم ہو گیا۔ہزاروں کے وارے نیارے ہو گئے کسی کو کوئی بیماری ایسی لگ جاتی ہے کہ دوا و ڈاکٹروں کی فیس میں گھر بک جاتا ہے کیا خوب کہا ہے۔شعر

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

(مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اللہ کی طرف سے قبولیت استقبال کو آتی ہے)

آنچہ برتو آید از ظلمات و غم

آں زبیبا کی و گستاخی است ہم

(تجھ پر جو ظلمات وغم آئیں تو اس کا سبب گستاخی و بے باکی ہے)

بعض مسلمان سود میں مبتلاء ہیں۔بہت کم ایسے ہوں گے جو سود دینے سے بچے ہونگے۔جائداد کو رہن کرتے ہیں سود دیتے ہیں بعض اوقات کسی نئی جائیداد پر مائل ہو کر مکان کو اور جائداد کو رہن کر دیتے ہیں اور برسوں سود دیتے رہتے ہیں جب سود دینے کی برائی سنتے ہیں تو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں تو بہ نہیں کرتے ایسے لوگوں کے حال سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ تو موت کے خیال سے کوسوں بھاگتے ہوں گے۔اگر موت کو قریب و یقینی سمجھتے تو کیوں اس طول امل و بلائے عظیم میں مبتلا ہوتے۔ایسے لوگوں کا بجز اس کے کوئی علاج نہیں کہ اس جائداد کو فوراً بیچ کر قرضہ سے اپنی جان کو آزاد کریں ورنہ سود کا قصہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا اگر کہیں اس

سے روپیہ برسنے کی امید تھی تو خریداری ہی کو اتنے عرصہ تک ملتوی کرنا چاہیے تھا جہاں تک تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ اکثر اپنی پہلی جائداد کو بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ سود لینے والے کو ستر گناہ ہوتے ہیں ان میں سے سے ادنیٰ یہ ہے کہ اپنی ماں سے برا کام کیا اور باقی ۶۹ اس سے زیادہ ہیں اور دینا لینا برابر ہے۔ **لقولہٗ علیه السلام وهم سواء**

اگر مہاجن آپس میں یہ تجویز کریں کہ کسی مسلمان کو ہرگز روپیہ نہ دیا جائے تو کاروائی کی ہزاروں تجویزیں سمجھ میں آ جاویں لیکن دین کی تو فکر ہی نہیں۔ سوچے ہماری بلا۔ اگر چھوڑنے کا ارادہ کیا جائے تو سو باتیں نکل آئیں لیکن بعضے ان میں سے خلاف وضع ہوں گی پھر وضع ہی کو اختیار کر لو یا دین کو۔ دنیا میں کوئی کسی پر عاشق ہو جاتا ہے تو کیا کیا ذلت گوارا کرتا ہے۔ بر سر بازار جوتیاں کھانا گوارا ہوتی ہیں لیکن دوست کی گلی نہیں چھوٹتی۔ اللہ تعالیٰ جوتیاں بھی نہیں لگاتے۔ محبت اور وضع داری جمع نہیں ہوسکتیں۔

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلوں باشی
بے زر گنج بصد حشمت قاروں باشی
در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

صاحبزادہ کی شادی میں اگر کہیں قرض نہ ملے تو آخری تجویز یہی ہوتی ہے کہ زمین زیور بیچ کر کام کیا جاوے اور یہ بس بلا ضرورت برادری کی خوشی کے واسطے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے اگر یہ کام کیا جائے تو کیا بعید ہے جب ظاہراً کوئی امید ادائیگی کی بالفعل نہیں ہے تو کس امید پر زیور مکان رہن کرتے ہو۔ کوئی بزرگوں کے پاس آ کر کہتا ہے صاحب ایسا تعویذ یا وظیفہ بتلائیے کہ قرض ادا ہو جائے۔ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی کہے صاحب تعویذ دیجئے کہ بیٹا ہو جائے لیکن نکاح نہ کروں گا تو پھر بیٹا کیا منہ سے جھڑے گا۔

(شوق اللقاء ملحقہ مواعظ موت وحیات ص ۳۶۰، ص ۳۶۴)

باغ کی بہار پھلنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت اور اس کی مصلحت

دیکھئے شرع کا حکم ہے کہ جب تک پھل نہ آ جائے بہار کا بیچنا حرام ہے بہت لوگ اس کی آرزو کرتے ہیں کہ یہ جائز ہوتا تو اچھا ہوتا۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ ناجائز ہو۔ دیکھئے بعض وقت پھل نہیں آتا تو خریداروں کو کس قدر خسارہ اٹھانا پڑتا ہے باقی اگر شبہ کیا جائے کہ اس میں خریدار کی مصلحت کی تو رعایت ہوئی مگر بیچنے والے کی مصلحت تو جاتی رہی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک عام فائدہ کے مقابلے میں خاص لوگوں کے فائدہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا چنانچہ ہر سلطنت میں اس پر نظر کی جاتی ہے۔

دیکھئے! بعض مرتبہ حکومت کی طرف سے امرود وغیرہ کھانے کی ممانعت ہو جاتی ہے اور اس کے بیچنے سے بھی روک دیا جاتا ہے حالانکہ اس میں بیچنے والوں کا نقصان ہے اور ان کی مصلحت کے خلاف ہے مگر چونکہ ممانعت میں تو صرف انہیں سو پچاس آدمیوں کا نقصان تھا۔ باقی ان کے سوا سب کا فائدہ۔ اور اجازت میں سب کا نقصان تھا اور صرف انہیں کا فائدہ تھا' اس لیے سب لوگوں کی مصلحت کے مقابلے میں چند لوگوں کی مصلحت کی کچھ پرواہ نہیں کی گئی۔ اور پھر کوئی شخص حکومت کے اس فیصلہ کو عقل کے خلاف نہیں سمجھتا۔ پس اسی طرح یہ حکم ہوا کہ بہار سے پہلے پھل نہ بیچو اگر مان لو کہ اس میں کسی ایک کا نقصان بھی ہو تو ہوا کرے۔ عام لوگوں کا تو بچاؤ ہو گیا۔ اور اول تو بیچنے والے کا نقصان بھی یقینی نہیں بلکہ پھل آنے کے بعد زیادہ دام ملنے کی امید ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ دس برس سے تو مجھے نقصان کا تجربہ ہو رہا ہے تو خیر آخر بات یہی ہے کہ بہت سے بہت ایک ہی کا تو نقصان ہوا۔ لیکن اور خریداروں کو تو نقصان سے بچا لیا کہ اگر پھل کم آتا تو ان کا کتنا نقصان ہوتا تو اب ایک کی مصلحت کو دیکھا جائے یا پچاس کی مصلحت کو اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو خود معاملہ کی صورت ہی اس کو ناجائز بتلا رہی ہے۔ کیونکہ جو چیز موجود نہ ہو اس کے بیچنے کو خود عقل بھی ناجائز کہتی ہے خدا جانے ان موقعوں

پر عقل کہاں چلی جاتی ہے۔ اگر بیچنے کو بغیر موجود ہونے پھل کے جائز رکھتے ہیں تو پھل آنے کی مدت تک کھانے کو بھی بغیر پھل آئے جائز رکھیں اور یوں بیٹھے ہوئے منہ چلایا کریں اور نور سے پیٹ بھر لیا کریں جو شخص بغیر کھانے کی چیز سامنے ہوئے کھا کر دکھلا دے گا۔ میں اس کو بغیر پھل آئے بیچنے کی بھی اجازت دیدوں گا۔ غرض عقل بھی اس کو حرام کہتی ہے تو اگر کوئی مصلحت بھی نہ ہوتی۔ تب بھی اس سے بچنا ضروری تھا۔

اب ایک بیہودہ عذر یہ ہے کہ صاحب اس مدت تک کون انتظار کرے۔ کیونکہ اگر بڑھنے تک انتظار کریں تو اس وقت تک باغوں کی خرید ہی ختم ہو جائے گی' کیوں کہ خریدار اس قدر نہیں ٹھہرتے۔ اس کا جواب میں صرف یہ دیتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کا یہی قانون ہو جائے جواب شریعت کا ہے تو اس وقت کیا کرو گے اور اگر اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے تو میں یہ کہوں گا کہ خدا کے حکم کی آپ کے نزدیک وہ وقعت بھی نہیں جو گورنمنٹ کے حکم کی ہے۔

صاحبو! صرف دنیا ہی کمانا تو مقصود نہیں۔ دنیا کماؤ۔ مگر خدا کو راضی رکھ کر اور اس کی فکر نہیں ہے تو پھر حاکموں کو راضی رکھنے کی بھی فکر چھوڑ دو اور ڈکیتی بھی شروع کر دو۔ افسوس کہ حاکموں کی ناراضی کی تو اتنی فکر اور خدا کی ناراضی کی پرواہ بھی نہ ہو۔ کیا خدا تعالیٰ حاکم نہیں ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اور صفائی معاملات

''اس مختصر مضمون میں چند واقعات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ خود صاحب افادات کو صفائی معاملات میں کس قدر احتیاط تھی۔ (**احقر قریشی غفرلہ**'')

حضرت حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کو صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز حاصل تھا چنانچہ خود فرماتے تھے

''اتنا چاہتا ہوں کہ صاف بات ہو' جو معاملہ ہو ایک طرف ہو کوئی الجھن باقی نہ رہے۔

لوگوں کو انکی خدمت انجام دے کر فارغ کرنا چاہتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۵۸)

اپنے معمولات میں دوسروں کی راحت کی تدابیر

میں نے اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں یہ ہی میرا اصل مذاق ہے اور صرف اپنی ہی راحت مقصود نہیں دوسروں کی راحت کا بھی خیال رکھتا ہوں۔

اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کا کیا خیال ہوگا کہ راستہ چلنے میں بھی اسکی رعایت رکھتا ہوں کہ اگر پشت کی جانب سے کسی آنے والے کی آہٹ معلوم ہوتی ہے تو میں سڑک کے کنارے ہو جاتا ہوں تاکہ اس آنے والے کو راستہ کی کوئی تنگی نہ ہو آزادی سے چلا جائے حالانکہ بعض مرتبہ وہ آنے والا بھنگی ہوتا ہے چمار ہوتا ہے مگر میں اس کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ بچ کر نکل جائے گا بلکہ خود ہی بچ جاتا ہوں میں بحمد اللہ ہر امر میں اس کا لحاظ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی پر ذرہ برابر گرانی نہ ہو بار نہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج اص ۲۹، ص ۲۹۱)

حقوق مدرسہ وحقوق مدرسین سے متعلق صفائی معاملات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اسکی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھدیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنے کا وقت اس میں خود لکھ دیا کریں۔ میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور مدرسہ کی رقم زائد دے دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینہ کے ختم پر منٹ تک جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلا واسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۴)

اھل خانہ سے صفائی معاملات

فرمایا سہواً کبھی خلاف ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھا کر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں برتن اٹھوالو کو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جوان کو اپنے گھر میں محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام چاہیے پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کیلئے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہہ دیتا ہوں وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست ان ہی کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بھی بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

گھر میں جو چیز اٹھاتا ہوں' بعد فراغت اس کو وہیں جا کر رکھتا ہوں جہاں وہ رکھی تھی تا کہ جس نے رکھی ہے وہ پریشان نہ ہو اور اس کو ڈھونڈنا نہ پڑے۔ گھر میں رات کو سوتے وقت احتیاطاً لوٹے میں پانی بھر کر رکھ لیتی ہیں اگر مجھے کبھی پانی کے استعمال کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹا بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو نہ بھرنا پڑے۔ (سیرت اشرف ص ۲۸۷ تا ۲۸۸)

اس ضمن میں ارشاد فرمایا ''مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم ضروری جزو ہے اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لئے کچھ قرض لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ لے بھی لیتے ہیں۔ میں انکے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوں میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس کا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلائے میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔ (حقوق العباد ص ۱۳۴۷ بحوالہ اسعد الابرار)

اسی لئے حضرت حکیم الامتؒ جب اپنے گھر والوں سے قرض لیا کرتے تو اسے باقاعدگی سے واپس فرماتے۔ ایک مرتبہ بڑی پیرانی صاحبہؒ سے ایک روپیہ لیا' رات کو خیال آ گیا دیکھا تو وہ جاگ رہی تھیں ارشاد فرمایا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ انہوں نے کہا اے ہے ایسی بھی کیا

جلدی ہے' ارشاد فرمایا مجھے واپس کئے بغیر نیند نہ آئے گی چنانچہ انہوں نے لے لیا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ اعظم گڑھ کے سفر میں فتوحات سے ایک ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ میرے اوپر اتنے روپیہ کا رکھنا بار ہو گیا' کیا کہوں ضعف قلب ہے زیادہ چیزوں کا بھی ملک میں ہونا گراں ہوتا ہے' میں نے پانچ سو کی چوڑیاں گھر کے لوگوں کو بنوا کر دیں اور پانچ سو ان کو نقد دے دیا' ان سے تو ظاہر نہیں کیا لیکن بجائے کرایہ کے میں نے وہ چوڑیاں بنوادیں کیونکہ میں انکے گھر میں رہتا ہوں۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (حسن العزیز ج ۱ ص ۳۲۲' ۳۲۳) کیونکہ حضرت حکیم الامت ان کو مکان حق مہر میں دے چکے تھے۔

یہاں تک کہ وصال سے تقریباً دو تین گھنٹے قبل چھوٹی پیرانی صاحبہؒ سے فرمایا کہ میں دونوں کو ماہوار خرچ دے چکا ہوں' انہوں نے تسلی دی کہ ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے ہمارے پاس خرچ بہت کافی موجود ہے آپ دے چکے ہیں تسلی رکھیں۔ (خاتمۃ السوانح ص ۶۱)

مالی معاملات کو لکھنے کی تاکید

مالی معاملات کو ہمیشہ لکھنے کی تاکید فرماتے چنانچہ فرمایا '' کانپور میں ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کا قرضہ دو مرتبہ ادا کیا۔ مجھے یاد تھا کہ میں دے چکا ہوں لیکن اس نے اعتبار نہیں کیا اور کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے'' **ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرًا او کبیرًا الی اجلہ**'' یعنی لکھنے سے اکتاؤ نہیں' چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا۔ (مقالات حکمت ج ۲ ص ۱۰۱)

معاملات کو لکھنے کا فائدہ

ایک مولوی صاحب نے کچھ برتن استعمال کیلئے حضرت والا کے یہاں سے منگا لئے تھے حضرت والا نے بوجہ اسکے مختلف گھروں کے تھے انہیں تحریر فرما لیا تھا۔ کہ فلاں فلاں برتن فلاں فلاں جگہ کے ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ معاملات کو لکھ لو '' ذالک

ادنیٰ اَلّا ترتابوا" آجکل یہ عیب میں داخل ہے کہ بڑے وہمی آدمی ہیں۔ بعض دفعہ یاد نہیں آتی کہ کس نے فلاں چیز لی تھی تو پریشانی ہوتی ہے۔ (حسن العزیز ج ۲ ص ۲۹۵)

اسی ضمن میں خود ارشاد فرمایا کہ منجملہ اور معمولات کے میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ قرض کی یادداشت کیلئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جسکو قرض دیتا ہوں اسمیں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو بہ اقساط ادا کرنے والے کے سامنے اس میں وصول لکھ لیتا ہوں اور اس کو دکھاتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول لکھ لیا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف اطمینان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے ماتحت ہوگا اس میں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی آجکل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ لیا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۶۴)

عقیدت مندانہ اجازت حاضری لینے والے سے صفائی معاملہ

اگر کوئی طالب حاضری کی اجازت چاہتا تو جب تک یہ متعین نہ کرا لیتے کہ آنے سے مقصود محض ملاقات ہے، ہرگز اجازت نہیں فرماتے تاکہ اسکا احتمال ہی نہ رہے کہ وہ تو کچھ مقصود ذہن میں لے کر آئے اور اس کا حصول اسکے زعم کے مطابق یہاں نہ ہو تو سفر کے ضائع ہو جانے کا افسوس ہو۔ (اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۵۴)

سفارش سے متعلق صفائی معاملہ

اول تو حضرت حکیم الامتؒ کسی کی سفارش نہ فرماتے تھے کیونکہ اکثر اس سے مخاطب کو تنگی ہوتی ہے لیکن اگر کبھی کسی اہل خصوصیت کیلئے سفارش تحریر فرماتے بھی ہیں تو جس سے سفارش فرماتے ہیں اسکو پوری آزادی دیتے ہیں اور اس قسم کی قیدیں لگاتے ہیں مثلاً کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کسی مصلحت کے بھی خلاف نہ ہو اور کسی کے حق تلفی بھی نہ ہو اور بلا تکلف اور امکان میں بھی ہو و مثل ذلک۔ غرض سفارش میں کسی پر جبر نہیں فرماتے۔

(اشرف السوانح ج ۳ ص ۵)

وصیت میں صفائی معاملات آئینہ دار ہیں

اگر اشرف السوانح جلد سوم میں حضرت حکیم الامت ؒ کے وصایا کو بہ نظر غائر پڑھا جائے تو ہر جزو سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر امر میں صفائی معاملات کس قدر مدنظر تھی۔ اور اس میں کس قدر تاکید فرمائی۔ سبحان اللہ

مستعار اشیاء کو جلد واپس کرنے کا اہتمام

فرمایا میری عادت ہے کہ میں مستعار چیزوں کو جلد واپس کر دیتا ہوں اور اگر کسی وجہ سے واپس نہ کر سکوں تو اسکی بہت حفاظت کرتا ہوں اور گھر میں سب چیزوں سے علیحدہ محفوظ جگہ میں اسکو رکھ دیتا ہوں اور گھر میں سب کو منع کر دیتا ہوں کہ اسکو استعمال نہ کریں کیونکہ اسکا استعمال درست نہیں۔ (مقالات حکمت ج ۲ ص ۱۰۱)

مدرسہ کا حساب کتاب صاف رکھنے کا اہتمام

فرمایا کہ اس مدرسہ میں متفرق مدوں میں چندہ آتا ہے میں نے سب کیلئے متفرق تھیلیاں تیار کر رکھی ہیں اور سب کا حساب جداگانہ ہر وقت صاف اور پاکیزہ رکھتا ہوں اور آمدنی اور یافتنی سب کو لکھتا ہوں اگرچہ چندہ سے ہی ہوں (مقالات حکمت ج ۲ ص ۱۰۱)

رسالہ صفائی معاملات

الحمد للّٰہ الذی ارسل الینا الرسول النّبی الامّی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یا مرھم بالمعروف و ینھا ھم عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم ام ھم والا غلال الّتی کانت علیھم -اللّٰھم اجعلنا من الذین امنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتّبعو النور الذی انزل معہ اولٓئک ھم المفلحون- صلوٰۃ اللّٰہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہ و اصحابہ الذین یھدون بالحق وبہ یعدلون-

اما بعد: نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ منجملہ اجزائے دین کے تصحیح معاملات بھی ہے بلکہ بعض اعتبار سے یہ اہم الاجزاء ہے مگر ہمارے زمانے میں سب سے زیادہ کوتاہی اور بے التفاتی اس مقدمہ میں واقع ہو رہی ہے اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ جو صورتیں اس وقت کثیر الوقوع ہیں ان کے احکام مختصر اور سلیس عبارت میں جمع کر دیے جاویں تا کہ علم باعث عمل ہو۔

ومن اللّٰہ التوفیق والاعانۃ۔

خرید وفروخت کا بیان

مسئلہ

آجکل عام رواج ہے کہ نرخ ٹھہرا کر خرید کرنے والا دام دیتا ہے اور بیچنے والا چیز دیتا ہے مگر زبان سے ایجاب وقبول نہیں ہوتا یہ بیع درست ہے۔

مسئلہ

جو شخص کوئی گھر فروخت کرے تو اس کی دیوار چھت سب بیع میں داخل ہو جاویں گی گو ان چیزوں کا علیحدہ علیحدہ نام نہ لیا جائے۔ اسی طرح جس شخص نے کوئی زمین بیچی تو اس میں جس قدر درخت کھڑے ہیں خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، پھل دار ہوں یا بے پھل کے سب بیع میں آجاویں گے اگرچہ تصریحاً ان کا نام نہ لیا جائے۔ البتہ اگر صریح الفاظ سے کہہ دے کہ گھر کی دیواریں یا چھت یا زمین کے درختوں کے ہم بیع نہیں کرتے اس صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے، صرف زمین فروخت میں رہے گی۔

مسئلہ

ایک درخت بیچا جس میں پھل لگ رہا ہے تو اگر فروخت میں پھل کا بھی ذکر کیا ہو تب تو بیع میں داخل ہو کر خریدار کا ہو جاوے گا اور اگر اس کا نام نہیں لیا تو بدستور بیچنے والے کا رہے گا۔ اسی طرح جس زمین میں کھیتی کھڑی ہے اور وہ زمین فروخت کر دی تو اگر بیع میں تصریحاً کھیتی کا بھی نام لیا گیا تب تو وہ بھی بک جاوے گی اور اگر اس کا کچھ ذکر نہیں کیا تو وہ بیچنے والے کی رہے گی۔ البتہ اس صورت میں بائع سے کہا جاوے گا کہ اپنا پھل اور کھیتی کاٹ کر زمین خالی کر کے سپرد کرو۔

مسئلہ

جب تک درخت پر پھل نہ آجائے اس وقت تک اسکے پھل کا بیچنا درست نہیں یعنی یہ بیع بالکل باطل ہے۔

مسئلہ

اور جب پھل نکل آوے اس کا بیچنا درست ہے مگر یہ شرط ٹھہرانا کہ ابھی پھل نہ اتارا جاوے گا یا اس کا رواج ہونا جیسا کہ ہمارے ملک میں ہے اس بیع کو فاسد کر دیتا ہے البتہ جہاں دونوں امر نہ ہوں وہاں درخت پر باجازت مالک درخت کے چھوڑ دینا جائز ہے لیکن اگر بعد بیچنے کے ان درختوں پر اور بھی پھل نکلا تو وہ نیا پھل حق بائع کا ہے اور پہلا پھل حق مشتری کا ہے اس لئے یہ صورت بھی خلجان کی ہے۔ پس یا تو ایسے وقت خریدے کہ تمام پھل آ چکے یا یہ حیلہ کرے کہ پورے درخت خرید لے تا کہ نیا پھل بھی اسی خریدار کا ہو اور بعد ختم ہونے فصل کے اصل درخت مالک کو واپس کر دے اور اس کے مقابلہ میں جو قیمت ٹھہری ہو وہ اس سے واپس کر لے۔

مسئلہ

اور اگر وقت خرید پھل تمام نکل چکا لیکن ابھی چھوٹا ہے اور بڑھنا باقی ہے تو مثل مسئلہ بالا کے بیع تو درست ہوگئی۔ لیکن درخت پر پھل کا چھوڑنا اگر مشروط یا معروف ہو تو عقد کا فاسد کرنے والا ہے البتہ بلا شرط اور بلا عرف اگر مالک کی اجازت سے ہو جائز ہے لیکن مالک جب چاہے اپنی اجازت سے رجوع کر سکتا ہے مشتری کو بے چون و چرا پھل اتارنا واجب ہوگا۔

مسئلہ

اور اگر بڑھ بھی چکا مگر صرف پختہ ہونا باقی ہے تو بقول امام محمدؒ اس وقت یہ شرط ٹھہرانا بھی جائز ہے کہ تا پختگی درخت پر رہنے دیں گے، اور کفایہ میں ہے کہ امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور اگر شرط نہ ٹھہرے ویسے ہی اجازت ہو جاوے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔ ہمارے دیار کے لوگ اگر ایسے وقت بیچا کریں تو امام محمدؒ کے مذہب پر معصیت سے محفوظ رہیں۔

مسئلہ

خربوزہ، تربوزہ وغیرہ کا حکم بھی مثل پھلوں کے ہے، اگر خرید کے وقت کل پھل نہ نکلا ہو بلکہ کچھ پھل بعد خرید کے نکلے بیع فاسد ہو جائے گی اس کی تدبیر یہ ہے کہ صرف پھل نہ خریدے

بلکہ مع بیلوں اور جڑ کے خریدے تو جو کچھ پیدا ہوگا یا بڑھے گا خریدار کا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اور تدبیر ہے دوسری ترکاریوں میں جیسے میتھی وغیرہ۔

مسئلہ

اکثر لوگ زراعت خام چری کے واسطے خرید لیتے ہیں یہ جائز ہے مگر بعد کاٹ لینے یا جانور کے چر لینے کے جو کچھ بڑھے گا وہ بائع کا ہوگا۔ البتہ اگر مع جڑ کے خرید کرلے جیسا اوپر کے مسئلہ میں بیان کیا گیا تب پیداوار دوبارہ کی بھی اسی مشتری کی ملک ہے مگر ان دونوں مسئلوں میں بائع کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر بائع کی اجازت پر اطمینان نہ ہو تو اس زمین کو ایک مدت معین کے لئے کرایہ پر لے لے اس مدت میں اس کی تمام کارروائی جائز ہو جاوے گی۔

مسئلہ

بیع فاسد سے شئے مبیعہ میں جو حرمت وخباثت آجاتی ہے وہ صرف مشتری اول کے لئے ہے اس کو واجب ہے کہ بیع کو فسخ کرے اور جو شخص اس مشتری سے آئندہ خریدے یا مشتری اس کو بطور ہدیہ کے دے اس کو حلال ہے اور بیع باطل سے جو حرمت آئی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی جہاں تک اس کے لینے دینے کا سلسلہ پہنچے گا سب کے لئے وہ شئے حرام رہے گی۔ پس یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ دام دینے سے حلال ہوگئی محض غلط ہے۔

مسئلہ

اگر باغ کا پھل فروخت کیا مگر ایک مقدار خاص پھل کی خواہ شمار کے حساب سے یا وزن کے حساب سے بیع سے مستثنیٰ کرالی جس کو ہماری اضلاع میں جنس کہا کرتے ہیں یہ جائز ہے مگر اس میں قرارداد ایسے طور سے ہونا چاہیے کہ باہم تکرار و منازعت نہ ہو۔

خیار شرط یعنی جا کڑ کا بیان

مسئلہ

بعض اوقات بیع نا تمام رہا کرتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف قیمت دریافت کر کے دیکھنے دکھلانے کے لئے لیجاوے اور خریداری واقع نہ ہو اس کو قبض علی سوم الشراء کہتے ہیں۔ اس میں اگر وہ شئے مشتری کے پاس ضائع ہو جاوے تو بازار کی قیمت دینی پڑے گی، ٹھہرائی ہوئی قیمت کا اعتبار نہیں۔ اگر وہ شئے مثلی ہے یعنی اس کا مثل کامل مل سکتا ہے تو مثل دینا پڑے گا جیسے گیہوں چاول کہ دوسرا گیہوں چاول اس کا مثل ہے۔ دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ بیع تو ٹھہر چکی یعنی بائع نے بیچ دیا اور مشتری نے خرید لیا مگر بعد بیع کے بائع نے یا مشتری نے کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا حد تین روز تک اختیار ہوگا خواہ اس بیع کو باقی رکھا جاوے خواہ توڑ دیا جاوے اس کو خیار شرط کہتے ہیں یہ بھی جائز ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو توڑ دیا تو ٹوٹ جاوے گی اور اگر جائز رکھا یا سکوت کیا اور وہ مدت گذر گئی تو بیع قطعی ہو جائے گی اب بدون رضامندی طرفین واپسی نہیں ہو سکتی اور اگر مدت اختیار کے اندر وہ چیز مشتری کے پاس ضائع ہو گئی یا ٹوٹ پھوٹ گئی تو اس کا بدلہ مشتری پر واجب ہوگا مگر اس میں یوں تفصیل ہے کہ اگر اختیار مشتری کا تھا تب تو ٹھہرائی ہوئی قیمت دینی پڑے گی اور اگر اختیار بائع کا تھا تو بازار کی قیمت یا اس شے مبیع کی مثل چیز واجب ہوگی جیسا قبض علی سوم الشراء میں تھا۔

مسئلہ

خیار شرط میں اگر بیع کو قائم رکھنا منظور ہو تو طرف ثانی کو اطلاع دینا ضروری نہیں بس مدت گذر جانے سے بیع قطعی ہو جائے گی اور اگر بیع کو توڑنا منظور ہو تو طرف ثانی کو اطلاع دینا مدت مقررکے اندر ضروری ہے ورنہ بیع بحال رہے گی۔

مسئلہ

جس شخص کے لئے اختیار ٹھہرا ہے اگر وہ مدت مقررہ کے اندر مر جاوے تو بیع قطعی ہو جائے گی اس کے وارثوں کو بیع کے توڑنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ

اگر مشتری و بائع کے سوا کسی تیسرے شخص کی رائے پر منظوری و نامنظوری بیع کی رکھی جاوے یہ بھی جائز ہے۔

شئے مبیع میں عیب نکلنے کا بیان

حدیث :۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کوئی چیز عیب دار بیچے اور اس عیب کو بیان نہ کرے تو وہ شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا یا یوں فرمایا کہ ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

مسئلہ

اگر بعد خریدنے کے خریدار کو کسی عیب پر اطلاع ہوئی تو اس کو اختیار ہے خواہ رکھے خواہ واپس کردے۔ البتہ اگر بیچنے کے وقت بائع نے یوں کہدیا کہ اس میں جو کچھ عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم خریدو یا نہ خریدو اور اس پر بھی خریدار رضامند ہوگیا پھر خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے واپسی کا اختیار نہ ہوگا اگرچہ عیبوں کا الگ الگ نام نہ لیا جاوے۔

بیع باطل اور فاسد کا بیان

مسئلہ

بعض جگہ دستور ہے کہ تالاب یا دریا کا ٹھیکہ ماہی گیروں کو دیدیا جاتا ہے اور دوسروں کو اس میں سے مچھلیاں نہیں پکڑنے دیتے یہ بالکل حرام ہے اور ایسی بیع بالکل درست نہیں محض باطل ہے پس نہ وہ قیمت زمیندار کو حلال ہوگی نہ ٹھیکیداروں کو جائز ہوگا کہ دوسروں کو مچھلیاں پکڑنے سے منع کریں بلکہ سب کو مچھلیاں پکڑنے کا شرعاً حق حاصل رہے گا۔ البتہ وہ ٹھیکہ دار اس میں سے پکڑ کر جو فروخت کرے گا چونکہ پکڑنے سے اس کے ملک میں داخل ہوگی اور بیع درست ہوگی لیکن اگر کسی غیر نے مچھلیاں پکڑلیں اور ٹھیکہ دار نے اس سے چھین کر فروخت کیں تو نہ ان کا بیچنا درست ہے اور نہ اس کا خریدنا درست ہے جس کو حال معلوم ہو۔

مسئلہ

اسی طرح کھڑی ہوئی گھاس بیچنا درست نہیں البتہ اگر اس شخص نے خاص جمنے کی نیت سے اپنی زمین کو جمنے سے پہلے پانی دیا ہو اور اس کا اہتمام کیا ہو تو حسب روایت ذخیرہ ؕ و محیط اس وقت وہ گھاس اس کی ملک میں داخل ہوگی اور بیع بھی درست ہوگی اور جس قدر خودرو نباتات غیر تنہ دار ہیں سب کا یہی حکم ہے اور جو درخت تنہ دار ہے جیسے شیشم، کیکر، ڈھاک اگرچہ خودرو ہو بقول امام محمدؒ اس کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس کا بیچنا درست ہے۔ پس اکثر جگہ جو رواج ہے کہ زمیندار لوگ کھڑی گھاس بیچ ڈالتے ہیں یا دوسروں کو اس زمین سے گھاس کاٹنے سے منع کرتے ہیں یا رعایا سے چرائی کا بکرا لیتے ہیں یہ سب ظلم ہیں۔

مسئلہ

بعض لوگ جب سنتے ہیں کہ خودرو گھاس مملوک نہیں تو زمین تو ہماری مملوک ہے ہم اپنی زمین میں دوسرے شخص کو نہیں آنے دیتے ہم کو اختیار ہے اور اس حیلہ سے گھاس روکتے ہیں سو

ؕ فقہ کی ۲ کتابیں ہیں۔

سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے تو خود گھاس چھیل کر اس شخص کو دینا چاہیے البتہ اگر دوسری پاس کی زمین سے اس کا کام چل سکے تو اس وقت روکنا جائز ہے۔ اگر وہ بھی روکے تو اس ظلم کے گناہ میں سب شریک ہوں گے۔

مسئلہ

مردار کا کچا چمڑا اگر تازہ ہو تو اس کا بیچنا درست نہیں اور اگر خشک ہو گیا ہو تو اس کا بیچنا درست ہے کیونکہ خشک ہو جانا دباغت ہے۔ یہی حکم ہے مردار کی ہڈی اور بال وغیرہ کا مگر آدمی اور خنزیر کی کھال وغیرہ کی بیع درست نہیں۔

مسئلہ

بعض لوگ کوئی چیز مثل گائے، بیل یا اور کچھ ایک معین قیمت سے خرید کرتے ہیں اور جب قیمت ادا نہیں ہو سکتی تو بائع کے ہاتھ اس چیز کو کچھ کم قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں یہ جائز نہیں، البتہ اگر ایسی ضرورت پیش آوے تو اس کا حیلہ یوں ہو سکتا ہے کہ اصل بائع تھوڑی دیر کے لئے بقدر قیمت معینہ سابق کے روپیہ بطور قرض دیدے اور مشتری اسی روپیہ کو اصل قیمت میں ادا کر دے اس کے بعد وہ چیز کم قیمت میں بائع کے ہاتھ بیچ ڈالے اور جو باقی رہے وہ اس کے ذمہ قرض رہے گا۔

مسئلہ

اگر ایک مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ ایک مہینہ تک مثلاً خالی نہ کیا جاوے گا بلکہ بائع اپنے قبضہ میں رکھے گا یہ شرط فاسد ہے اور اس سے بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اگر بیع میں یہ شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ بیع بلا شرط رہی اور بعد بیع کے مشتری نے بخوشی اجازت بائع کو رہنے کی دیدی تو یہ درست ہے۔ اسی طرح جتنی شرطیں خلاف مقتضائے معاملے کے ہوں ان کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ

بعض لوگ صرف خریداروں کو دھوکہ دینے کی غرض سے جھوٹ موٹ خریدار بن جاتے ہیں اور دام بڑھا کر کہہ دیتے ہیں تاکہ ناواقف پھنس جاوے یہ فعل حرام ہے۔

مسئلہ

دو شخص کسی سودے میں باہم گفتگو کر رہے ہیں اور ایک قیمت پر دونوں رضامند ہو گئے، صرف ایجاب وقبول ہی کی کسر رہ گئی ایسی حالت میں دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ زیادہ قیمت لگادے کہ ان کا سودا بگاڑ کر خرید لے۔ البتہ اگر ہنوز رضامندی نہیں ہوئی تو قیمت بڑھا دینا جائز ہے جیسا نیلام میں ہوتا ہے۔

مسئلہ

بعضے لوگ جمع ہو کر کسی چیز پر چٹھیاں ڈالتے ہیں اور چندہ کر کے مالک کو قیمت ادا کر دیتے ہیں پھر جس کا نام نکل آیا وہ چیز اس کی سمجھی جاتی ہے اور دوسروں کے سب نام برباد ہو جاتے ہیں یہ حرام اور جوا ہے۔

مسئلہ

آجکل بہت سی نئی نئی تجارتیں ایجاد ہوئی ہیں جان بیمہ اور شادی فنڈ وغیرہ چونکہ ان میں اکثر ربوا اور قمار ہے اس لئے ان میں شرکت کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر علماء دیندار کی تحقیق سے کوئی صورت جائز ہو تو مضائقہ نہیں

مسئلہ

بعد اذان جمعہ کے خرید وفروخت کرنا ممنوع ہے۔

مرابحہ یعنی نفع پر بیچنا اور تولیہ یعنی برابر داموں پر بیچنا

مسئلہ

اس میں جتنا خرچ پڑا ہے اس کا جوڑ لینا اصل داموں میں درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ اتنے کو خرید کیا ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے بلکہ یوں کہدے کہ اصل اور خرچ سب ملا کر اس قدر ہے۔

مسئلہ

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مال ایک جگہ سے خرید کر اپنے گھر میں بیوی یا کسی اولاد یا ملازم کے ہاتھ فرضی بیچ کر ڈالتے ہیں اور پھر اسی سے یا اس نے جس کے ہاتھ اسی طرح بیچ کیا ہو زیادہ قیمت پر خرید لیتے ہیں تاکہ نفع پر بیچنے کے وقت قسم کھانے کی گنجائش ہو کہ ہم نے اتنے کو خریدا ہے یہ فعل بالکل حرام ہے اور سخت دھوکا ہے۔ کیونکہ خریدار اصل خرید کو دریافت کرتا ہے اور اس کے بتلانے کے وقت یہی سمجھتا ہے۔

مسائل متفرقہ

مسئلہ

بعض لوگ استحکام وعدہ بیع کے لئے ایک آدھ روپیہ پیشگی دے جاتے ہیں اور اس کو بیعانہ کہتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے خریدار کی جانب سے وعدہ خلافی پیش آوے تو بائع وہ روپیہ واپس نہیں دیتا یہ کسی طرح درست نہیں۔ گو وعدہ خلافی بلاوجہ بری بات ہے مگر اس کا روپیہ مار لینے کا کوئی حق نہیں۔

مسئلہ

بعض لوگ اس شرط سے بیعانہ لیتے ہیں کہ اگر اس سے زیادہ قیمت دینے والا نہ آیا تب تو یہ چیز تمہاری رہی ورنہ تم کو بیعانہ واپس کر کے اس شخص کو یہ چیز دے دیجاوے گی تو اس میں تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ معاہدہ مذکورہ بطور وعدہ بیع کے ہو بیع نہ ہو تب اس معاہدہ کے یہ معنی ہوں گے کہ ابھی تمہارے ہاتھ فروخت نہیں کرتے بلکہ انتظار دوسرے خریدار کا کرتے ہیں۔ اگر اس نے زیادہ قیمت دی اس کے ہاتھ فروخت کردینگے ورنہ اس قدر قیمت پر تمہارے ہاتھ فروخت کر دیں گے۔ اس طرح یہ معاملہ درست ہے لیکن چونکہ مان لیا گیا ہے کہ ابھی بیع نہیں ہوئی اس لئے بائع اور مشتری دونوں اس معاہدہ کی تکمیل نہ کرنے کے مختار

ہیں۔ کوئی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا مثلاً اگر کوئی زیادہ کا خریدار نہیں آیا اور مشتری نے بھی نہ لینا چاہا تو بیعانہ واپس کر دینا واجب ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سر دست بیع ہوگئی مگر قطعی نہیں ہوئی بلکہ خیار شرط کے طور پر ہوئی یہ بھی جائز ہے مگر اس میں تمام احکام بیع خیار کے جاری ہوں گے جس کا مفصل بیان اوپر گذر چکا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بیع قطعی ہوگئی پھر اس میں وہ شرط مذکور لگائی سو چونکہ یہ شرط فاسد ہے اس لئے یہ بیع نادرست رہے گی۔

مسئلہ

اکثر لوگ ادھار سودا لینے والے کو گراں دیتے ہیں مثلاً نقد قیمت دینے والے کو روپیہ کا بیس سیر غلہ دیتے ہیں اور جو شخص ہفتہ دو ہفتہ بعد قیمت دے گا اس کو اٹھارہ سیر دیتے ہیں یہ جائز ہے اس کا کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اول اس کی صفائی کر لی جاوے کہ قیمت نقد ملے گی یا ادھار اور اگر مطلق بیع کر دی اور بیع کرنے کے ساتھ یہ کہا کہ تم یہ سودا لئے جاتے ہو اگر ابھی قیمت دے جاؤ گے تو ایک روپیہ ورنہ سوا روپیہ یہ البتہ جائز نہیں۔

مسئلہ

اپنے مال کا اختیار ہے جس قدر نفع چاہیں اس میں حاصل کریں اگر ایک پیسہ کی چیز سو روپیہ کی فروخت کریں اجازت ہے۔ بشرطیکہ خریدار سے کوئی دھوکہ بازی نہ کریں صاف کہہ دیں کہ میں اتنے کو فروخت کرونگا خواہ لو یا نہ لو۔ البتہ اگر نفع پر فروخت کرنے کا معاہدہ ہوا ہے یا ایک شخص نے بذریعہ اشتہار زبانی یا تحریری اعلان کر رکھا ہے کہ میری دوکان میں ایک رکنی نفع پر مال ملا کرے گا ان دونوں صورتوں میں زیادہ نفع لینا دھوکہ اور حرام ہے۔

مسئلہ

منقولات میں سے جو چیز خریدے جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں۔ پس قبل مال پہنچنے کے صرف بیجک دکھلا کر معاملہ کرنا درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ

اگر روپیہ کی کوئی چیز فروخت کی اور خریدار نے بجائے روپیہ کے ایک روپیہ کے پیسے دیدئے تو لے لینا جائز ہے اس طرح اگر باہم رضامندی ہو جاوے کہ اس روپیہ کا فلاں کپڑا یا اس قدر غلہ ہم کو دیدو یہ بھی جائز ہے لیکن چونکہ یہ مبادلہ ہے اس لئے ربوا کی صورتوں سے اس میں احتیاط کرنی چاہیے مثلاً بیس روپے کسی کے ذمہ چاہیے اور بجائے اس کے بیس روپیہ کی اشرفی ادا کرنا قرار پایا سو اس میں یہ واجب ہوگا کہ جس مجلس میں یہ تجویز قرار پائی ہے اسی مجلس میں اشرفی لیجاوے یہ نہ ہو کہ تجویز طے کر کے علیحدہ ہو جاویں پھر دوسرے وقت پر اشرفی لے جاوے۔

مسئلہ

بعد تکمیل بیع کے اگر قیمت میں کچھ رعایت کر دیجاوے خواہ بائع کی جانب سے یعنی تخفیف کر دی جاوے یا مشتری کی جانب سے یعنی بڑھا دی جاوے یہ درست ہے۔ اسی طرح جو چیز مول لی ہے اس میں کچھ بیشی کر دی جاوے یہ بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر جگہ جو دستور ہے کہ بعد سودا لینے کے بائع سے کچھ اور مانگ لیتے ہیں بعض اس کو رونگا کہتے ہیں اور بعضے اس کو لبھاؤ کہتے ہیں۔ اگر بائع خوشی سے دیدے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ

بعضے لوگ جانوروں کو کھلانے کے لئے کچی کھیتی گیہوں یا جو وغیرہ خرید لیتے ہیں اسکو خوید کہتے ہیں تو یہ جائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا مگر بعضے جو یہ شرط ٹھہرا لیتے ہیں کہ بعد کاٹنے کے بائع اس کو دوبارہ پانی دے اور اس سے جو دوبارہ پیداوار ہوگی اسکو بھی ہم ابھی خریدتے ہیں سو اس صورت میں اول تو ایک جزء مبیع کا موجود نہیں۔ دوسرے پانی دینا بائع کے ذمہ رکھا گیا ہے جو شرط فاسد ہے اس لئے یہ بیع ناجائز ہے۔

مسئلہ

بعض جگہ بوروں میں بھرا ہوا غلہ کسی خاص نرخ سے اس طرح خریدتے ہیں کہ مع بوروں کے وزن کرلیا اور ان میں سے ایک بورا خالی وزن کر کے تمام بوروں کو ہموزن قرار دے کر حساب کر کے اس قدر منہا کر دیا۔ یہ جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے بوروں کے وزن میں کچھ کمی بیشی ہو، اگر ایسی ضرورت ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس حساب سے جس قدر وزن کا غلہ قرار پایا ہے اس وزن سے معاملہ کو متعلق نہ رکھیں بلکہ بالمقطع یہ کہہ دیا جائے کہ اس مجموعہ غلہ کے یہ دام ہیں خواہ بوروں میں جس قدر سمجھا گیا ہے اسی قدر ہو یا اس سے کم و زیادہ ہو اور طرفین اس پر رضامند ہو جاویں اس طرح درست ہے۔

مسئلہ

بعض جگہ غلہ کھتوں[1] میں بھرا ہوتا ہے صرف بیجک دکھلا کر اس کو فروخت کر دیتے ہیں اور خریدار دوسرے کے ہاتھ اسی طرح فروخت کر دیتا ہے بعض اوقات یہ سلسلہ دور تک چلتا ہے یہ جائز نہیں لیکن دو شرط سے جائز ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ گو اپنے حساب سے اس کو ایک خاص مقدار پر سمجھ رکھا ہے۔ مگر معاملہ اس وزن پر نہ کریں بلکہ یوں کہیں کہ جس قدر غلہ اس میں مدفون ہے وہ اتنے کا ہے۔ دوسرے یہ کہ خریدار اول اس کھتہ پر قبضہ کر لے اور پھر وہ بھی خریدار آئندہ کے ہاتھ انہی شرطوں کے موافق فروخت کرے لیکن اگر بتلائی ہوئی مقدار سے کچھ کمی بیشی نکل آئے تو کوئی جوابدہ نہیں ہے۔

سود کا بیان

اس کے مسائل بہت نازک ہیں۔ اکثر لوگ باوجود نیک نیتی کے اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے اول ایک قاعدہ کلیہ لکھا جاتا ہے اس کے سمجھ لینے سے سینکڑوں ہزاروں صورتوں کا حکم معلوم ہو جائیگا۔ اس کے بعد چند فرعی مسئلے بطور تمثیل کے لکھے جاویں گے۔ اس قاعدہ کے لئے اول ایک تمہید سمجھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جن چیزوں سے معاملہ متعلق ہوتا ہے وہ

---

[1] وہ گڑھا جس میں غلہ بھر کر رکھتے ہیں۔

تین قسم کیہیں یا تو وزن سے ان کا لین دین ہوتا ہے یا کسی ظرف سے ناپی جاتی ہیں۔ یا نہ تو لی جاویں اور نہ کسی ظرف سے ناپی جاویں۔ مثلاً غلہ کہیں تول کر بیچنے کا دستور ہے کہیں برتن میں بھر کر ناپنے کا۔ یہ چیزیں مکیل اور موزون کہلاتی ہیں۔ اور چاندی اور سونا بھی موزون ہے گو بوجہ معین ہونے وزن سکہ کے روپیہ اشرفی کو کوئی نہ تولتا ہو اور جو چیز گن کر بیچی جاوے یا گزوں سے ناپ کر وہ قسم سوم میں داخل ہے یعنی نہ موزون ہے نہ مکیل ہے اس موزون و مکیل ہونے کی صفت کو قدر کہتے ہیں' اب اس لفظ مختصر کو یاد رکھنا چاہیے۔ دوسرا امر یہ جاننا چاہیے کہ ہر شئے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے مثلاً گیہوں کا گیہوں ہونا چاندی کا چاندی ہونا کپڑے کا کپڑا ہونا اس کو جنس کہتے ہیں۔ یہ لفظ بھی یاد رکھنا چاہیے اب یہ دو لفظ یاد رکھنے کے قابل ہوئے' ایک قدر دوسرا جنس' یہ دونوں لفظ آگے کام آویں گے پس جن اشیاء میں مبادلہ واقع ہوتا ہے کبھی وہ قدر میں متحد و مشترک ہوتی ہیں اور جنس میں مختلف مثلاً گیہوں اور چنا کہ قدر میں تو مشترک ہیں کیونکہ دونوں یا موزون ہیں یا مکیل مگر جنس مختلف ہے کیونکہ ایک کی حقیقت گیہوں ہے دوسرے کی حقیقت چنا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جنس میں تو اتحاد ہوتا ہے مگر قدر میں اتحاد نہیں ہوتا مثلاً تنزیب تنزیب کہ جنس یعنی حقیقت تو متحد ہے مگر قدر یعنی مکیل اور موزون ہونا بالکل ندارد ہے۔ جب قدر ہی نہیں تو اتحاد قدر کہاں یا بکری بکری کہ جنس تو ایک ہے مگر چونکہ موزون اور مکیل نہیں اس لئے نہ قدر ہے نہ اتحاد قدر۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قدر بھی متحد اور جنس بھی متحد جیسے گیہوں گیہوں کہ قدر بھی ایک اور جنس بھی ایک کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہ جنس ایک نہ قدر ایک جیسے روپیہ اور کپڑا یا روپیہ اور جانور کہ نہ جنس ایک نہ قدر ایک پس یہ اشیاء چار قسم کی نکلیں۔ (۱) متحد القدر والجنس۔ (۲) متحد القدر غیر متحد الجنس۔ (۳) متحد الجنس غیر متحد القدر۔ (۴) غیر متحد الجنس والقدر۔ جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی اب وہ قاعدہ سمجھنا چاہیے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو دو چیزیں متحد القدر والجنس ہوں ان کے مبادلہ میں دو امر واجب ہیں' ایک یہ کہ دونوں وزن یا پیمانے میں برابر سرابر ہوں۔ دوسرے یہ کہ دونوں دست بدست ہوں۔ مثلاً اگر گیہوں کو باہم بدلنا چاہیں تو نہ اس میں کمی بیشی درست ہے یعنی ایک طرف [1] سیر بھر ہوں اور دوسری

---

[1] پہلے زمانے میں من' سیر' چھٹانک وغیرہ وزن کے پیمانے تھے آج کل کلو' گرام وغیرہ وزن کے پیمانے ہیں۔

جانب سوا سیر۔ درست نہیں بلکہ دونوں طرف سیر سیر یا سوا سوا سیر ہونا ضروری ہے اور نہ یہ درست ہے کہ ایک تو سر دست لیلے اور دوسرا کل یا پرسوں یا تھوڑی دیر کے بعد لے بلکہ ایک مجلس میں دونوں کو اپنا اپنا حق لے لینا واجب ہے۔ اور جو چیزیں متحد القدر غیر متحد الجنس ہوں یا متحد الجنس غیر متحد القدر ہوں۔ ان دونوں قسموں کا حکم ایک ہے۔ وہ یہ کہ ان میں کمی بیشی تو جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں مثلاً گیہوں اور چنا آپس میں بدلنا چاہیں یہاں قدر ایک ہے اور جنس ایک نہیں یا بکری بکری بدلنا چاہیں یہاں جنس ایک ہے مگر قدر ایک نہیں۔ کیونکہ قدر کہتے ہیں وزن اور کیل کو اور وہ یہاں ہے نہیں تو ان میں کمی بیشی تو جائز ہے یعنی گیہوں سیر بھر ہوں اور چنا دو سیر۔ مثلاً ایک طرف ایک بکری دوسری جانب دو بکریاں یہ درست ہے مگر ایک جانب نقد اور دوسری جانب ادھار ہو یہ جائز نہیں دست بدست لین دین واجب ہے۔ اور جو چیزیں نہ متحد القدر ہوں نہ متحد الجنس۔ ان میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور نقد ادھار کا فرق بھی جائز ہے۔ مثلاً سو روپیہ کا گھوڑا لیا یہاں نہ جنس متحد ہے نہ قدر۔ اس جگہ نہ دست بدست ہونا ضروری ہے نہ برابری ہونا ضروری ہے' اس قاعدے کا حاصل چار قاعدے ہوئے:۔

قاعدۂ اول

اشیاء متحد القدر متحد الجنس میں برابری اور دست بدست ہونا واجب ہے۔

قاعدۂ دوم

اشیاء غیر متحد القدر و غیر متحد الجنس میں نہ برابری واجب ہے نہ دست بدست ہونا واجب ہے۔

قاعدۂ سوم

اشیاء متحد الجنس غیر متحد القدر میں دست بدست ہونا واجب ہے اور برابری ضروری نہیں۔

قاعدہ چہارم

اشیاء متحد القدر غیر متحد الجنس میں بھی مثل قاعدہ سوم دست بدست ہونا واجب ہے۔ برابری ضروری نہیں۔

ان چاروں قاعدوں کے خلاف جب لین دین ہوگا وہ شرعاً سود میں داخل ہے یعنی جس جگہ دست بدست ہونا واجب ہے وہاں اگر ایک جانب بھی ادھار ہو سود ہو جاویگا اور جہاں برابری ضروری ہے وہاں اگر کسی طرف کمی بیشی ہوگی سود ہو جاویگا اور جہاں برابری اور دست بدست ہونا دونوں امر واجب ہیں وہاں ادھار سے بھی سود ہو جاویگا اور کمی بیشی میں بھی سود ہو جاوے گا اب چند مسائل جزئی معلوم کر لینے چاہئیں۔

مسئلہ

اکثر گھروں میں دستور ہے کہ گیہوں کا آٹا مکئی کے آٹے سے بدل لیتے ہیں یا خود گیہوں اور مکا کا مبادلہ کرتے ہیں اگر دونوں دست بدست ہوں جائز ہے گو ایک کم ہو دوسرا زیادہ کیونکہ قدر میں دونوں متحد ہیں اور جنس میں مختلف اس لئے کمی بیشی درست ہے مگر ادھار درست نہیں۔

مسئلہ

اکثر پرانے اور نئے گیہوں آپس میں بدلے جاتے ہیں سو اس کے درست ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دونوں برابر ہوں دوسرا یہ کہ دست بدست ہوں۔ اگرچہ ایک جانب گیہوں بیش قیمت ہوں اور دوسری جانب کم قیمت۔ جب بھی زیادتی کمی جائز نہیں' کیونکہ یہاں جنس اور قدر دونوں متحد ہیں۔ اس لئے نہ کمی بیشی درست ہے نہ ادھار۔

مسئلہ

اگر کسی مقام پر بوجوہ اختلاف نرخ کے ایک جنس کی چیزوں کو کمی بیشی کے ساتھ بدلنا منظور ہو مثلاً ایک شخص کے پاس بیس سیر والے عمدہ گیہوں ہیں اور دوسرے کے پاس چالیس

سیر والے خراب گیہوں ہیں اور ان کو باہم بدلنا چاہتے ہیں۔ یہاں برابر بدلنے میں ایک کا نقصان ہے اور کمی بیشی بوجہ اتحاد جنس کے جائز نہیں۔ اس کا طریق جواز یہ ہے ایک شخص دوسرے کے ہاتھ اپنے گیہوں بعوض روپئے کے فروخت کردے تو گو روپیہ نقد موجود نہ ہو۔ اب وہ روپیہ اس کے ذمہ واجب الادا ہو جائے گا تب اس سے کہے کہ اس روپے کا عوض ہم کو یہ گیہوں دیدو اور وہ اپنی رضامندی سے دیدے اس طرح درست ہو جاوے گا۔

مسئلہ

بعض اوقات مستورات گیہوں کو گیہوں کے آٹے کے عوض برابر بدلتی ہیں اور گیہوں کے ساتھ اس کی پسائی کی اجرت بھی دیدی جاتی ہے یہ جائز نہیں خواہ پسائی دیں یا نہ دیں۔ اسی طرح گیہوں اور ستو کا مبادلہ آٹے اور ستو سے جب کہ یہ ایک ہی قسم کے غلے سے ہوں جائز نہیں اگرچہ برابر سرابر دست بدست ہوں۔ اس کی وجہ عوام کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ البتہ اگر ایسی ضرورت واقع ہو تو وہی تدبیر مذکور کی جاوے کہ ایک چیز کو داموں کے عوض فروخت کردیں پھر انہی داموں سے دوسری چیز خرید لیں۔

مسئلہ

ادھار اس جگہ ناجائز ہے جہاں دو چیزوں میں ادلا بدلا مقصود ہو جیسے اوپر کے دو مسئلوں میں کہ گیہوں اور مکئی یا پرانے اور نئے گیہوں میں مبادلہ واقع ہوا ہے ان میں ادھار درست نہ ہوگا اور جہاں ادلا بدلا مقصود نہ ہوگا بلکہ اپنے پاس ایک شئے کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ادھار لینے سے محض یہ مقصود ہو کہ اس وقت اپنا کام نکال لیا جائے اور جب اپنے پاس ہوگا اس کو اس کا حق ادا کردیں گے۔ اس صورت میں ادھار درست ہے۔ مگر اس کا حکم یہ ہے کہ جیسی چیز ادھار لی ہے ویسی ہی اور اتنی ہی ادا کردیجائے نہ کمی بیشی کی شرط درست ہے اور نہ دوسری جنس کا ٹھہرانا درست ہے اور نہ اچھی بری کا فرق مقرر کرنا جائز ہے مثلاً ایک شخص کے پاس اس وقت آٹا نہیں اپنے پڑوسی سے سیر بھر آٹا قرض لے لیا ہو ظاہر ہے کہ اس کو خاص مبادلہ کرنا

مقصود نہیں، کیونکہ اگر اس کے پاس موجود ہوتا تو وہی پکا لیتا بدلتا کیوں پھرتا بلکہ محض اس وقت کی کارروائی مقصود ہے اور جب اس کے پاس ہوگا اس کا آٹا ادا کر دیگا۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر قرض لینے کے وقت یہ شرط ٹھہرانا درست نہ ہوگا کہ سیر بھر کا سوا سیر دینگے یا اس سے عمدہ آٹا دینگے یا گیہوں کا لیتے ہیں مکئی یا چنے کا دینگے اگر ایسی شرط ٹھہراویں گے تو یہ سود ہو جاویگا۔ کیونکہ مبادلہ مقصود ہوگیا اور جواز مبادلہ کے شرائط یہاں مفقود ہیں البتہ اگر محض رعایت کر کے جیسا لیا تھا اس سے اچھا کر دیا، یا دوسرے شخص نے رعایت کر کے اس سے گھٹیا قبول کر لیا یا وقت مطالبے کے یہ کہا کہ ہمارے پاس گیہوں کا آٹا اس وقت نہیں ہے اس کے عوض مکئی کا لے لو خواہ کم یا زیادہ اور دوسرا رضامند ہوگیا اور جس وقت یہ رضامندی باہمی ہوئی ہے اسی وقت حساب بیباق کر دیا تو جائز ہے۔ اگر بعد اس رضامندی کے نصف کا عوض غیر جنس سے دیا گیا اور نصف حق باقی رہا تو جائز نہیں ہوگا۔ اگر کسی شخص کے پاس بقدر نصف کے غیر جنس موجود ہو تو چاہئے کل کے معاوضے میں غیر جنس نہ ٹھہراویں بلکہ یوں کہیں کہ تم اپنے نصف حق واجب کے عوض یہ غیر جنس لے لو اور نصف کا مطالبہ بدستور باقی اور قائم رہیگا پھر اس نصف کے عوض اگر عین جنس دینا چاہیں تب تو کچھ کلام ہی نہیں اور اگر غیر جنس دینا چاہیں تو اس کے لئے رضامندی جدید کی ضرورت ہوگی اور اس کے لئے بھی ضرور ہوگا کہ جس وقت باہم رضامندی ہوئی ہے اسی وقت بیباق کر لیا جاوے غرض یہ کہ کل حق کے عوض غیر جنس کا طے ہو جانا اور پھر کچھ وصول ہونا اور کچھ رہ جانا جائز نہیں۔

مسئلہ

اکثر دستور ہے کہ سرسوں کے بدلے سرسوں کا تیل لیتے ہیں سو اس کا حکم یہ ہے کہ سرسوں میں جو تیل نکلے گا اگر وہ بالیقین اس تیل سے کم ہو تب تو یہ مبادلہ درست ہے، اور اگر وہ تیل سرسوں میں سے نکلنے والا اس تیل سے زیادہ ہو یا برابری ہو یا برابر اور کمی بیشی کا حال معلوم نہ ہو تو یہ مبادلہ درست نہیں۔ اور اگر ایسا ہی بدلنا ضروری ہو تو اس کے جواز کا حیلہ وہی

ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی سرسوں کو بعوض روپیہ یا پیسوں کے خرید کیا جاوے پھر ان پیسوں یا روپیہ کا تیل خرید لیا جاوے گو یہ روپیہ پیسہ نقد نہ دیا جاوے محض زبانی معاملہ بھی درست ہو جاوے گا۔

مسئلہ

اکثر بنکوں میں سود کا لین دین ہوتا ہے اس میں روپیہ داخل کر کے حصہ دار بنکر اس کا نفع لینا درست نہیں کیونکہ کارکنان بنک مالکان روپیہ کے وکیل ہیں اور وکیل کا فعل مثل فعل مؤکل ہے گویا اس روپیہ والے نے خود لین دین سود کا کیا۔ البتہ جس کارخانے میں سود کا لین دین نہ ہو اور نہ کوئی فاسد معاملہ ہو اس سے معاملہ مضاربت کرنا درست ہے۔

مسئلہ

بعض سودی بنکوں میں روپیہ امانۃً جمع کر دیتے ہیں اور اس کا نفع نہیں لیتے سو چونکہ بالیقین بنک میں روپیہ بعینہ محفوظ نہیں رہتا کاروبار میں لگا رہتا ہے اس لئے وہ امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور گو اس شخص نے سود نہیں لیا مگر سود لینے والوں کی اعانت قرض سے کی اور اعانت گناہ کی گناہ ہے اس لئے داخل کرنا بھی درست نہیں۔

مسئلہ

بعضے لوگ اپنا روپیہ جو انہوں نے کسی تجارت کی کوٹھی میں جمع کیا ہے۔ کم یا زیادہ روپیہ کے عوض دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اس میں دو خرابیاں ہیں' ایک تو یہ کہ دست بدست نہیں اور دوسرے برابر سرابر نہیں۔ اور روپیہ کے عوض جو روپیہ فروخت کیا جائے اس میں دونوں امر شرط ہیں اس لئے یہ جائز نہیں۔ البتہ اگر برابر سرابر روپیہ کے مقابلہ میں دیا جاوے تو بتاویل حوالہ معاملہ درست ہے۔ اسی طرح نوٹ جو بکتا ہے وہ بھی حقیقت میں حوالہ ہے وہ اسی شرط سے درست ہے کہ جتنے کا نوٹ ہے اتنے ہی کو فروخت ہو ورنہ کمی بیشی میں سود ہو جاوے گا۔

قاعدہ ضروریہ

قرض دینے والے کو قرض لینے والے سے قرض کے دباؤ یا رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص کسی کو قرض دے پھر وہ قرض لینے والا اس شخص کو کچھ ہدیہ دے یا گھوڑے وغیرہ پر سواری دے تو اس شخص کو چاہیے کہ نہ سوار ہو اور نہ ہدیہ قبول کرے ہاں اگر پہلے سے ان دونوں میں اس قسم کے رسوم جاری ہوں تو مضائقہ نہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں۔ اور انہی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک شخص دوسرے کو قرض دے تو اس کو چاہیے کہ کوئی ہدیہ نہ لے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے اپنی تاریخ میں۔ اسی طرح ہے منتقی میں۔ اور ابو بردہ بن ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا اور عبداللہ بن سلامؓ سے ملا اور انہوں نے فرمایا کہ تم اسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کی کثرت ہے، تو جب کسی شخص کے ذمہ تمہارا کچھ حق چاہتا ہو اور وہ تمہارے پاس بھوسہ یا جو یا گھاس کی گٹھڑی بھیجے تو تم اس کو مت لینا کیونکہ یہ سود ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔ یہ تینوں حدیثیں مشکوٰۃ سے نقل کی گئی ہیں، اس قاعدے سے بہت سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں بطور تمثیل کے بعضے مذکور ہوتے ہیں۔

مسئلہ

بعض مقروض دوکاندار بوجہ رعایت قرضے کے قرض خواہ کو بلا نفع سودا دیتے ہیں، قاعدہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں۔

مسئلہ

اسی قاعدے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ زمینداروں میں جو ایک عام عادت ہے کہ زمین صحرائی یا مکان رہن رکھ کر اس سے منتفع ہوتے ہیں ہرگز جائز نہیں اور بعض کتابوں کی عبارت

سے جو شبہ پڑ گیا ہے وجہ اسکی غلط فہمی ہے۔ مقصود اس عبارت سے اباحت انتفاع نہیں ہے کیونکہ یہ قاعدہ مذکور کے خلاف ہے۔ جس کو جمیع فقہاء قبول کر کے یہ کلیہ مقرر کر چکے ہیں۔ کل قرض جر نفعاً فھو ربوا بلکہ معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ بدون اذن راہن اگر مرتہن منتفع ہو تو اسپر بوجہ غاصب ہونے کے ضمان لازم آتا ہے' اذن دینے سے ضمان لازم نہیں آوے گا سو ضمان لازم نہ ہونے سے مباح و حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھئے چور کا ہاتھ کاٹا جانا ضمان کو ساقط کر دیتا ہے مگر سرقہ کو مباح و حلال ہونا ثابت نہیں کرتا۔ چنانچہ ہدایہ اور اسکے حاشیہ غایۃ البیان کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ ولیس للمرتھن ان ینتفع بالرھن لا باستخدام ولاسکنی ولا لبس الا ان یاذن لہ المالک لان لہ حق الحبس دون الانتفاع ولیس لہ ان یبیع الا بتسلیط من الراھن ولیس لہ ان یو اجر او یعیر لا نہ لیس لہ ولایۃ الانتفاع بنفسہ فلا یملک تسلیط غیرہ فان فعل کان متعدیا و لا یبطل عقد الرھن بالتعدی (ھدایۃ) لان المالک رضی بحبسہ لا بانتفاعہ فاذا استعملہ بوجہ من الوجوہ کان غاصباً وضمن قیمتہ بالغۃ ما بلغت فان کان باذن المالک فلا ضمان علیہ لان الحجر لحقہ وقد رضی بہ (غایۃ البیان) قلت قد سلک الاستخدام والسکنی واللبس و البیع والاجارۃ والاعارۃ فی سلک واحد حیث اجاز کل واحد منہا باذن المالک وظاھر انہ لا یباح ثمن المرھون بعد بیع مابقاء اصل الدین فکذلک حکم سائر ماذکر

اور اگر کسی عبارت میں حلت یا اباحت کا لفظ پایا جاوے تو وہ اس صورت میں ہے کہ وقت عقد کے نہ انتفاع کی شرط ٹھہری ہو نہ وہاں اس کا رواج ہو نہ قرض کا دباؤ ہو ابتداء و اتفاقاً تبرعاً اجازت انتفاع کی ہو جاوے ایسی حالت میں انتفاع درست ہے لیکن اس صورت میں وہ شئے رہن سے خارج ہو جاوے گی' محض عاریت رہ جاویگی چنانچہ اگر حالت استعمال میں وہ شئے تلف یا خراب ہو جاوے تو ضمان لازم نہ آوے گا اور قرضے میں محسوب نہ ہوگا قلت وعلیہ یحمل حدیث الظھر یر کب بنفقۃ الخ اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے بعض لکھے پڑھے لوگ

اس آفت میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہر بلا سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ

زمینداروں میں ایک معاملہ بنام بیع بالوفا کے مشہور ہے اور اس لفظ کا استعمال دو صورتوں میں کرتے ہیں جن میں ہر ایک کا جدا حکم ہے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم ہماری زمین یا مکان یا باغ سو روپیہ کے عوض میں رکھ لو۔ اگر ایک سال کے اندر مثلاً میں نے زرِ رہن ادا کر دیا تو اپنی زمین وغیرہ واپس کر لوں گا اور اگر اس مدت کے اندر روپیہ نہ دے سکا تو بس اسی روپیہ میں تمہارے ہاتھ بیع ہے۔ اس صورت کو بعض عوام بیع بالوفا کہتے ہیں مگر فقہاء کے کلام میں جو یہ لفظ مستعمل ہے اس سے یہ صورت مراد نہیں بلکہ اگلی صورت مراد ہے۔ بہرحال اس کا نام جو کچھ بھی رکھا جاوے حکم اس کا یہ ہے کہ یہ معاملہ بالکل باطل اور حرام ہے بلکہ بوجہ تعلیق الملک بالخطر کے قمار میں داخل ہے جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے اور خاص اس صورت کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے۔ وعن سعید بن المسیب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایغلق الرھن من صاحبه الذی رھنه له غنمه وعلیه غرمه. رواہ الشافعی مرسلاً عنه وروی مثله او مثل معناہ لا یخالفه عنه عن ابی ھریرۃؓ متصلاً (مشکوٰۃ المصابیح) کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے ذکر الکرخی عن السلف کطاؤس وابراھیم وغیرھما انھم اتفقوا علیٰ ان المراد لا یحبس الرھن عند المرتھن احتباسالا یمکن فکاکه بان یکون مملوکاً للمرتھن والدلیل علیه ماروی عن الزھری ان اھل الجاھلیة کانوا یرتھنون و یشترطون علی الراھن ان له ان لم یقض الدین الی وقت کذا فالرھن مملوک للمرتھن فابطل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذالک بقوله لا یغلق الرھن وقیل لسعید بن المسیب ھو قول الرجل ان لم یاتوا بالدین الی وقت کذا فالرھن بیع بالدین فقال نعم۔

دوسری صورت جو بعض کتب فقہ میں مذکور ہے کہ رہن کیا ہی نہیں بلکہ اول ہی سے بیع کر دیا مگر مشتری سے جداگانہ وعدہ لے لیا یعنی بیع کے اندر شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ بیع سے علیحدہ مستقل وعدہ لے لیا کہ ہم ایک سال کے اندر مثلاً تم کو زرِ ثمن واپس کر دیں تو تم اس بیع کو فسخ کر کے یہ شئی مبیع ہم کو واپس دے دینا۔ یہ صورت متقدمین علماء کے نزدیک تو جائز نہیں کیونکہ اصل مقصود رہن کرنا ہے بیع کا محض حیلہ ہے۔ صرف اس غرض کیلئے کہ منافع مرہون کے جائز ہو جاویں اور اگر بیع بھی نہ کہا جاوے تب بھی مشروط ہے شرط فاسد کے ساتھ اور گو لفظوں میں اس معاہدہ کو صیغہ بیع سے جدا کر دیا گیا تاہم جانبین کا مقصود تو یہی ہے کہ بیع میں یہ شرط داخل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری اگر وعدہ خلافی کرے تو آپس میں تکرار ہو جاتا ہے اور متاخرین نے کچھ تاویلیں کر کرا کر اس صورت کو جائز کہہ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

بعض سود خواروں نے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص قرض مانگنے آیا انہوں نے ایک رومال میں سو روپئے باندھ کر کہا کہ یہ مجموعہ ایک سو پانچ روپے کا ہے سو روپے کے عوض سو روپے اور رومال کے بدلے پانچ روپے۔ دوسرے شخص نے قبول کر لیا اور ادا کرتے وقت ایک سو پانچ روپیہ دے دیا۔ یہ بالکل حرام ہے۔ کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ سو روپے کے عوض ایک سو پانچ روپے لوں، رومال کی بیع ہرگز مقصود نہیں محض حیلے کے لئے صورت بیع کی اختیار کی ہے اور اگر بیع کو مقصود بھی مان لیا جاوے تب بھی چار پیسے کا رومال پانچ روپے کو صرف اس دباؤ سے خریدا ہے کہ اگر نہیں خریدتے تو قرض نہیں ملتا اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہو چکا ہے کہ جو نفع قرض کے دباؤ سے حاصل ہو وہ سود ہے اس کی ممانعت حدیث شریف میں صاف آئی ہے۔ **قوله صلى الله عليه و آله وسلّم لا يحل سلف و بيع الخ مشكوٰة عن الترمذى و ابى داؤد و النسائى۔**

اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم وزیادہ کر کے بیچنا منظور ہو مگر حیلہ جواز کے لئے کم جانب میں ایک پیسہ یا ایک پائی مثلاً ملالیں کہ جسکی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے یہ بھی مکروہ ہے کذافی الوقائع۔اور معاملات میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔کذا قالوا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے۔کذا فی فتح القدیر۔

اسی طرح ایک صورت بیع عینہ کی ہے وہ یہ ہے کہ زید نے عمر سے دس روپے قرض مانگے، عمر نے کہا کہ قرض نہیں دیتا مگر دس روپے کا مال بارہ روپے میں مثلاً لیجاؤ اور دس روپے کو کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی کاروائی کرلو اور جب تمہارے پاس ہو بارہ روپے زرثمن مجھ کو ادا کردینا یہ بھی مکروہ ہے۔کذا فی الھدایہ۔سودخواروں نے یہ صورت اختراع کی ہے کذافی الکفایۃ امام محمدؒ ہی اس کے حق میں بھی وہی الفاظ فرماتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت آئی ہے اور پیشین گوئی فرمائی ہے کہ جب تم ایسا کروگے ذلیل وخوار ہوگے اور غیر قومیں تم پر غالب آجاویں گی کذا فی فتح القدیر۔

مسئلہ

بعض لوگوں نے مرہون سے منتفع ہونے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ مثلاً اسی ۸۰ روپے کی ایک زمین رکھی اور راہن سے یہ شرط ٹھہرائی کہ یہ زمین ہم کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر دیدو اور کرایہ زررہن میں وضع ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اسی ۸۰ برس میں روپیہ ادا ہو جائے گا اور زمین چھوڑ دی جاوے گی اور اس کے قبل چھوڑنا ہے تو اسی حساب سے جس قدر روپیہ باقی رہے گا وہ لے کر چھوڑ دیں گے۔ چونکہ ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر زمین کا دینا محض اس قرضے کے دباؤ سے ہے اور اوپر یہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو رعایت بوجہ قرض کے ہو وہ حرام ہے اس لئے یہ معاملہ حرام اور انتفاع خبیث ہوگا۔

سلم یعنی بدنی کا بیان

اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں۔ روپیہ پورا پیشگی دیا جاوے، جس چیز پر معاملہ ٹھہرا ہے اس کی حالت ایسی مصرح اور مشرح طور پر بیان کر دی جائے کہ پھر احتمال اختلاف کا نہ رہے، نرخ معین ہو جائے مثلاً کہا جائے کہ بیس سیر یا پچیس سیر کے حساب سے لیں گے اور اگر یوں کہا کہ جو نرخ اس وقت ہوگا اس سے پانچ سیر مثلاً زیادہ لیں گے یہ جائز نہیں۔ اگر اس چیز کے لادنے اٹھانے میں مشقت ہو تو اس کے ادا کرنے کی جگہ بھی بیان ہونا چاہیے۔ مثلاً غلہ خرمن میں لیا جائے گا یا بائع کے مکان پر لیا جائیگا یا مشتری کے مکان پر پہنچا دیا جائے گا، کم از کم ایک ماہ کی میعاد مقرر ہونا چاہئے، اس سے کم نہ ہو زیادہ کا مضائقہ نہیں۔ وقت معاملے سے وقت ادا تک وہ شے ہر وقت بازار میں میسر آتی ہو۔

مسئلہ

اگر وقت پر وہ شئے بہم نہ پہنچ سکے اور دونوں آدمی چاہیں کہ اس کے عوض دوسری چیز دیدی جاوے یہ درست نہیں۔ پس دو بات کا اختیار ہے یا تو اپنا روپیہ لے لے اور پھر اس روپے سے جو چیز چاہے خرید لے یا مہلت دیجاوے کہ جب وہ چیز میسر ہو وصول کی جاوے۔

مسئلہ

اگر صورت مذکورہ میں روپیہ واپس کیا جاوے تو جسقدر روپیہ دیا تھا اتنا ہی لیا جاوے۔ بعض جگہ کا جو دستور ہے کہ اس وقت کا نرخ لگا کر روپیہ بڑھا کر وصول کرتے ہیں یہ حرام اور سود ہے۔

مسئلہ

زید نے عمر کو روپیہ دیکر کوئی چیز بطور بدنی ٹھہرائی۔ اب بکر نے زید سے کہا کہ تم اپنا روپیہ ہم سے لے لو اور وہ چیز عمر سے ہم کو دلوادو یا یوں کہا کہ ادھار روپیہ ہم سے لے لو اور عمر سے جو کچھ مال ملے گا اس میں ہم کو نصفی کا شریک کرلو۔ یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔

چاندی سونے کے مبادلہ کا بیان

اس کے اکثر مسائل سود کے بیان میں مذکور ہو چکے ہیں کچھ یہاں مرقوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ

اکثر لوگ روپیہ دے کر ریز گاری لیتے ہیں اس طرح کہ کسی قدر اس وقت لے لی اور کچھ دوسرے وقت یہ جائز نہیں اسی طرح اگر کچھ سودا لیا اور بقیہ ریز گاری دوسرے وقت لے لی یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ

گوٹہ، ٹھپہ، لچکہ، جو سچے کام کا ہو مثل چاندی کے ہے۔ اگر روپیہ سے خرید ا جاوے تو نہ ادھار درست ہے اور نہ کمی بیشی وزن میں درست ہے۔ اگر بوجہ تفاوت نرخ کے کم و بیش لینے کی ضرورت ہو تو کم جانب میں کچھ پیسے ملا لئے جاویں جیسا پہلے معلوم ہوا۔

وکالت کا بیان

مسئلہ

زید نے عمرو سے کوئی معین شئی خریدنے کیلئے کہا اور عمرو نے اس وکالت کو قبول کر لیا اب عمرو کو جائز نہیں کہ اس شئی کو اپنے لئے خرید کرے۔ البتہ اگر زید کو اطلاع کر دے کہ میں تمہارا وکیل نہیں بنتا تم میرے بھروسہ پر مت رہو اور اس کے بعد اسی شئی کو اپنے لئے خرید کرے یہ جائز ہے۔

صلح کا بیان

مسئلہ

کسی شخص کے بیس روپے دوسرے شخص کے ذمہ واجب ہوں اور وہ کہے کہ خیر تم پندرہ ہی دیدو یہ جائز ہے۔

مسئلہ

اور اگر بیس روپے میعادی واجب ہوں مثلاً کوئی مال بیس روپے کو خریدا تھا اور مہینہ دو مہینہ کی مہلت واسطے ادائے زرِ ثمن کے ٹھہرائی تھی' اب یوں چاہتا ہے کہ وہ مجھ کو قبل از میعاد ادا کر دے اور پانچ روپے مثلاً کم دیدے یہ درست نہیں۔

مسئلہ

ایک شخص مرا اور اس نے ترکہ میں اسباب و نقد چھوڑا اور اس کے وارثوں میں سے ایک شخص نے دوسرے وارثوں سے کہا میں اپنا حصہ تقسیم کر کے لینا نہیں چاہتا مجھ کو بالمقطع ایک ہزار روپیہ دیدو اور تمام ترکہ سے دست برداری کرتا ہوں یہ جائز ہے مگر اس میں دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ ترکہ میں اگر نقد روپیہ بھی ہے تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ شرعاً اس کا کس قدر حصہ ہے۔ اگر ایک ہزار روپیہ سے کم بیٹھتا ہے تب تو یہ صلح جائز ہے اور اگر اس کا حصہ ایک ہزار یا ایک ہزار سے زائد ہے تب یہ صلح جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کا حصہ جس قدر نقد روپیہ میں ہے اس مقدار روپیہ پر بالفعل اس کا قبضہ کرا دیا جائے۔ بقیہ میں اگر رہ جائے مضائقہ نہیں۔ یاد رکھو کہ زیور بھی نقد کے حکم میں ہے اور اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس کے حق میں یہ صلح اگر زیادہ نقصان رساں نہ ہو تو جائز ہوگی ورنہ اس کے حصہ کے مقابلہ میں جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ

اگر ایک شخص مرا اس کا کچھ ترکہ تو موجود ہے اور کچھ روپیہ اس کا لوگوں کے ذمہ واجب ہے۔ ایک وارث نے منظور کیا کہ جس قدر دین ہے وہ میرے حصہ میں لگا دیا جائے وہ میں وصول کر لوں گا اور نقد ترکہ دوسرے ورثہ تقسیم کر لیں یہ معاملہ جائز نہیں بلکہ موجودہ ترکہ کو تقسیم کرنا چاہیے اور جس قدر دین وصول ہوتا جاوے وہ بھی سب میں تقسیم ہوتا رہے۔

مضاربت کا بیان

یعنی زید نے مثلاً عمرو کو کچھ روپیہ دیا کہ تم اس سے تجارت کرو روپیہ ہمارا محنت تمہاری۔ اس میں جو کچھ بڑھے اس کو باہم تقسیم کرلیا کریں گے اسکو مضاربت کہتے ہیں اور یہ شرعاً درست ہے۔

مسئلہ

نفع کی تقسیم حصوں پر ہونا چاہیے۔ مثلاً نصف نفع رب المال یعنی روپیہ والے کا ہوگا اور نصف نفع مضارب یعنی کارکن کا یا ایک تہائی ایک کا اور دو تہائی دوسرے کا اور جس طرح طے ہو جاوے اور اگر کوئی خاص رقم نفع میں سے ایک کا حق ٹھہرایا جاوے جیسا بعض لوگ کرتے ہیں کہ پانچ روپیہ ماہوار یا دس روپیہ ماہوار مال والے کو دیتے رہیں گے باقی کارکن کو یہ سود اور حرام ہے۔

مسئلہ

اسی طرح اگر یوں طے ہوا کہ نفع میں دونوں شریک اور نقصان اگر ہو صرف کارکن پر پڑے یا جس طرح نفع دونوں کا نقصان بھی دونوں کا یہ سب باطل اور ناجائز ہے۔ نقصان جب ہو رب المال ہی پر ڈالا جائے گا صرف کارکن کی محنت برباد ہو جائے گی۔ اس کے ذمہ روپیہ نہ ڈالا جاوے گا۔

مسئلہ

مضارب یعنی کارکن کو اجازت نہیں کہ وہ روپیہ کسی دوسرے شخص کو بطور مضاربت کے دیدے البتہ رب المال اجازت دیدے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ

اسی طرح اگر رب المال نے کسی خاص شئی کی تجارت کرنے کو کہا تو بدون اس کی اجازت کے مضارب کو جائز نہیں کہ کسی دوسری شئی کی تجارت اس روپے سے کرے۔

مسئلہ

اگر مضاربت میں کچھ ٹوٹا آوے تو اول نفع سے پورا کیا جاوے گا اصل روپیہ کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے جب نفع سے زیادہ ٹوٹا ہوا اب اصل روپیہ پر ڈالا جاوے گا۔

مسئلہ

مضارب اگر تجارت کے لئے سفر کرے ضروری مصارف خورد و نوش و کرایہ سواری وغیرہ اسی تجارتی روپیہ سے صرف کرنے کا مستحق ہے مگر واپسی سفر کے وقت جو کچھ اس میں سے بچ جاوے اسے مال تجارت میں شامل کر دے۔

ودیعت یعنی امانت رکھنے کا بیان

مسئلہ

اگر امین نے پورے طور سے امانت کی حفاظت کی اور پھر وہ ضائع یا خراب ہو جاوے تو امین پر تاوان نہ آوے گا۔

مسئلہ

جس وقت مالک اپنی امانت لینا چاہے امین کو فوراً واپس کر دینا چاہیے۔ اگر مانگنے پر عذر توقف کیا اور اب وہ ضائع ہوگئی اس صورت میں اس امین پر تاوان لازم آوے گا۔

مسئلہ

امانت کا استعمال کرنا بلا اجازت مالک کے گناہ ہے۔ مگر جب کہ مالک نے اجازت استعمال کی یا قرض دینے کی دیدی ہو تو اس وقت استعمال کی حالت میں نقصان آنے سے ضمان نہ آوے گا اور جبکہ بلا اذن مالک کے امانت میں تصرف کیا اور وہ امانت ایسی ہے کہ استعمال میں اس کو خرچ کرنا نہیں پڑتا جیسے کتاب یا کپڑا یا گھوڑا کہ باوجود بقا کے استعمال میں

آ سکتے ہیں تو ایسی شئے میں اگر حالت استعمال میں نقصان آوے گا تو اس کا ضمان واجب ہوگا اور اگر حالت استعمال میں کسی طرح کا نقصان نہیں آیا اور بعد استعمال صحیح سلامت احتیاط سے امانت میں رکھدیا تو اب نقصان آ جانے سے ضمان لازم نہ آویگا۔ گو بلا اجازت استعمال کرنے کا گناہ اس پر رہا اور اگر وہ شئی ایسی ہے کہ اس کا استعمال یہی ہے کہ خرچ کر دیا جاوے جیسے روپیہ یا کوئی کھانے کی چیز تو اس کے خرچ کرنے سے ہر حالت میں ضمان لازم ہوگا اگر چہ اس کا بدل امانت میں رکھ دیا ہو البتہ اگر وہ بدل مالک کے قبضہ میں پہونچ جائے اب البتہ ضمان سے بری ہو جائے گا۔

عاریت یعنی مانگی چیز کا بیان

اگر عاریت دینے والے نے کوئی مدت بھی معین کر دی مثلاً یہ کہا کہ ایک مہینے کے لئے تم کو یہ عاریت دیجاتی ہے اس کہنے پر بھی اس کو اختیار ہے کہ اس میعاد سے قبل جب چاہے واپس کر لے عاریت لینے والا انکار نہیں کر سکتا۔

مسئلہ

عاریت کا حکم بھی امانت کا سا ہے یعنی اگر باوجود احتیاط کامل کے خراب ہو جاوے ضمان لازم نہیں۔ اور بے احتیاطی میں ضمان لازم ہے۔

مسئلہ

اگر عاریت دینے والے نے استعمال کا کوئی طریقہ خاص یا مدت خاص معین کر دی تو عاریت لینے والے کو اسکے خلاف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ

اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک خالی زمین بطور عاریت کے مکان بنانے کیواسطے دی، اگر اس میں کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تب تو زمیندار کو اختیار ہے جب چاہے زمین خالی کرالے

اور اسکی عمارت اکھڑوادے اور یہ بھی جائز ہے کہ عمارت کے دام عمارت والے کو مل جاویں جو دام اسکے گرنے کی حالت میں ہوں اور اگر کوئی مدت معین کردی تھی مثلاً دس سال کیلئے عاریت دی تھی تو اگر دس برس کے اندر زمین خالی کرانا چاہے تو بوجہ مالک ہونے کے اسکا اختیار تو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو زمین خالی کرنا پڑیگی مگر چونکہ اس شخص نے اسکو دھوکہ دیکر اسکا نقصان کرایا اسلیئے گنہگار بھی ہوگا اور جسقدر اسکا نقصان ہوگا اس کی قیمت اس زمیندار سے دلائی جاویگی۔

اسکی صورت یوں ہے کہ کھڑی عمارت کی قیمت دیکھی جاویگی کہ کیا ہے مثلاً سو روپیہ کی قرار پائی پھر گر جانے کے بعد جو ملبہ کی قیمت رہیگی اس کو دیکھیں گے مثلاً پچاس روپیہ رہ گئے تو ان دونوں قیمتوں میں جو تفاوت ہے مثلاً مثال مذکور میں پچاس روپیہ کا فرق ہے یہ پچاس روپیہ زمیندار سے لیکر اس عمارت والے کو دلائے جائیں گے اور ملبہ بھی عمارت والے کا رہیگا۔ اگر زمیندار عمارت کے گروانے اور بنیاد کے کھدوانے میں زمین کا نقصان سمجھے اور عمارت کی قیمت دیکر زمین مع عمارت کے لینا چاہے یہ اختیار بھی اس کو حاصل ہے، عمارت والے کو جائز نہیں کہ خواہی نخواہی اپنی عمارت اکھاڑ کر اسکی زمین کو نقصان پہنچاوے۔ اور بعینہٖ یہی سب احکام جاری ہونگے جبکہ باغ یا ایک درخت لگانے کیلئے زمین عاریت دی ہو اور ابھی کھیتی کٹی نہیں کہ تقاضا شروع ہوا، اسکا حکم یہ ہے کہ جب تک کھیتی کٹ نہ جاوے خالی کرانیکا اختیار حاصل نہیں۔ البتہ جس روز اس نے واپسی کا تقاضا کیا ہے اس روز سے خالی ہونے تک اس زمین کا کرایہ حسب رواج و دستور کھیتی والے سے زمیندار کو دلایا جاوے گا تا کہ دونوں نقصان سے محفوظ رہیں۔

ہبہ یعنی کوئی چیز مفت بخش دینے کا بیان

مسئلہ

ہبہ میں قبضہ شرط ہے یعنی اگر زید نے زبانی کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز ہبہ کی اور عمرو نے کہا کہ میں نے قبول کیا مگر عمرو کا قبضہ نہیں ہوا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اور وہ شئی بدستور زید کی ملک میں رہے گی۔

مسئلہ

اگر شئے موہوب یعنی جس چیز کہ ہبہ کیا جاتا ہے مشترک ہو یعنی دو تین آدمیوں کا اس میں ساجھا ہو اور ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ تقسیم ہونے کے قابل ہے یا نہیں اگر تقسیم ہونے کے قابل نہ ہو یعنی تقسیم کرنے سے اس کام کی نہ رہے جس کے لئے وہ شئ موضوع ہے مثلاً گھوڑا یا چکی یا چھوٹا حمام ایسی چیزوں کا ہبہ تو باوجود مشترک رہنے کے جائز ہے۔

اور اگر وہ چیز تقسیم ہونیکی قابلیت رکھتی ہے جیسے گھر یا باغ یا غلہ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اول تقسیم کرکے ہبہ کیا یا ہبہ کے بعد تقسیم کرکے قبضہ کرادیا تب تو ہبہ درست ہو گیا اور اگر بالکل ہی تقسیم نہ کیا ایسی مشترک چیز کا ہبہ درست نہیں البتہ اگر سب ساجھی رضامند ہو کر وہ شئے ایک شخص کو ہبہ کردیں اور وہ قبضہ کرلے تو درست ہے اور اگر ایک شخص ایسی چیز بالاشتراک دو شخصوں کو ہبہ کردے تو امام محمدؒ کے نزدیک درست ہے۔

مسئلہ

جس چیز کو ہبہ کرنا چاہتا ہے اگر موہوب لہٗ یعنی جس شخص کو ہبہ کرنا چاہتا ہے وہ پہلے سے اس شئے پر قابض ہے خواہ یہ قبضہ بطور امانت کے ہو یا عاریت کے یا اور کسی طرح سے تو اس صورت میں قبضہ جدید کی حاجت نہیں یہی پہلا قبضہ کافی ہے۔

مسئلہ

باپ اگر نابالغ اولاد کو کوئی شئ ہبہ کرے تو اولاد کا قبضہ ضرور نہیں بلکہ باپ کا ہی قبضہ کافی ہے، ہبہ صحیح ہو جاوے گا۔

مسئلہ

اسی طرح اگر غیر آدمی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کرنا چاہے اسمیں بھی نابالغ کا قبضہ ضرور نہیں۔ باپ کا قبضہ کافی ہے۔ اور اگر نابالغ سمجھدار ہو وہ بھی قبضہ کرسکتا ہے اور اگر نابالغ نے قبضہ نہیں کیا اور کسی دوسرے عزیز و اقارب نے اس کی طرف سے قبضہ کرلیا تو باپ کے ہوتے ہوئے

دوسروں کا قبضہ کافی نہیں البتہ اگر باپ مر گیا ہو تو اس وقت نابالغ جس کی پرورش و نگرانی میں ہو اسکا قبضہ صحیح ہو جائیگا اور اگر باپ نے نابالغہ کی شادی کر دی ہو اور شوہر کے گھر بھیج دیا ہو اس وقت شوہر کا قبضہ بھی کافی ہوگا۔ کیونکہ باپ نے جب شادی کر دی تو ایسے امور کا اختیار شوہر کو سپرد کر دیا اور اگر شوہر کے گھر نہیں آئی تو شوہر کا قبضہ کافی نہیں۔

اجارہ یعنی کرایہ کا بیان

مسئلہ

مادہ اسپ پر نر کو بچہ لینے کے لئے جو ڈالا جاتا ہے اسکی اجرت ٹھہرانا اور لینا حرام ہے۔ البتہ اگر بطور احسان کے بلاشرط و جبر و بلا پابندی دستور کچھ دیدے تو درست ہے۔

مسئلہ

کسی شخص نے گائے یا بھینس دودھ پینے کے واسطے کرایہ پر لی کہ اتنا کرایہ دیں گے اور دودھ اسکا نکال لیا کریں گے۔ یہ جائز نہیں۔

مسئلہ

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم کو اپنی فلاں زمین بونے کیلئے دیدو اور اس کے بدلے ہماری زمین تم بویا کرو اور ان زمینوں کا کرایہ یہی قرار پایا یہ درست نہیں۔ اگر ایسا معاملہ کرنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ دونوں زمینوں کا کرایہ برابر مقدار روپیہ سے ٹھہرایا جاوے آخر میں بوجہ مساوی ہونے دونوں کرایہ کے مقدار کے باہم مجرا ہو جاویگا نہ لینا پڑیگا نہ دینا۔ اسی طرح ایک گھر میں دوسرے گھر کے عوض رہنا یا ایک سواری کے عوض میں دوسری سواری کا استعمال کرنا یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ

اجیر یعنی مزدوری پر کام کرنیوالے دو قسم ہیں۔ ایک اجیر مشترک کہ کسی خاص آدمی کے کام میں مقید نہیں۔ بلکہ سب کا کام لے لیتا ہے اور ہر ایک کا کام پورا کر کے حوالہ کرتا ہے اور

اجرت لے لیتا ہے جیسے رنگریز' دھوبی' درزی وغیرہ۔ دوسرا اجیر خاص جو وقت خاص میں ایک ہی شخص کے کام میں لگا رہتا ہے اور وقت پورا کر کے اپنی اجرت کا مستحق ہوتا ہے جس کو نوکر کہتے ہیں۔

مسئلہ

اجیر مشترک کے پاس اگر کوئی نقصان ہو جائے تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے عمل سے نقصان ہوا یا کسی دوسری وجہ اتفاقی سے نقصان ہوا اگر اس کے عمل سے نقصان ہوا مثلاً استری کرنے سے کپڑا پھٹ گیا یا پلہ دار کے سر سے بوجھ گر گیا وعلیٰ ھذا القیاس ۔اس نقصان کا تاوان تو اجیر مشترک کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر اس نقصان میں اسکے عمل کو کوئی دخل نہیں مثلاً چوری ہو گئی اس کا تاوان لازم نہیں۔ البتہ اگر حفاظت سے نہیں رکھا تو اس بے احتیاطی کی وجہ سے ضمان لازم ہوگا۔ جیسا عام امانت کا حکم اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اجیر خاص کے پاس جو نقصان ہو جاوے خواہ اس کے عمل سے ہو یا بلا عمل مثلاً اس کے پاس سے چوری ہو گئی یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز گر کر ٹوٹ گئی ان دونوں صورتوں میں تاوان لازم نہیں۔ ہاں اگر احتیاط میں کمی کی ہو تو اس بے احتیاطی کی وجہ سے تاوان لازم آنا اور بات ہے۔

مسئلہ

اپنے سوار ہونے کیلئے ٹٹو کرایہ پر لیا بدون اجازت مالک کے دوسرے شخص کو سوار کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ

گواہی پر اجرت لینا جائز نہیں۔

مسئلہ

اگر کسی کی مملوک زمین میں بارانی پانی جمع ہو کر تالاب ہو جاوے وہ پانی اس شخص کی ملک نہیں۔ پس زمینداروں میں جو دستور ہے کہ چڑہ دھونیوالوں سے کرایہ لیتے ہیں یہ جائز نہیں۔

مسئلہ

اجیر مشترک کو جائز ہے کہ جس قدر مزدوری ٹھہری ہے اس سے کم میں کسی دوسرے سے وہ کام کرا کر جو مزدوری بچ جاوے وہ خود رکھ لے مگر اجیر خاص کو جائز نہیں کہ اپنا عوضی کسی کو کم تنخواہ پر مقرر کر کے بقیہ تنخواہ خود رکھ لے۔ البتہ اجیر مشترک میں بھی شرط ٹھہر گئی کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کرنا دوسرے سے مت لینا تب دوسرے شخص سے کام لینا جائز نہیں۔

مسئلہ

کرایہ کے ٹٹو یا گاڑی میں جو اسباب لادا جاتا ہے اگر عام رواج و دستور سے زائد ہوگا تو گاڑی والے کی رضامندی شرط ہے بلا اس کی اطلاع و اجازت کے لے جانا جائز نہیں۔

شفعہ کا بیان

مسئلہ

جس وقت شفیع کو خبر بیع کی پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہو جائے گا پھر اس شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس وقت اس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ

اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جاؤں تو اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضامند ہو گیا اس لئے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اس لئے یہ روپیہ لینا حرام ہے۔

مسئلہ

اگر ہنوز حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہونچے گا اور اگر خریدار مر گیا تو شفعہ باقی رہیگا۔

مسئلہ

شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کو مکان بکا ہے۔ اس نے دست برداری کی، پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کو بکا ہے اس وقت شفعہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے، یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے، ان صورتوں میں پہلے دست برداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ

ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کرلیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ

ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو خدمت کرو جو پھل آئے گا خواہ ایک دو سال یا دس سال تک نصفا نصف یا تین تہائی تقسیم کرلیا جائے گا یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ

اس معاملہ کی درستی کے لئے اتنی شرطیں ہیں نمبر (۱) زمین کا قابل زراعت ہونا۔ (۲) زمیندار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔ (۳) مدت زراعت کا بیان۔ (۴) بیج کا بیان کردینا کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا۔ (۵) جنس کاشت کا بیان کردینا کہ گیہوں ہوں گے یا جو مثلاً (۶) کسان کے حصہ کا ذکر ہوجانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔ (۷) زمین کو خالی کرکے کسان کے حوالہ کرنا۔ (۸) زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک رہنا۔ (۹) زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے۔ یا ایک کی فقط زمین ہو اور باقی چیزیں دوسرے کے متعلق ہوں۔

مسئلہ

اگران شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہوتو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ

مزارعہ فاسدہ میں سب پیدوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا۔ اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی۔ مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس قدر سے زیادہ نہ دیا جائے گا جو آپس میں دونوں کے ٹھہر چکا تھا۔ یعنی اگر مثلاً بالمنا صفہ مزارعت ٹھہری تھی تو کل پیداوار کی نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ

بعد معاملہ مزارعت کے اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے بزور کام لیا جائے گا۔ لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے۔

مسئلہ

اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی مرجائے تو مزارعت بالکل باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ

اگر مدت معینہ مزارعت کی گذر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو تو کسان کو زمین کی اجرت اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی ان زائد ایام کے عوض میں۔

مسئلہ

بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور جو اجناس چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ بیگھوں کے

حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں سو ظاہراً تو بوجہ اس کے کہ یہ شرط خلاف مزارعہ ہے ناجائز معلوم ہوتا ہے مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کے اجناس کو پہلے سے خارج از مزارعت کہا جائے اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں یوں تفصیل کی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں اور فلاں اجناس میں زمین بطور اجارہ دی جاتی ہے اس طرح جائز ہو سکتا ہے مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ

بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنا حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور کمینوں کے بھی نکالتے ہیں سو اگر بالمقطع ٹھہرالیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کا لیں گے یہ تو ناجائز ہے۔ اور اگر اس طرح ٹھہرایا کہ ایک مَن میں ایک سیر مثلاً تو یہ درست ہے۔

مسئلہ

بعض لوگ اس کا تصفیہ نہیں کرتے کہ کیا بویا جائے گا پھر بعد میں تکرار قضیہ ہوتا ہے یہ جائز نہیں یا تو اس تخم کا نام تصریحاً لے یا عام اجازت دیدے کہ جو چاہے بونا۔

مسئلہ

بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین میں تخم پاشی کر کے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت و خدمت کرو جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً ان محنتیوں کا ہوگا سو یہ بھی مزارعت ہے جس جگہ زمیندار اصلی اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ

اس اوپر کی صورت میں بھی مثل صورت سابقہ عرفاً تفصیل ہے۔ بعض اجناس تو ان عاملوں کو بانٹ دیتے ہیں اور بعض میں فی بیگہ کچھ نقد دیتے ہیں پس اس میں بھی ظاہراً وہی شبہ عدم جواز کا اور وہی تاویل جواز کی جاری ہے۔

مسئلہ

اجارہ یا مزارعہ میں بارہ سال یا کم وبیش مدت تک زمین سے منتفع ہو کر موروثیت کا دعویٰ کرنا جیسا اس وقت رواج ہے محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے۔ بدون طیب خاطر مالک کے ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور کھانا حرام ہے۔

مسئلہ

مساقات کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے۔

مسئلہ

اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کو دیئے اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقات درست نہ ہوگی جیسے مزارعۃ کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ

اور عقد مساقات جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہوں گے اور کام کرنے والے کو معمولی مزدوری ملے گی۔ جس طرح مزارعۃ میں بیان ہوا۔

بعض متفرق حرام وحلال چیزوں کا بیان

مسئلہ

چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا چاندی سونے کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا یا ان کے عطردان سے عطر لگانا یا ان کے خاصدان میں پان رکھنا یا چاندی سونے کی گھڑی کا استعمال کرنا یا آئینہ جس کا گھر چاندی سونے کا ہو استعمال کرنا یا گھڑی میں چاندی سونے کی زنجیر لگانا یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ

جس چیز میں چاندی سونے کی میخیں یا پتر جڑے ہوں اگر اس جگہ کو بچا کر وہ چیز استعمال میں لائے درست ہے۔

مسئلہ

اگر مجلس دعوت میں کوئی امر خلاف شرع ہو سو اگر وہاں جانے کے قبل معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے۔ البتہ اگر قوی امید ہو کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم ولحاظ کے وہ امر موقوف ہو جائے گا تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں عوام الناس سے ہے سو اگر عین کھانے کے موقع پر وہ امر خلاف شرع ہے تو وہاں نہ بیٹھے اور اگر دوسرے موقع پر ہے تو خیر بہ مجبوری بیٹھ جائے اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے اور اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے۔

مسئلہ

جو دعوت نام آوری کے واسطے کی جائے اس کو قبول نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ

مردوں کو ریشمی کپڑے پہننا حرام ہے۔ اسی طرح لڑکوں کو پہنانا البتہ چار انگل چوڑی سنجاف[1] ریشمی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر پھول بوٹے پان وغیرہ ریشم کے بنے ہوئے ہوں مگر کوئی پھول بوٹا چار انگشت سے زیادہ نہ ہو تو جائز ہے اور کلابتوں کا حکم بھی یہی ہے کہ چار انگشت تک اجازت ہے زیادہ ممنوع ہے۔

مسئلہ

مخمل یعنی جس کپڑے پر ریشم کا رواں جمایا ہو مثل ریشم کے ہے سب احکام مذکورہ میں۔

---

[1] جھالر۔

مسئلہ

اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو درست نہیں۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو اسکا پہننا درست ہے۔

مسئلہ

چاندی سونے کے بوتام یعنی بٹن اور گھنڈی لگانا جائز ہے۔

مسئلہ

مردوں کو انگوٹھی بجز چاندی کے جس کی مقدار وزن ۴ ماشے سے کم ہو درست نہیں اور عورتوں کو سونے کی بھی جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لئے گلٹ وغیرہ کا زیور جائز ہے۔

مسئلہ

بعض جگہ ایسا برا رواج ہے کہ عورت سے عورت بالکل پردہ نہیں کرتی۔ برہنہ ہو کر کمر وغیرہ ملوا لیتی ہیں یہ حرام ہے۔ البتہ اگر ناف سے گھٹنے تک کپڑا لپٹا ہو اس حالت میں عورت کو عورت کا باقی بدن دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ

کافر اور فاسق عورت سے بھی عورت کو مثل اجنبی کے پردہ کرنا واجب ہے۔ یعنی بجز چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹے تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک باقی بدن سر و بازو وغیرہ کھولنا اس کے روبرو نا جائز ہے۔

مسئلہ

بعض عورتیں اپنی خالہ زاد یا پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی یا بہنوئی یا دیور وغیرہم کے روبرو سر کھولے یا چھوٹی آستین پہنے ہوئے یا باریک کپڑے پہنے یا عطر یا خوشبو لباس و سرمہ میں بسائے ہوئے آجاتی ہیں یہ بالکل حرام ہے۔

مسئلہ

زید کا قرض بذمہ عمر واجب ہے اور وہ اس کو حرام آمدنی سے ادا کرنا چاہتا ہے اور زید کو معلوم ہو تو اس کے لئے حلال نہ ہوگا۔ اسی طرح حرام آمدنی والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا اور اسی آمدنی سے قیمت لینا یا ایسے شخص کا کوئی کام کر کے ایسی آمدنی سے اجرت لینا ان سب کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ

غلہ خرید کر بھر رکھنا اور باوجود مخلوق کو تکلیف پہنچنے کے نہ بیچنا اور زیادہ گرانی کا منتظر رہنا حرام ہے۔

مسئلہ

اس زمانے میں بعض لوگوں نے پیرزادگی کو بھی ایک پیشہ بنالیا ہے۔ کچھ مصنوعی تعویذ گنڈے یاد کر لئے کچھ شعبدے سیکھ لئے۔ ٹھگنے کو پیری مریدی بھی شروع کر دی۔ مریدوں سے فصلانہ اور دوسرے شخصوں سے بذریعہ مکر وفریب کے متفرق آمدنی حاصل کرتے ہیں یہ پیشہ بدترین سب پیشوں کا ہے اور حرام ہے۔ البتہ اگر تعویذ ونقش موافق شرع کے ہو اور کوئی دھوکہ بازی نہ کی جائے اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور اگر کسی شیخ کامل نے پیری مریدی کی اجازت دی ہو بغرض ارشاد وہدایت کے بیعت لینا بھی درست ہے۔ اور جو خلوص سے کچھ دے قبول کرنا بھی درست ہے مگر دنیا کمانے کے لئے یہ بھی نادرست ہے۔

پانی کے احکام

مسئلہ

جس شخص کی مملوک زمین میں کنواں یا چشمہ یا حوض یا نہر ہو وہ دوسرے لوگوں کو پانی پینے

سے، جانوروں کو پانی پلانے یا وضو یا غسل و پارچہ شوئی کے لئے پانی لینے سے یا دس پانچ گھڑے بھر کر اپنے گھر کے ایک آدھ درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس میں سب کا حق ہے اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کا کام دوسری جگہ سے بآسانی چل سکتا ہے مثلاً کوئی دوسرا کنواں وغیرہ قریب ہے یا اس کا کام بند ہو جائے گا اور تکلیف ہوگی اگر اس کی کارروائی دوسری جگہ سے ہو سکے تو خیر ورنہ اس کو جس قدر پانی کی حاجت ہے تو خود نکال کر یا نکلوا کر اس کے حوالہ کرو۔ البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بدون اس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کو جائز نہیں اس سے ممانعت کر سکتا ہے۔ یہی حکم ہے خودرو گھاس کا اور جس قدر نباتات بے تنہ ہیں سب گھاس کے حکم میں ہیں۔ البتہ تنہ دار درخت زمین والے کا مملوک ہے۔

مسئلہ

اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے مشائخ بلخ نے فتویٰ جواز کا دیا ہے۔

مسئلہ

جو پانی برتن یا مشک میں بھر لیا جائے اس میں دوسرے شخص کا کوئی استحقاق نہیں۔ البتہ اگر پیاس سے بیقرار ہو جائے تو زبردستی بھی چھین لینا جائز ہے جبکہ پانی والے کی حاجت سے زائد موجود ہو اور بے قیمت بھی نہ دیتا ہو۔

نشہ دار چیزوں کا بیان

مسئلہ

جو چیز پتلی بہنے والی نشہ دار ہو خواہ شراب ہو یا تاڑی یا اور کچھ اور اس کے زیادہ پینے

سے نشہ ہو جاتا ہو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اگر چہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہو۔ اسی طرح دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں یا لیپ کرنے میں بھی ممنوع ہے۔ خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصلی ہیئت پر رہے خواہ کسی تصرف سے دوسری شکل ہو جائے ہر حال میں ممنوع ہے۔ یہاں سے انگریزی دواؤں کا حال معلوم ہو گیا جن میں اکثر اس قسم کی چیزیں ملائی جاتی ہیں۔

مسئلہ

اور جو چیز نشہ دار ہو مگر پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو جیسے تمبا کو جائفل افیون وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ جو مقدار بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضرر شدید ہو تو وہ حرام ہے اور جو مقدار نشہ نہ لائے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ جائز ہے اور اگر ضماد وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔

رہن کا بیان

مسئلہ

مرہون چیز سے مرتہن کا منتفع ہونا اگر چہ بہ اجازت راہن ہو جیسا آج کل رواج ہے حلال نہیں اس کا پورا بیان مسائل سود میں گذر چکا ہے۔

مسئلہ

اگر زید نے عمرو سے کوئی زیور یا برتن وغیرہ عاریت لے کر رہن کر دیا اور عمرو اپنی ضرورت سے مرتہن کو روپیہ دیکر وہ شئے چھڑالایا تو عمرو اس روپیہ کا مطالبہ زید سے کر سکتا ہے۔

مسئلہ

بعضے لوگ حق مرتہنی کو بیع کر دیتے ہیں یہ بالکل باطل ہے اول تو حق مرتہنی کوئی چیز قابل بیع نہیں۔ دوسرے مرتہن کو کوئی تصرف کرنا مرہون میں جائز نہیں۔ البتہ اگر راہن رضامند ہو تو

اس کی یہ صورت ہے کہ مرتہن ثانی بقدر زر رہن کے راہن کو قرض دیدے اور وہ مرتہن اول کو یہ روپیہ دیکر اپنا رہن چھڑا لے اور پھر اس کو مرتہن ثانی کے پاس بعوض اس کے قرضے کے رہن رکھ دے۔

وصیت اور میراث کے احکام

مسئلہ

تجہیز و تکفین بطریق متوسط و ادائے دیون سے جس میں مہر بھی داخل ہے جو بچے اس کی تہائی تک وصیت جائز ہے زائد میں باطل ہے۔ البتہ بالغ ورثہ صرف اپنے حصہ میں زائد کی اجازت دے سکتے ہیں اور نابالغ کے حصہ میں نہ تو بالغوں کو حق اجازت ہے نہ خود نابالغ کی اجازت معتبر ہے۔

مسئلہ

اسی طرح جس شخص کو کچھ میراث ملے گی اس کو کچھ زائد دینے کے لئے وصیت کرنا باطل ہے اور بالغ ورثہ کی اجازت اپنے حصہ میں یہاں بھی درست ہے۔

مسئلہ

وصیت کر کے اس سے رجوع کر لینا اور اس کو منسوخ کر دینا جائز ہے۔

مسئلہ

مرض الموت میں یعنی جس بیماری میں یہ شخص جانبر نہ ہو اور جانبر ہونے کی ظاہراً امید بھی نہ ہو ہبہ کرنا یا قرض معاف کرنا یا بہت ارزاں قیمت پر کوئی چیز فروخت کرنا یہ سب وصیت ہے نہ ثلث سے زیادہ میں جائز نہ وارث کے لئے جائز۔ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اکثر عورتیں مرنے کے وقت جو خاوند کو مہر معاف کر دیتی ہیں بالکل لغو ہے۔ البتہ اس عورت کے بالغ

وارث اگر جائز رکھیں تو ان کے حصہ میں معافی ہو جائے گی۔

مسئلہ

بعد تقدیم مصارف تکفین و ادائے قرض و انفاذ وصیت جو مال بچے وہ سب ورثہ کا حق مشترک ہے خواہ کپڑا ہو یا برتن یا کتابیں یا اثاث البیت یا روپیہ یا جائداد سب مشترک ہے۔ ایک شخص کو اس میں تصرف کرنا خواہ اپنے قبضہ و استعمال میں لاکر خواہ دوسرے کو ثواب کے لئے یا دنیا کی مصلحت کے لئے دیکر بالکل ناجائز ہے۔ اگر ایسا کیا جس طرح ہندوستان[۲] میں عام رواج ہے کہ بعد میت کے جو سرپرست خاندان ہوتا ہے وہ کچھ ایصال ثواب کے نام سے کچھ فضول رسمیں میں اس ترکہ سے صرف کرتا ہے سو ایسا کرنے سے اس شخص کو اپنے حصہ میں سے تمام روپیہ بھرنا پڑے گا۔ البتہ بالغ ورثہ کے اتفاق سے جو صرف ہو وہ ان سب کے حصہ پر پڑے گا اور جن کی صاف اجازت نہیں یا جو نابالغ ہیں ان کا حصہ تقسیم میں پورا دینا پڑے گا۔

شرکت کا بیان

شرکت دو طرح کی ہے۔ ایک شرکت املاک کہلاتی ہے جیسے ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو ہبہ کر دی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کے جائز نہیں۔ دوسری شرکت عقود ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے اس شرکت کے اقسام و احکام یہ ہیں۔

مسئلہ

اس قسم کی شرکت شرکت عنان ہے یعنی دو شخصوں نے تھوڑا تھوڑا روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق،

---

[۱] اور جس محلے یا شہر میں طاعون پھیل رہا ہو اس جگہ تندرست آدمی کا حکم بھی مثل مریض مرض الموت کے ہوگا یعنی وہ شخص جو ہبہ وغیرہ کے قبیل پر کرے گا وہ ثلث سے زائد میں جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح وارث کے لئے جائز نہ ہوگا ۱۲ منہ

[۲] مراد برصغیر یعنی پاک و ہند

کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں اس میں یہ شرط ہے کہ راس المال نقد ہو خواہ روپیہ یا اشرفی یا پیسے سو اگر دونوں آدمی کچھ اسباب غیر نقد شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں یہ شرکت صحیح نہ ہوگی۔ شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے۔ یعنی اگر یہ شرط ٹھہری کہ مال تو کم و زیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا۔ یا مال برابر ہے مگر نفع تین تہائی ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ

اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں ہر قسم کا تصرف متعلق تجارت کے جائز ہے۔ بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ

اگر بعد قرار پانے اس شرکت کے کوئی چیز خریدی نہیں گئی اور مال شرکت تمام یا ایک شخص کا مال تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر ایک شخص بھی کچھ خرید چکا ہے اور دوسرے کا مال ہلاک ہو گیا تو شرکت باطل نہ ہوگی۔ مال خرید دونوں کا ہوگا اور جس قدر اس مال میں دو شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زر ثمن اس دوسرے شریک سے وصول کر لیا جائے گا مثلاً ایک شخص کے دس روپے تھے اور دوسرے کے پانچ۔ دس روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ روپے والے کے روپے ضائع ہو گئے۔ سو پانچ روپے والا اس مال میں ثلث کا شریک ہے اور دس روپیہ والا اس سے دس روپے کا ثلث نقد واپس کر لے گا یعنی تین روپیہ پانچ آنہ چار پائی۔ اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ

اس شرکت میں دو شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں صرف زبانی ایجاب و قبول سے یہ شرکت منعقد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ

نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہیئے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی مثلاً اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو سو روپیہ ملیں گے باقی دوسرے۔ یہ جائز نہیں۔

مسئلہ

ایک قسم کی شرکت' شرکت صناع کہلاتی ہے اور شرکت تقبل بھی کہتے ہیں۔ جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کرلیں کہ جو کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ

جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہو گیا مثلاً ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لئے لے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس پر تقاضہ کرسکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے' اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دیدی تو بھی بری الذمہ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ

ایک قسم کی شرکت' شرکت وجوہ ہے یعنی نہ ان کے پاس مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے صرف باہمی یہ قرار دیا کہ دوکانداروں سے ادھار مال لے کر بیچا کریں اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو بالنصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تین تہائی ٹھہرایا گیا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ

پورے سر پر بال رکھنا زمہ، گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے یا پورا سر منڈوا دینا سنت ہے اور کتروا دینا بھی درست ہے مگر سب کتروانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جوکہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں۔ اور کچھ حصہ منڈانا کچھ رہنے دینا درست نہیں۔ اسی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آج کل بابری رکھنی یا چندیا کھلانی (بعض اطراف میں چندو کہتے ہیں ۱۲) یا اگلے حصہ سر کے بال بغرض گولائی بنوانے کا جو دستور ہے درست نہیں۔

مسئلہ

اگر بال بہت بڑھالئے تو عورت کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں

مسئلہ

عورت کو سر منڈانا بال کترانا حرام ہے حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ

لبوں کو کترانا اس قدر کہ لب کے برابر ہو جائے سنت ہے اور منڈانے میں اختلاف ہے۔ بعضے بدعت کہتے ہیں، بعضے اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔

مسئلہ

مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ

ڈاڑھی منڈانا کترانا حرام ہے البتہ ایک مشت سے جو زائد ہو اس کا کترا دینا درست

ہے۔اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جائے درست ہے۔

مسئلہ

رخسار کی طرف جو بال بڑھ جائیں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے۔اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لے لئے جائیں اور درست کر دی جائیں یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ

حلق کے بال منڈانا نہ چاہئیں۔مگر ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ

ریش بچہ کے جانبین لب زیریں بال منڈانے کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے اس لئے نہ چاہیئے۔اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

مسئلہ

بغرض زینت سفید بال چننا ممنوع ہے البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب و ہیبت ہونے کے لئے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ

ناک کے بال اکھیڑنا نہ چاہیئے قینچی سے کتر ڈالنا چاہیئے۔

مسئلہ

سینہ اور پشت کے بال کا بنانا جائز ہے مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ

موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ مونچنے وغیرہ سے دور کیے جائیں اور استرا سے مونڈنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ

موئے زیر ناف میں مرد کے لئے استرہ سے دور کرنا بہتر ہے۔ مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے اور ہڑتال وغیرہ کوئی دوا لگا کر زائل کرنا بھی درست ہے اور عورت کے لئے موافق سنت کے یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دور کرے استرہ نہ لگے۔

مسئلہ

اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا' رکھنا دونوں درست ہے۔

مسئلہ

ہاتھ پیر کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے۔ البتہ مجاہد کے لئے دارالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہیئے۔

مسئلہ

ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیا سے بالترتیب کٹادے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔ یہ ترتیب بہتر ہے اور اولیٰ ہے۔ اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ

کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کردینا چاہیئے' دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے یہ بھی جائز ہے مگر نجس گندی جگہ نہ ڈالے اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ

ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے' اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ

حالت جنابت میں بال بنانا' ناخن کاٹنا موئے زیر ناف وغیرہ دور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ

ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ موئے زیر ناف' موئے بغل' لبیں' ناخن وغیرہ دور کر۔ کے نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کر کے نماز کو جائے' ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرھویں دن سہی۔ انتہا درجہ چالیسویں دن' اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گذر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گنا ہگار ہوگا۔

خیرخواہانہ تنبیہ

رسالہ ہذا کے خطبے میں تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ عرض کیا گیا ہے آخر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کا کہ اکل حلال ہے بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کا جتلانا مناسب معلوم ہوا اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر مثنوی معنوی اور پندرہ شعر نان وحلوا کے جو اس مضمون کی شہادت دیتی ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں تا کہ ناظرین کو عبرت و توجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ۔ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی سنن دیلمی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار شادات روایت کئے گئے ہیں اُسکا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز روزہ فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے اور ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس ۴۰ روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور اگر دس درم کی پوشاک میں ایک درم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے نماز نہیں مقبول ہوتی اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرے پیچھے چھوڑ جاوے وہ اسکو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جاویگا بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

اشعار

لقمہ کو نور افروزد کمال	آن بود آوردہ از کسب حلال
علم وحکمت زاید از لقمہ حلال	عشق ورقت زاید از لقمہ حلال
چوں ز لقمہ توحد بینی دوام	جہل وغفلت زاید آں راداں حرام
ہیچ گندم کاری وجہ بردھد	دیدۂ اسپے کہ کرہ خر دھد
لقمۂ تخم ست وبرش اندیشہ ہا	لقمہ بحر وگو ہوش اندیشہ ہا
زاہد ازلقمہ حلال اندردہان	میل خدمت عزم رفتن آنجہان
زاید ازلقمہ حلال اے مہ حضور	دردل پاک تو ودر دیدہ نور
چندمال مشتبہ آری بکف	تا کہ باشی نرم پوش وخوش علف
عاقبت سازد ترا ازدیں بری	ایں تن آرائی وایں تن پروری
لقمہ کاید از طریق مشتبہ	خاک خور خاک وبرں دنداں منہ
کاں ترا درراہ دیں مفتوں کند	نور عرفاں ازدلت بیروں کند
لقمہ نانے کہ باشد شبہہ ناک	درحریم کعبہ ابراہیم پاک
گر بدست خود فشاندی تخم آں	وربگاو چرخ راندی تخم آں
ورمہ نودر حصاوش واس کرد	ور بسنگ کعبہ اش دست آس کرد
ورزآب زمزش کردی عجین	مریم آئیں پیکرے ازحور عین
وربخواندی برخمیرش بے عدد	فاتحہ یاقل ہواللہ احد
وربود ازشاخ طوبےٰ آتشش	وربود روح الامیں ہیزم کشش
درتو برخوانی ہزاراں بسملہ	برسرآں لقمۂ پرولولہ
عاقبت خاصیتش ظاہر شود	نفس زاں لقمہ تراقاہر شود
دررہ طاعت ترابیجاں کند	خانہ دیں ترا ویراں کند
دردونیت گربود اے مردراہ	چارۂ خود کن کہ دینت شد تباہ
از ہوس بگذر رہا کن کش وفش	پازدامان قناعت برمکش

اشعار بالا میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہیں یہ ہیں نور۔ کمال۔ علم۔ حکمت۔ عشق۔ خیالات نیک۔ ہمت۔ حضور قلب۔ اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں۔ دوری از دین۔ سلب نور عرفان۔ غلبۂ نفس۔ کم ہمتی در طاعت۔ بربادی دین اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس سے بچنے کا بتلایا ہے وہ قناعت ہے اور اپنی خوراک و پوشاک و اخراجات میں سادگی و اختصار کرنا اور تکلفات و آرائش و نمائش کو ترک کرنا پس لازم ہے کہ وعیدات و آثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکور علاج کریں۔ فقط تمت بالخیر

آداب المعاشرت کی اہمیت وضرورت

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جزء کو داخل دین سمجھا' یعنی عقائد و عبادات کو اور علماء ظاہر نے تیسرے جزء کو بھی دین اختیار کیا یعنی معاملات کو اور مشائخ نے چوتھے جزء کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو لیکن ایک پانچویں جزء کو کہ وہ ادب معاشرت ہے۔ قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم وبیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم وتلقین بھی ہے لیکن اس جزء کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا اسی لئے علماً وعملاً یہ جزء بالکلیہ نسیاً منسیاً[1] ہو چلا ہے اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں (جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاً بھی بہت چیخ وپکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے اس کا بڑا سبب یہ سوء معاشرت (۲) بھی ہے کیوں کہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر وانقباض ہوتا ہے اور وہ رافع مانع ہے' انبساط و انشراح کا اعظم مدار ہے۔ الفت باہم دگر کا' حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس نہیں آیات واحادیث واقوال حکمائے دین کے رد کرتے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یآ ایھا الذین امنو اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح اللّٰہ لکم و اذا قیل انشزوا فانشزوا.

(المجادلہ آیت ۱۱)

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو' اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑا ہو جایا کرو''۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

یآ ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّٰی تستأنسوا (النور آیت ۲۷)

---

[1] بھول بھلیاں (۲) برا برتاؤ

دوسرے کے گھر میں (گو وہ مردانہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے

اجازت لئے امت جایا کرو۔

دیکھئے اس میں اپنے جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

نھی رسول لله صلی اللّٰہ علیہ سلم ان یقر ن الرجل بین

التمر تین حتی یستأذن اصحابہ (متفق علیہ)

ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے تاوقت یہ کہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے۔

دیکھیے اس میں ایک نہایت خفیف امر سے محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا ممانعت کردی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے

من اکل ثوما او بصلا فلیعتز لنا (متفق علیہ)

جو شخص لہسن اور پیاز (خام) کھائے تو ہم (یعنی مجمع) سے علیحدہ رہے۔

دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت ہوگی منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

---

۳ آگے ارشاد ہے وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم (النور آیت ۲۸) اور اگر اجازت لینے کے وقت تم سے یہ کہہ دیا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو۔ یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے

اور یہی لوٹ آنے کا بخاری ومسلم کی حدیث میں حکم ہے کہ جب تین بار پوچھنے پر اجازت نہ ملے۔ یہ مسئلہ اجازت چاہنے کا زنانہ ومردانہ سب گھروں کیلئے ہے اور اس میں تین حکمتیں ہیں

۱۔ گھر والوں کے کسی ناجائز موقع پر نظر نہ پڑ جائے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ کسی ایسی حالت کی خبر نہ ہو جائے جسکی خبر ہونا اسکو ناگوار ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ بعض اوقات دل پر گرانی ہوتی ہے خواہ آرام میں خلل پڑے خواہ کسی کام میں حرج ہونے سے خواہ ملنے ہی کو جی نہیں چاہتا (حیوٰۃ المسلمین روح بست وچہارم ص ۲۱۴، ۲۱۵)

ولا یحل له ان یثوی عنده حتی یحرجه-متفق علیه

مہمان کوحلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جائے۔

اس میں ایسے ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

ولا یرفع یده وان شبع حتی یفرغ القوم ولیعذر فان ذالک یخجل جلیسه فقبض یده وعسٰی ان یکون له فی الطّعام حاجة **(رواہ ابن ماجه)**

لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جائے مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور شاید اسکو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے۔ بعضے آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار و عذر کرنے سے شرماتے ہیں گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہے اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے اور نہ مجمع میں اس سے مانگے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ:۔

فدققت الباب فقال من فقلت انا فقال انا انا کانه کرهها: **(متفق علیه)**

ایک بار حضرت جابرؓ در دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں ہوں۔ آپؐ نے ناگواری سے فرمایا میں ہو۔ میں ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو الجھن میں ڈالنا ہے

وعن انس ؓ قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و کانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ. رواہ الترمذی

اور حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا مگر آپ ﷺ کو دیکھ کر اس لیے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو ناگوار ہوتا ہے۔

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب وتعظیم یا کوئی خاص خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو' اسکے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے' بعضے لوگ جو بعض خدمت میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

اور ارشاد ہے کہ:

لا یحل لرجل أن یفرق بین اثنین الا باذنیھما

(رواہ ابو داؤد)

ایسے دو شخصوں کے درمیان میں (جو قصداً پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدوں انکے اذن کے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو' نہ چاہیے۔

اور حدیث میں ہے کہ۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا عطس غطٰی وجھہ بیدہ او ثوبہ وغض بھا صوتہ.

(رواہ الترمذی وابو داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اسکوسخت آواز سے بھی اذیت ووحشت نہ ہو۔

وعن جابر بن سمرة ؓ قال کنا اذا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس احد نا حیث ینتھی۔

(رواہ ابو داؤد)

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا۔

اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے موقوفاً اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے، تھوڑا بیٹھ کر جلد ہی اٹھ کھڑا ہو۔

اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس امر کی کہ کسی گرانی کا سبب بھی نہ بنے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے البتہ جس کے بیٹھنے سے اسکو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی وجہ بیان فرمائی کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدوری پیشہ تھے، میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی ہے اس لیے غسل واجب کیا گیا تھا پھر بعد میں وجوب منسوخ ہو گیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ

پہنچے

اور سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب
برات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال
سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں
آہستہ نعل[1] مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے
باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کئے۔

اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعۃً[2] جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل
قصے میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے
اور آپ ﷺ ہی کے یہاں مقیم تھے۔ بعد عشاء اگر لیٹ رہتے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں تشریف لاتے تو چونکہ
مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لئے
سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگتے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے
کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔

اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا اور بکثرت حدیثیں اس باب کی موجود ہیں۔ روایات فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد[3] میں مشغول ہو سلام نہ کرنا مصرح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت کسی مشغول شغل ضروری کے قلب کو منتشر اور جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے، اسی طرح گندہ دہنی کے مرض میں جو مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہاء نے نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔

ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بدلالت واضحہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لئے ادنیٰ درجہ میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت یا ثقل وگرانی، یا ضیق وتنگی یا

---

[1] جوتے [2] اچانک [3] وظیفوں ۱۲

تکدر یا انقباض یا کراہت و ناگواری یا تشویش و پریشانی یا توحش و غلجان کا سبب و موجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے اپنے قول اور اپنے فعل ہی سے صرف اس کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدام کے قلت اعتناء (۱) کے موقع پر ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے، چنانچہ ایک صحابی ایک ہدیہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں بدون سلام اور بدون استیذان (۲) داخل ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم، کیا میں حاضر ہوں کہہ کر پھر آؤ اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس کا راس و اساس ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے کلفت و ایذا نہ پہنچے جس کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ.. (۳) (رواہ البخاری) اور جس امر سے اذیت ہو گو وہ صورت خدمت مالی ہو یا جانی ہو یا ادب و تعظیم ہو جو عرف میں حسن خلق (۴) سمجھا جاتا ہے مگر اس حالت میں وہ سب سوء خلق (۵) میں داخل ہے کیونکہ راحت، کہ جان خلق ہے مقدم ہے خدمت پر کہ پوست خلق ہے قشر بلا لب (۶) کا بیکار ہونا ظاہر ہے اور گو شعائر ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخر ہے باب عقائد و عبادات فریضہ سے لیکن اس اعتبار سے (کہ عقائد و عبادات کے اخلال سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجہ میں اس کو ان دونوں پر تقدم ہے، آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ''الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (۷)''۔کو، کہ دال ہے حسن معاشرت پر ذکر میں مقدم فرمایا صلوٰۃ و خشیت و اعتدال فی الانفاق و توحید (۸) پر جو کہ باب طاعات مفروضہ و عقائد سے ہیں اور یہ تقدم علی الفرائض (۹) تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا، ایک تو نماز روزہ کثرت سے کرتی تھی (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی، دوسری زیادہ نماز، روزہ نہ رکھتی تھی، یعنی صرف

---

۱ لا پرواہی ۱۲ ۲ بغیر اجازت ۱۲ ۳ مسلمان (کامل) تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کسی کو تکلیف نہ ہو اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ ۴ اچھی عادت ۵ بری عادت ۶ چھلکا بغیر مغز کے ۱۲ ۷ جو لوگ کہ زمین پر متواضع چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں ۱۲
۸ نماز اور خوف و خرچ میں اعتدل کرنے اور توحید ۹ فرائض پر مقدم کرنا ۱۲

ضروریات پر اکتفا کرتی تھی، مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی کو دوزخی دوسری کو جنتی فرمایا اور باب معاملات سے گو اس حیثیت مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیوں کہ اس کے اخلال سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے اور وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر خواص باب معاملات کو داخل دین سمجھتے ہیں۔

اور باب معاشرت کو بجزء اخص الخواص [۱] کے بہت خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے اور جو بعض سمجھتے بھی ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم بالشان [۲] اعتقاد نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عملاً بھی اس کا اعتنا [۳] کم کرتے ہیں اور اخلاق باطنی کی اصلاح عبادات مفروضہ کے حکم میں ہے، جو حیثیت تقدم معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے، غرض اس جزء یعنی باب معاشرت کا سب اجزاء دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہ اور کسی سے من وجہ ثابت ہو گیا۔ مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں سے بعض کا اس کی طرف خود عملاً بھی التفات کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا۔ مگر دوسروں کو خواہ وہ اجانب ہوں یا اپنے متعلقین ہوں، روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقود محض ہے

(از مقدمہ رسالہ آداب المعاشرت)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت [۴] کی چند روایتیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت انکی پیروی کر کے فلاح دارین حاصل کرے:۔

(۱) فکان صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھے تھے صوتاً بھی سیرتاً بھی اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(۲) وما ضرب علیه الصّلوٰة والسّلام شیئاً قط بیده ولا امراة ولا خادماً الا ان یجاهد فی سبیل اللّٰه:۔

(رواہ مسلم)

---

[۱] خاصوں میں بھی خاص خاص [۲] اہتمام کے قابل [۳] پرواہ [۴] از خطبات الاحکام لجمعات العام، الخطبۃ الثامنۃ عشر فی آداب المعاشرۃ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا' اور نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو مارا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں۔

ف:۔ اس وقت مارنا تو کیا بلکہ قتل تک کی بھی نوبت آتی ہے۔

(۳) ولم یکن علیه الصّلوٰة و السّلام فاحشا و لا متفحشا ولا سخّابا فی الاسواق ولا یجزئی بالسیّٔة السّیٔه ولکن یعفوا ویصفح:۔ (رواه الترمذی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے حیائی کی بات فرمایا کرتے تھے اور نہ بہ تکلف ایسی بات فرما سکتے تھے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بے حیائی کی بات بہ تکلف بھی نہ نکل سکتی تھی) اور نہ بازاروں میں چلانے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔

(۴) وکان علیه الصلوٰة والسلام یعود المریض و یتبع الجنازة ویجیب دعوة المملوک:۔

(رواه ابن ماجه و بیهقی)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت بھی کیا کرتے تھے اور جنازہ کے ہمراہ بھی تشریف لے جاتے تھے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔

(۵) وکان علیه الصّلوٰة والسّلام یخصب نعله و یخیط ثوبه و یعمل فی بیته ویفلی ثوبه و یحلب شاته ویخدم نفسه:۔ (رواه الترمذی)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پاپوش مبارک خود سی لیتے تھے اور اپنے کپڑے بھی سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں کام کاج کر لیتے تھے اور اپنے کپڑے میں جوئیں [1] دیکھ لیتے تھے اور بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنا کام خود کر لیتے تھے۔

(٦) وقال انسؓ خدمت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت:.

(متفق علیہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی اف نہیں فرمایا اور نہ (کسی کام پر) یوں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کسی (کام کے متعلق) یوں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

(٧) وقیل یا رسول اللّٰہ! ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعاناً و انما بعثت رحمۃ:.

(رواہ مسلم)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول مشرکین پر بددعا کیجئے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(٧) وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اشد حیاء من العذراء فی خدرھا فاذا رایٰ شیئاً یکرھہ عرفناہ فی وجھہ:.

(متفق علیہ)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو اپنے پردہ میں ہو پس جب کوئی ناگوار بات ملاحظہ [2] فرماتے تو ہم اس (ناگواری) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر شناخت کرتے تھے۔

---

[1] کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہوں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک تھے۔

حسن معاشرت کی جڑ

تواضع حسن معاشرت کی جڑ ہے۔ معاشرت ایسی ہونی چاہیے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے۔ (جواہر اشرفیہ ص ۳۵)

آداب المعاشرت فطری چیز ہے

آداب المعاشرت فطری چیز ہے اس واسطے اس کی تردید سلف میں نہیں فطرت سلیمہ ہو یا فکر ہو تو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔

(الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۸۴)

احکام معاشرت آسان تر ہیں

اس کے بعد احکام معاشرت کو دیکھو تو جس چیز کو لوگوں نے سب سے گراں تر رکھا ہے وہ شریعت میں سب سے آسان تر ہے یعنی نکاح کیونکہ کھانے میں پینے میں پہننے میں کچھ تو صرف کرنا ہے نکاح میں کچھ بھی حرج نہیں، گواہ بلافیس مل جاتے ہیں، قاضی بلافیس مل جاتا ہے، اور جو فیس لے اس سے نہ پڑھواؤ بلکہ خود یہ ایجاب وقبول کرلو۔ رہا مہر سو وہ ایسا ادھار ہے کہ بیچاری عورتیں ساری عمر بھی اس کا نام نہیں لیتیں اور جب میاں مرنے لگا تو اس کی کھٹولی کے پاس جاکر کہہ دیتی ہے کہ میں نے مہر معاف کیا۔ اور رامپور میں تو ایک عورت ایسی غریب تھی کہ اس کا مرد جب بیوی سے لڑتا یہ کہتا کہ لا میرا مہر وہ غریب ڈر جاتی اور یہ سمجھتی تھی کہ مہر میرے ذمہ ہے ظالم یہ قہر کرتا تھا۔

رہے چھوہارے سو وہ محض مستحب ہیں اگر ہوں تو ہم خرما و ہم ثواب ورنہ خالص ثواب ہے اسی طرح غمی میں بھی شرعاً کچھ خرچ نہیں لوگوں نے خواہ مخواہ اس میں بھی خرچ خود ہی بڑھا لیا ہے چنانچہ دفن کی جگہ مہیا کرنے میں تو کچھ خرچ ہی نہیں بلکہ گورا میران میں تو کچھ خرچ ہوتا بھی ہے لیکن اکثر جگہ اس کو بھی آپ کے بزرگ ادا کر چکے ہیں کیونکہ آج کل اکثر قبرستان پہلے بزرگوں کے وقف کردہ ہیں اور ورغریباں میں تو کچھ بھی خرچ نہیں ہے قبر کھودنے والے

لے مگر آپ شرم وحیا کی بناء پر زبان مبارک سے ظاہر نہ فرماتے تھے۔

سو بعضے تو نادار مفلس سے کچھ لیتے ہی نہیں اور اگر لیں بھی تو غریب آدمی کو ان کی ضرورت ہی کیا ہے خود قبر کھود کر مردہ کو دفن کر دیں یا چندہ جمع کر کے مزدوری دیدیں یہی حال کفن کا ہے اگر وسعت ہو تو کفن خرید کر پہنا دو۔ نہ وسعت ہو چندہ کا کفن ڈال دو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو معمولی کپڑوں میں جن میں مردہ مرا ہے انہی میں دفن کر دو مجبوری کے وقت اس کی بھی اجازت ہے اور نماز جنازہ میں کچھ خرچ ہے ہی نہیں اور جو امام بدون روپیہ لئے نماز جنازہ نہ پڑھائے (جیسا بنگال میں محض لوگوں پر شامت سوار ہے ۱۲) تو ان سے نماز پڑھوانے کی ضرورت ہی نہیں :۔(التیسیر للتّسیر ملحقه مؤاعظ تدبیر و توکل ص ۲۲۷)

حسن معاشرت بھی جزوِ دین ہے

حسن معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑھے لوگوں نے بھی دین کی فہرست سے نکال دیا یہ باتیں دین ہی نہیں سمجھی جاتی محض نماز روزہ اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے آگے صفر۔ حالانکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں انکے بیچ میں جا کر مت بیٹھو ممکن ہے کہ وہ قصداً پاس بیٹھے ہوں محبت کی وجہ سے یا کسی مصلحت کی وجہ سے۔تو ایسی ہلکی ہلکی باتوں کی کس قدر نصوص میں تعلیم ہے۔اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ دین میں معاشرت کی تعلیم ہے یا نہیں ۔(الافاضات الیومیہ ج ۴ص ۳۹)

آداب معاشرت کو لوگوں نے دین ہی نہیں سمجھا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاشرت تو آجکل لوگوں کی نہایت ہی گندی اور خراب ہے شریعت مقدسہ نے ہمارے ہر معاملے اور ہر قسم کے فعل وقول سے تعرض کیا ہے آزاد نہیں چھوڑا ہر چیز کے متعلق تعلیم ہے اور اس کا مکمل قانون ہے مگر آداب معاشرت کو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ حج زکوۃ ذکر و شغل تلاوت قرآن نفلیں ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں آگے جو کچھ چاہیں کرتے پھریں جس کے معنی آج کل آزادی

ہیں سو خوب یاد رکھو کہ تم کو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑا گیا مثل بھینسے اور سانڈ کے جس کے گیہوں چاہیں کھالیں اور جس کے چنے چاہیں کھالیں سو ہم کو ایسا نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ شریعت نے ہماری رفتار گفتار نشست و برخاست، لین دین کھانے پینے وغیرہ ہر چیز سے تعرض کیا ہے اور اس کے متعلق شریعت میں مکمل قانون ہے مگر اب تو یہ ہوگیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لے لی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور گھٹنوں سے نیچا کرتہ پہن لیا اور اشراق و چاشت اور تہجد کی نفلیں پڑھ لیں بس ہو گئے کامل مکمل مگر کم بل نہ ہوئے یعنی بل کم نہ ہوئے، بلکہ زیادہ ہی بل رہے انکسار نہیں عجز نہیں افتقار نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبدیت نہ پیدا ہوئی وہی تیلی کے بیل کی طرح تمام دن چلا مگر رہا وہیں بارہ برس دہلی میں رہا مگر بھاڑ ہی جھونکا ایسوں ہی نے اسلام اور مسلمانوں کو م کیا القاب بڑے بڑے کوئی مولانا ہیں کوئی مقتدانا ہیں کوئی شیخ المشائخ ہیں کوئی صوفی ہیں ایسی مثال ہے کہ جیسے لفافہ پر پتہ تو بڑے جلی قلم سے خوشخط عربی میں لکھا ہوا ہے مگر اندر کام کا مضمون ندارد اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں:۔ ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل
واندروں قہر خدائے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید
وردرونت ننگ می دارد یزید

ظاہر میں کافر کی قبر کی طرح چادروں اور غلاف سے ڈھکے ہوئے۔ اور باطن میں خدا تعالیٰ کا قہر اور عذاب ہے۔ ظاہری حالت تو ایسی ہے کہ حضرت بایزید پر بھی طعن کرتے ہو اور طنی حالت ایسی گندی کہ یزید بھی تم سے شرماوے۔۱۲

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

معاشرتی کوتاہیاں

اہل اموال جو ہم لوگوں کے ساتھ معاشرتی کوتاہیاں اور غلطیاں کرتے ہیں انکی اس

بے پرواہی کی وجہ محض ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں ۔میرے دل میں تو یہ بات تجربہ سے جم گئی تھی ۔بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ذراسی بات پر بگڑے مگر میری نظر اس بات کے منشاء پر ہوتی ہے گو غلطی زیادہ ثقیل نہ ہو مگر جب منشاء اس کا تذلیل وتحقیر ہو گا تو ظاہر ہے کہ ناگواری بھی شدید ہو گی ۔(الافاضات الیومیہ ج ۴ص ۴۱۰)

مسئلہ معاشرت کی اہمیت

معاشرت کا مسئلہ قرآن شریف میں کئی مقام پر مذکور ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ارشاد ہے۔

یآیہا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم

اور اس آیت کا بھی مدلول ہے جس کو شروع میں تلاوت کیا گیا ہے جیسا کہ مذکور ہوا کہ اس میں معاشرت کے دو مسئلے بیان فرمائے گئے ہیں اور یہاں ایک علمی نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ دو حکم یہاں مذکور ہیں اسمیں اول کو ثانی پر کیوں مقدم فرمایا۔

سو وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ ان میں دوسرا حکم اول سے اشد واشق ہے کیونکہ تفسح میں تو مجلس سے نہیں اٹھنا پڑتا اور " انشزوا " میں مجلس سے ہی اٹھا دیا ہے۔ اسی لئے " تفسحوا " کو مقدم کیا تاکہ تعلیم اور عمل میں تدریجی ترقی ہو۔ یعنی اول سہل پر عمل کرنے سے اطاعت کی عادت پڑے پھر اشد کا کرنا بھی آسان ہو اور عجب نہیں کہ حکم ثانی پر رفع درجات کا ترتب بھی اسی لئے ہوا ہو۔

یعنی چونکہ " انشزوا " کا حکم نفس پر اس وجہ سے زیادہ شاق تھا کہ اس میں عار آتی ہے تو اس پر عمل کرنا غایت تواضع ہے اور تواضع کی جزا رفعت ہے۔ اس لیے اس پر رفع کو مرتب فرمایا۔

پس آیت میں دونوں حکموں میں عنوان کے اعتبار سے ایک تفاوت تو یہ ہوا کہ پہلے عمل کو فراخی پر مرتب فرمایا جو کہ عادتاً مال کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے اور مال کم درجہ کا

مطلوب ہے اور دوسرے عمل پر رفع درجات کو مرتب فرمایا جو کہ جاہ کے ذریعے سے ہوتا ہے اور جاہ بہ نسبت مال کے اعلیٰ درجہ کا مطلوب ہے سو یہ تفاوت تو اسی لیے ہوا کہ عمل اول نفس پر سہل تھا۔ اسلئے جزا بھی اس کی دوسرے درجہ کی ہوئی۔ اور عمل ثانی نہایت شاق تھا اسلئے جزا بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوئی۔ تو عمل ثانی کے متعلق جو وعدہ ہے وہ گویا من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ کا ہم مضمون ہوا کہ غایت تواضع کی وجہ سے رفع درجات کا ثمرہ مرتب ہوا۔

دوسرا تفاوت عنوان میں یہ ہے کہ ثمرۂ اول میں لکم بتعمیم خطاب فرمایا اور ثمرۂ ثانی میں "یرفع اللّٰہ الذین امنو منکم و الذین اوتوا العلم درجت" بہ تخصیص بعد تعمیم فرمایا۔ یعنی ثمرۂ اول میں تمام مومنین کو درجہ مساوات میں خطاب عام ہے اور ثمرۂ ثانی میں اہل علم کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر اہل ایمان میں سے خاص کر کے بھی خطاب فرمایا۔

وجہ اسکی یہ ہے کہ تفسح کوئی امر شاق نہ تھا۔ اس میں بہت کم احتمال تھا نیت کے صاف اور خالص نہ ہونے کا۔ تو اس کے امتثال میں سب مؤمنین قریب قریب یکساں ہوں گے بخلاف دوسرے عمل کے کہ نفس پر بہت شاق ہے اس میں احتمال ہے کہ بعضے لوگ محض وضع داری سے اٹھ کھڑے ہوں اور اس میں وہ مخلص نہ ہوں اور خلوص میں زیادہ دخل ہے علیم کو کیونکہ اس سے اس کے دقائق معلوم ہوتے ہیں۔ اسلئے اس میں علم والوں کی تخصیص بعد تعمیم فرمائی۔ کیونکہ اہل علم میں منشاء امتثال بدرجہ اولیٰ پایا جائے گا اس لئے وہ خلوص میں دوسرے مومنین سے زیادہ ہوں گے۔ (فضل العلم والعمل ملحقہ علم و عمل ص ۴۰۴، ۴۰۵)

حسن معاشرت کی تعلیم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہمی اور بدعقلی کا ایسا بازار گرم ہے کہ اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ ان علتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ایک صاحب جو یہاں دو تین روز سے مقیم تھے اور یہاں سے ابھی گئے ہیں دوپہر مجھ سے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کام کے لئے ایک تعویذ کی ضرورت ہے اور میں آج ہی چلا جاؤں گا مجھ کو بہت ہی ناگوار ہوا میں نے کہا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے آخر کئی روز سے تمہارا قیام تھا عین چلنے کے وقت اور وہ بھی بے وقت تعویذ

کی فرمائش مگر خیر چونکہ نو وارد تھے اتنی رعایت میں نے ان کی اب بھی کی کہ یہ کہدیا کہ بذریعہ خط تعویذ منگا لینا اور ان بیچاروں کی کیا شکایت کی جاوے بعض لوگ یہاں پر دس دس پندرہ پندرہ روز رہتے ہیں اور عین چلنے کے وقت کہتے ہیں کہ دو تعویذ دیدو چار تعویذ دیدو میں کہتا ہوں کہ پہلے سے کیا مر گئے تھے جو چلتے وقت فرمائش کی آخر دوسرے کو بھی کچھ وقت دینا چاہیے اس کے مصالح اور وقت کی بھی تو رعایت کرنی چاہیے اسلئے کہ بعض وقت کسل ہوتا ہے یا زیادہ مشغولی ہوتی ہے۔ افسوس ہے میں تو ہر بات میں سب کے مصالح کی رعایت کروں اور یہ ایسے نواب صاحب ہیں کہ ان کے حکم ہی کے ساتھ تعمیل ہو جاوے ایسی تعمیل تو جہاں ہوتی ہوگی وہاں ہوگی یہاں پر تو بجائے تعمیل کے بحمد اللہ تعلیم ہوتی ہے دماغوں میں سے خناس نکالا جاتا ہے بالخصوص یہاں پر متکبروں کی اچھی طرح خبر لی جاتی ہے۔ میں تو اسی حسن معاشرت کی تعلیم پر کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر آ کر دین تو سیکھتے ہی ہو یہاں سے دنیا بھی سیکھ جاؤ۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۹۶)

چند آداب معاشرت

گھر میں پکار کر داخل ہونے کی ضرورت

بعض لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا محلہ کی کوئی غیر عورت گھر میں ہو۔

اذن لے کر جب بلایا جائے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۲)

پڑوس کی رعایت کا حکم

حضرت حکیم الامتؒ کے ایک خادم پڑوس میں رہتے تھے۔ انہوں نے تہجد کے وقت ذکر جہر بلند آواز سے شروع کیا۔ صبح حضرتؒ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ذکر کی اذان کہی جائے۔

کم سننے کی اطلاع ضروری ہے

آجکل اصلاح معاشرت کو دین کی فہرست سے خارج کر رکھا ہے اسکی فکر ہی نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے پر کیا اثر ہوگا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ صاحب کم سنتے ہیں فرمایا کہ اگر ان میں اہتمام ہوتا تو اسکی بھی اطلاع کرتے کہ کم سنتا ہوں۔ میں ان کو مشورہ دیتا کہ تم قریب بیٹھا کرو تا کہ میری باتیں سن سکو مگر جب اس قدر لاپروائی ہے تو ایک شخص ہی کہاں تک ان جزئیات کا احاطہ کر سکتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۷۷)

دو شخصوں کے بیچ میں بیٹھنے کی ممانعت

حسن معاشرت کو اچھے لکھے پڑھوں نے بھی دین کی فہرست ہی سے نکال دیا۔ یہ باتیں دین ہی نہیں سمجھی جاتی محض نماز روزہ اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے آگے صفر۔ حالانکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں' ان کے بیچ میں جا کر مت بیٹھو ممکن ہے کہ وہ قصداً پاس بیٹھے ہوں' محبت کی وجہ سے یا کسی مصلحت کی وجہ سے۔ ایسی ہلکی ہلکی باتوں کی جب نصوص میں تعلیم ہے۔ اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ دین میں حسن معاشرت کی تعلیم ہے یا نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۹۹)

بہت آہستہ بولنے پر تنبیہ

ایک صاحب کے بہت آہستہ بولنے پر جس سے سنائی نہیں دیا۔ متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کہتے ہوں گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا۔ میں کہتا ہوں کن بیلوں سے پالا پڑا۔ قصائی اور بیلوں کا جوڑ بھی ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۴۰۷)

تعزیت اور عیادت میں سہولت معاشرت

حدیث میں ہے کہ سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی ہو۔ اور تعزیت ایک بار ہونا چاہیے اس حدیث میں سہولت معاشرت کی کس قدر رعایت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۸)

تعلیم حسن معاشرت

فرمایا کہ میں اپنے شاگردوں کو بھی خط لکھتا ہوں اپنے کام کیلئے تو جوابی لکھتا ہوں یہ سمجھ کر کہ اس بے چارہ پر تو یہ ایک بار بھی بہت ہے کہ جواب لکھے گا چہ جائیکہ ٹکٹ کا بار مکتوب الیہ پر ڈالا جائے اپنے کام کے واسطے خط اور ٹکٹ کا بار مکتوب الیہ پر ڈالنا خلاف عقل بھی ہے۔ بعض محبین مجھ سے اسکی شکایت بھی کرتے ہیں کہ ہم کو جوابی کارڈ کیوں بھیجا میں کہتا ہوں بھائی یہی اچھا ہے مجھے ہلکا پھلکا ہی رہنے دو۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۱۸)

سالن لانے کی ضرورت میں حسن معاشرت کی تعلیم

فرمایا کہ کھانا کھانے میں میرے سامنے سے اگر کوئی پیالہ اٹھا لیتا ہے تو ناگوار ہوتا ہے۔ اگر اور سالن کی ضرورت ہو تو دوسرے پیالے میں لانا چاہیے۔ کھانے والا آدمی اتنی دیر بیکار بیٹھا ہوا کیا کرے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۷۴)

مقرّرہ جگہ پر ہر چیز رکھنے میں راحت ہے

فرمایا کہ یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جو چیز جہاں سے لے وہیں رکھے اور صرف دوسرے ہی کی چیز نہیں بلکہ اپنی بھی جہاں سے لے وہیں رکھے۔ میں نے تو اپنے مکان میں تمام چیزیں مقررہ جگہوں پر رکھی ہیں'

اسمیں پریشانی نہیں۔ فرض کیا کہ دیا سلائی کا بکس ہے اگر مقررہ جگہ پر رکھا ہوگا تو اگر آدھی رات کو بھی ہاتھ پڑے گا تو فوراً مل جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵۱۵)

سارے انتظامات کا حاصل

حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست سے نکال ہی دیا تھا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہنچے اور یہ حالت رہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ☆ کسے رابا کسے کارے نباشد

اوراس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے کی وجہ سے ایک سے دوسرے کوسخت اذیت پہنچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی میرے سارے انتظامات کا حاصل یہی ہے کہ کسی کو آذیت نہ پہنچے تکلیف نہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۵۷)

میزبان کواذیت سے بچانے کی ضرورت

فرمایا کہ آجکل ہم لوگوں کی معاشرت نئی طرز کی ہوگئی ہے اگر مہمان سے قیام کی مقدار پوچھی جائے تو اس کو خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض مہمان بطور خود کھانے کا انتظام کرتے ہیں مگر میزبان کو اطلاع نہیں کرتے۔ میزبان بے چارہ سامان کر کے کھانا تیار کرتا ہے وقت پر کہہ دیتے ہیں کہ صاحب ہمارے ساتھ کھانا موجود ہے اس سے میزبان کو کس قدر تکلیف اور اس کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۴۹۹)

دوسرے کے معاملات میں دخل دینا مرض عام ہے

دوسروں کی فضول فکر اور دوسروں کے معاملات میں بلاضرورت دخل دینا آجکل یہ مرض عام ہوگیا ہے اور یہ اس راہ میں سمِ قاتل ہے کہ اپنے اختیارات کا تو اہتمام نہ کرے اور دوسروں کے اختیارات میں مشغول ہو جائے جو اسکے اعتبار سے غیر اختیاری ہے اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔ ع

کار خود کن کار بیگانہ مکن

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۹)

ایک قلی پر ظلم وستم

میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ریل میں سوار ہوئے ایک قلی کے سر پر ان کا اسباب تھا۔ اسباب کو رکھوا کر انہوں نے قلی کو ایک گھسی ہوئی دوانی دی اس نے کہا کہ حضور یہ تو خراب ہے کہنے لگے کہ ہم کیا کریں اس نے کہا بدل دیجئے کہنے لگا کہ ہم نہیں بدلتے اس نے کہا کہ

صاحب میں کیا کرونگا کہنے لگے چلا دینا اس نے کہا میں کیسے چلا دونگا تو کہتے ہیں کہ جیسے ہم نے چلا دی۔ بھائی تم نے تو اسلئے چلا دی کہ تم بڑے شخص ہو اگر اس قلی کو بھی کوئی ایسا ذلیل مل جائے جس کی ذلت کی نسبت اسکی ذلت کے ساتھ ایسی ہو جیسی اسکی ذلت کی نسبت تمہاری عزت کے ساتھ تو وہ بھی چلا دے مگر اس کو ایسا شخص کہاں ملے گا۔ آخر وہ روتا ہوا واپس چلا گیا اور گاڑی چھوٹ گئی۔

ایسا افسوس ہوا کہ جب یہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر ہمدردی کے لیکچر دیتے ہیں اس وقت انکی زبان کیسی چلتی ہے اور کس قدر زور ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا ان کے برابر دنیا میں بھی کوئی ہمدرد نہیں اور اعمال کی یہ حالت ہے۔

صاحبو! میں بقسم کہتا ہوں کہ مذہب کا پابند ہو کر تو ہمدردی کرنا ممکن ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ نرے تمدن سے کوئی بھی ہمدرد نہیں ہو سکتا۔ (وعظ تفصیل التوبہ امثال عبرت ص ۱۶۲)

شادی بیاہ وغیرہ کے خلاف شریعت رسومات

جو رسوم خلاف شریعت اکثر شادیوں میں ہوا کرتی ہیں ان ہی سے وہ مجمع، مجمع معصیت ہو جاتا ہے وہاں نہ بیٹھے اور رسوم تو الگ ہیں خود آجکل برات ہی مجمع معصیت ہے اگر کوئی خرابی نہ ہو تو یہ خرابی تو ضرور ہوتی ہے کہ براتی مقدار دعوت سے زیادہ چلے آتے ہیں خواہ اھل خانہ کے ہاں اتنا سامان بھی نہ ہو۔ ایک ایک دو دو کو ضرور ساتھ لے جاتے ہیں جس سے بچارے میزبان کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے کہیں قرض لیتا ہے، کہیں اور کچھ فکر کرتا ہے غرض بہت خرابی ہوتی ہے پھر ایسے شخص کی نسبت حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ

دخل سارقاً و خرج مغیراً

(یعنی چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں ایک آدمی ویسے ہی چلے گئے آپ نے مکان پہنچ کر صاحب خانہ سے صاف فرمادیا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہولیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو آئے ورنہ چلا جائے صاحب خانہ نے اسکو اجازت دے دی اور وہ شریک ہوگیا۔

رہا یہ شبہ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے اس نے اجازت دے دی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر آزادی دے رکھی تھی کہ جسکا جی چاہتا تھا قبول کرتا تھا اور جس کا جی چاہتا تھا انکار کر دیتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ ایک فارسی شخص نے کہ شوربا عمدہ پکایا تھا۔ شوربا پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ بشرطیکہ عائشہ کی بھی دعوت کرو تو قبول کرتا ہوں، اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں حضرت عائشہؓ کی نہیں، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہماری بھی نہیں، پھر اس نے اصرار کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی یہی فرمایا۔ اس نے چند بار انکار کیا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کا بوجھ اور دباؤ ہوتا تو وہ انکار کیوں کرتا پھر اپنی خوشی سے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور یہ جائز ہے کہ دعوت قبول کرنے میں کوئی شرط لگائے غرض اس قسم کا تکلف اور تکلیف جو آجکل ہم لوگوں میں ہے اس زمانے میں نہیں تھا ہم لوگوں نے اپنی حالت خود بگاڑ رکھی ہے۔

ایسی ہی شادی غمی کے موقع پر اکثر لوگ تفاخر کے طور پر دعوت کرتے ہیں انکی دعوت بھی قبول نہ کرنا چاہیے۔

اسی طرح جو دعوت دین اور اطاعت کا عوض ہو وہ بھی درست اور جائز نہیں جیسے تیجے وغیرہ میں قرآن اور کلمہ درود پڑھ کر اسکے عوض دعوت الائچی دانہ اور چنے وغیرہ ملتے ہیں۔

زیاں مے کند مرد تفسیر داں
کہ علم و عمل مے فروشد بہ ناں

اسی طرح ذلت کی دعوت بھی قبول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ذلت سے بچنا امر شریعت میں محمود ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ یعنی مومن کو اپنے نفس کو ذلیل نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ آجکل ذلت کی دعوت وہ ہے جو مردوں کے ایصال ثواب کے لئے کی جاتی ہے اور اسمیں طالب علموں اور ملاؤں وغیرہ کو بلایا جاتا ہے بس یہ دعوت کھانے والے عام لوگوں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اہل علم کو اس دعوت سے بچنا چاہیے جسمیں ذلت ہو کیونکہ اہل علم کی ذلت خود علم کی ذلت ہے۔

قبول کرنے کے لائق صرف وہ دعوت ہے جو محض محبت سے ہو حلال کھانا ہو' نہ اس میں رسم کی پابندی ہو نہ تفاخر اور نہ ریا ہو نہ ذلت ہو' بلکہ اسکی بناء محض محبت ہی محبت ہو۔

(حقوق المعاشرت ص ۱۴ تا ص ۳۰ ملخصاً)

شادی کا ایک نمونہ

خدا تعالیٰ نے شادی کا ایک نمونہ (یعنی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شادی) ہم کو دکھلایا ہے کہ اس میں نہ مہمان آئے تھے نہ لال خط گیا تھا نہ ڈوم گیا تھا نہ نائی نہ واسطہ سے پیغام پہونچا بلکہ پیغام خود دولہا صاحب لے کر گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھیجے ہوئے تھے اول حضرت فاطمہ زہراؓ کیلئے حضرات شیخینؓ نے پیغام دیا تھا لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر فرما دیا۔ اللہ اکبر صاحبو! غور کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کیسے کیسے گہرے امور پر مطلع فرما دیا ہے یعنی حضرات شیخینؓ سے انکار فرما کر آپؐ نے یہ بتلا دیا کہ اپنی اولاد کے لیے شوہر کی ہم عمری کا لحاظ بھی ضرور کرو۔

ایک نوجوان عورت کی شادی ایک بوڑھے مرد سے ہو گئی تھی وہ کہتی تھی کہ جب میرے سامنے آتے ہیں تو مجھ کو بہت شرم آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دادا آ گیا اور اکثر

عورتیں عمروں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے آوارہ ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا دل نہیں ملتا بتلایئے حضرات شیخینؓ سے زیادہ کون ہو گا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض عمر کے تفاوت کی وجہ سے انکار فرمادیا جب دونوں صاحبوں کو اس شرف سے مایوسی ہوئی تو ان دونوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے تو اس خاص وجہ سے انکار فرمادیا ہے تم کم عمر ہو بہتر ہے کہ تم پیغام دو جو لوگ شیخینؓ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت رکھنے کا الزام رکھتے ہیں ان کو اس واقعہ میں غور کرنا چاہیے غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور جا کر خاموش بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جس غرض سے تم آئے ہو اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تم سے کردوں منظوری کے بعد حضرت علیؓ چلے آئے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار اصحاب کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھ دیا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس نکاح میں موجود نہ تھے اس لئے یہ فرمادیا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ منظور کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے منظور کیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمنؓ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علیؓ کے گھر روانہ کر دیا نہ ڈولہ تھا نہ برات تھی اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت فاطمہ زہراءؓ سے پانی مانگا انہوں نے اٹھ کر پانی دیا آج ہم نے اس سادگی ہی کو بالکل چھوڑ دیا ہے نکاح کے بعد ایک مدت تک دولہن منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ بجائے منہ پر ہاتھ کے ہاتھ پر منہ رکھنا چاہیے بہر حال جو کچھ بھی کہا جائے منہ ڈھکا ہوتا ہے اور وہ اس قدر پابند بنائی جاتی ہے کہ نماز وغیر کچھ بھی نہیں پڑھ سکتی جس طرح بندہ کو خدا کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا اس طرح وہ نائن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

(وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین جلد سوم)

(امثال عبرت ص ۱۷۷، ص ۱۷۸)

مسئلہ استیذان

معاشرت کے بعض اجزاء کے متعلق تو بعض لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں رہی کہ یہ شریعت کا حکم ہے بھی یا نہیں بلکہ اکثر لوگ اس کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جیسے استیذان کا مسئلہ اس

کو بہت لوگ نئی بات سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص یہ قانون مقرر کردے کہ جب کوئی ملنے آئے تو پہلے اطلاع کردے تو اسکو بدنام کرتے ہیں کہ اس نے انگریزوں کا طریقہ اختیار کرلیا حالانکہ استیذان کا مسئلہ اسلام ہی سے سب نے سیکھا ہے۔ چنانچہ یہ حکم قرآن میں موجود ہے' حدیث میں موجود ہے اور سلف کا طرز عمل بھی یہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کر کے دکھلایا ہے۔ البتہ اس کی حقیقت سمجھ لیجئے کیونکہ جس طرح آج کل نوجوانوں نے طرز اختیار کیا ہے یہ انہوں نے حکم اسلامی کی اتباع کے لئے نہیں کیا بلکہ اس میں بھی وہ دوسرے قوموں کا اتباع کرتے ہیں۔

تو سن لیجئے کہ اسلام میں استیذان کے لئے کارڈ بھیجنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہر جگہ اور ہر مکان کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت ہے بلکہ قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص خلوت میں بیٹھا ہے' مثلاً بیٹھک کے کواڑ بند کر رکھے ہیں یا پردے چھوڑ رکھے ہیں یا زنانہ مکان ہے تو اس وقت استیذان کی ضرورت ہے۔ اور اگر مردانہ مکان ہے اور کواڑ بند نہیں نہ پردے چھوڑے ہوئے ہیں تو بلا استیذان کے جانا جائز ہے (مگر یہ کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کسی ضروری کام میں مشغول نہیں ہے جس میں دوسروں کے آنے سے خلل واقع ہوگا) اور جہاں استیذان کی ضرورت ہے وہاں یہ طریقہ ہے کہ پہلے جا کر سلام کرو السلام علیکم ! پھر اپنا نام بتلا کر کہو کہ میں اندر آ سکتا ہوں اگر وہ اجازت دے چلے جاؤ ورنہ تین دفعہ اس طرح کر کے لوٹ آؤ۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور تین دفعہ اسی طرح کر کے واپس ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے خادم سے فرمایا کہ میں نے ابوموسیٰ ؓ کی آواز سنی تھی ان کو بلالاؤ۔ اس نے باہر آ کر دیکھا تو واپس ہو چکے تھے آ کر عرض کیا تو فرمایا کہ جہاں ہوں وہیں سے بلالاؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو پوچھا کہ آپ واپس کیوں ہو گئے تھے۔ فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا ہے کہ تین دفعہ سلام و استیذان کے بعد جواب نہ آئے تو واپس ہو جایا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ

مسئلہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے جو تمہارے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو بیان کر سکے حضرت ابوموسیٰ گواہ کی تلاش میں مسجد نبوی میں آئے جہاں انصار کا مجمع موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب اس مسئلہ پر گواہ ہیں مگر تمہارے ساتھ ہم اپنے میں سب سے چھوٹے کو بھیجیں گے تا کہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہو جائے کہ انصار کے بچے بھی اس مسئلہ کو جانتے ہیں۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس مجمع میں سب سے چھوٹے تھے وہ گواہی کے لئے حاضر ہوئے اور آ کر بیان کیا کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ کے بعد لوٹ جانے کا حکم دیا ہے۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۳۱۴)

یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ارشادی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اس حکم کو ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور تین مرتبہ فرمایا **السلام علیکم لادخل** حضرت سعدؓ تینوں دفعہ اس خیال سے خاموش رہے کہ اچھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار سلام فرمائیں تو ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت زیادہ نصیب ہو۔ جب تیسری دفعہ کے بعد پھر آپ نے سلام نہ کیا تو وہ گھر سے نکل کر دوڑے اور دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لیجارہے ہیں۔ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو مزید برکت حاصل کرنے کے لئے خاموش ہو رہا تھا۔ آپ واپس کیوں چلے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہی حکم ہے کہ تین دفعہ سے زیادہ استیذان نہ کروں غرض پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

اگر آج کوئی ایسا قانون مقرر کردے کہ اجازت لے کر آؤ اور تین دفعہ میں جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ، تو لوگ اس کو فرعون اور مغرور سمجھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرات سلف کا یہی طریقہ تھا۔ اور تین دفعہ اجازت مانگنے پر اگر اجازت نہ ملے تو وہ بخوشی واپس ہو جاتے تھے گرانی مطلق نہ ہوتی تھی۔ تو دیکھئے یہ صورت کیسی آسان ہے اور اس میں کس قدر مصالح ہیں، پس ہماری معاشرت ہر طرح مکمل ہے۔ کھانے پینے میں بھی اور ملنے ملانے میں بھی۔ مگر افسوس ہم لوگ اس کی قدر نہیں کرتے اور خواہ مخواہ دوسروں کے دروازوں پر دریوزہ گری کرتے ہیں۔ (تفصیل الدین)

تین موقعوں پر سلام کرنا منع ہے

فرمایا فقہاء نے تین موقعوں پر سلام منع لکھا ہے (۱) جب کوئی طاعت میں مشغول ہو اسکو سلام نہ کرنا چاہیے (۲) اسی طرح جب کوئی معصیت میں مشغول ہو۔ (۳) تیسرا موقع یہ کہ حاجت بشریہ میں مشغول ہو۔ (الکلام الحسن ص ۷۰)

ہندو کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ

فرمایا کہ جب ہندو سلام کہتے ہیں تو میں جناب کہہ دیتا ہوں اور دل میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنابت سے مشتق ہے اور سلام اگر کہوں تو یہ ارادہ ہوتا ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کفر سے سلامت رکھیں اور ''سلام'' میں بھی کیا حرج ہے اور آداب کے معنی یہ ہیں آپاؤں داب یا ہندو کو جواباً اشارہ کردے (الکلام الحسن ص ۱۶۵)

خالی گھر اور خالی مسجد میں سلام کرنیکا حکم

ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو سلام کرے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کرلے اسی طرح اگر گھر اکیلا ہو اس میں بھی سلام کرے۔ کوئی انسان نہیں تو ملائکہ تو ہوتے ہی ہیں۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۳۱۴)

وعدہ سے سلام پہنچانا واجب ہے

فرمایا اگر کسی سے وعدہ کرے کہ سلام پہنچاؤں گا تو سلام پہنچانا واجب ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ (آداب المعاشرت مبوب ص ۴۹ بحوالہ کلمۃ الحق ص ۱۱۵)

سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی عادت واجب الترک ہے

فرمایا کہ سلام کے وقت جو اکثر لوگوں کی عادت ہاتھ اٹھانے کی ہے یہ عادت میرے نزدیک واجب الترک ہے کیوں کہ سلام کے ادا ہونے میں ہاتھ اٹھانے کو کوئی دخل نہیں بس ہاتھ اٹھانا محض تعظیم کیلئے ہے اور غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ بعض سلاطین نے اپنے سلام کیلئے

سجدہ تجویز کیا تھا چند روز تک تو وہ سجدہ اپنی اصلی ہیئت میں باقی رہا پھر چونکہ ہر وقت زمین پر جھکنا گونہ تکلف تھا اس لئے کف دست کو زمین کا قائم مقام کر کے اس پر پیشانی کو رکھنا اور کچھ جھکنا شروع کر دیا چنانچہ یہ رسم آج تک اسی ہیئت سے باقی ہے اور ناپسندیدہ ہے البتہ اگر مخاطب دور ہو کہ وہاں تک سلام کا پہنچنا مشکوک ہو اعلام کیلئے ہاتھ سے اشارہ کر دینا جائز ہے لیکن پیشانی پر لگانے کی کوئی وجہ نہیں (مقالات حکمت ص ۲۵۱)

بجائے سلام کے آداب لکھنا بدعت ہے

فرمایا کہ بجائے سلام کے آداب کہنا یا لکھنا بدعت ہے کیوں کہ تغییر ہے مشروع کی البتہ بعد سلام کے اس قسم کے ادب کے کلمات لکھنے کا مضائقہ نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹۹)

مصافحہ کے شرعی ضوابط

فرمایا حدیث میں آیا ہے ان من تمام تحیاتکم المصافحة جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مصافحہ متمم سلام ہے اور سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں تو مصافحہ کے لئے جو کہ اس کا تابع ہے بطریق اولیٰ ہوں گے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اذان کے وقت سلام نہ کرو اور بھی مواقع ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ مشغولی کے وقت مصافحہ بھی نہیں چاہیے۔ بہت سے علماء تو وداعی مصافحہ کو بھی بدعت کہتے ہیں مگر خیر ہمارے علماء جائز کہتے ہیں چوں کہ وداع کے وقت سلام تو نصوص سے ثابت ہے اور مصافحہ متمم سلام ہے تو مصافحہ بھی درست ہوا۔ مگر ہر چیز کی حد ہوتی ہے یہاں مصافحہ کی کوئی حد ہی نہیں ہے استنجا کے بعد بھی مصافحہ، بیٹھنے کے بعد بھی مصافحہ۔ (مشائخ کو اس سے منع کرنا چاہیے)

(ادب العشیر ص ۲۵۷)

بعد وعظ مصافحہ ضروری سمجھنا بدعت ہے

فرمایا بعض لوگ بعد وعظ واعظ سے ضرور مصافحہ کرتے ہیں یہ بدعت ہے۔

(حقوق المعاشرت ص ۱۲)

مصافحہ میں ہدیہ دینا درست نہیں

ایک صاحب نے آ کر مصافحہ کے ساتھ ہی کچھ دینا چاہا ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ پیرزادوں نے اخفاء کے خیال سے جاری کیا ہے۔ یہ طریقہ خلاف سنت ہے کہیں ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مصافحہ میں لوگ دیا کرتے ہوں۔ یہ رسم قابل ترک ہے اس میں اپنا نفس بھی خراب ہوتا ہے ہر مصافحہ میں انتظار رہے گا کہ شاید کچھ وصول ہو جائے مصافحہ دین کا کام ہے اس کے ساتھ دنیا شریک کرنا ٹھیک نہیں۔ (مقالات حکمت ص ۳۴۸)

مصافحہ کی مشہور ترکیب موضوع ہے

فرمایا مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دبادے یہ بے اصل ہے اور یہ حدیث موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگ محبت ہے (حسن العزیز ج ۴ ص ۲۳۶)

جھک کر سلام کرنے کی ممانعت

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک رئیس کے ملازم کا خط آیا ہے۔ سوال کیا ہے کہ کیا آقا کو جھک کر سلام کرنا درست ہے؟ اب اگر لکھتا ہوں کہ درست ہے تو جواب غلط ہے اور اگر لکھتا ہوں کہ نہیں تو آقا کو معلوم ہونے پر خیال ہوگا کہ ہمارے نوکر کو بے ادب بنا دیا۔ میں نے لکھ دیا کہ کیا وہ بے جھکے سلام کرنے سے ناراض ہوتے ہیں؟ اب اگر وہ سوال کرے گا اور لکھے گا کہ ناراض ہوتے ہیں تب میں لکھ دوں گا کہ درست نہیں۔ (اشرف الاحکام)

مبہم بات سے ہمیشہ گریز کرنا چاہئے

ایک شخص پانی پڑھوانے لائے اور دور سے کہا کہ پانی پڑھ دو اور صاف لفظوں میں کہا بھی نہیں اس طرح کہا کہ جس کا سمجھنا دشوار تھا۔

اس پر ارشاد فرمایا کہ تکلفات اور رسوم نے معاشرت کا ناس کر رکھا ہے۔ مجھ کو مبہم بات

سے ایسی پریشانی ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ زیادہ نہ بولنے کو ادب خیال کرتے ہیں۔ یہ تکلفات ایرانیوں سے سیکھی ہیں۔ مبہم بات سنت کے بھی خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام واضح ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی تین تین بار فرماتے ہیں۔ صاف کلام کرنا سنت ہے۔
(حسن العزیز ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ تھانہ بھون)

سلام کا جواب تحریری

فرمایا اگر سلام کا جواب زبانی دے دیں تو بھی ادا ہو گیا اور تحریری دیدیں تب بھی ادا ہو گیا۔ (الکلام الحسن ملفوظ ص ۳۹۸)

صیغۂ سلام

فرمایا کہ اگر کوئی خط میں یہ لکھے کہ بعد سلام مسنون عرض ہے تو چونکہ شریعت میں یہ صیغہ سلام کا نہیں بلکہ السلام علیکم ہے اس لئے اس صیغہ سلام کا جواب دینا واجب نہ ہوگا۔ سلام کا جواب جب ہی واجب ہوگا جب اصل صیغہ سے سلام ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۹۹)

بچوں کے سلام کا جواب

فرمایا کہ بعض بچوں کی طرف سے خطوں میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے تو عام عادت تو یہ ہے کہ اس سلام کے جواب میں صرف دعا لکھتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سے جواب ادا نہیں ہوتا اس لئے میں تو سلام اور دعا دونوں لکھتا ہوں لیکن اگر وہ سلام بچہ نے نہ لکھوایا ہو کسی بڑے نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہو تو اس کا جواب ہی واجب نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۲۱۹)

خطوط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب واجب ہے

خطوط میں جو سلام کسی کی طرف سے لکھا ہوا آتا ہے اس کا جواب دینا بھی واجب ہے خواہ زبان سے یا قلم سے یا دونوں سے یہی حال زبانی سلام کا ہے کہ اس کا نفس جواب واجب ہے اور سنانا مستحب ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۴۰)

اس میں غور کیا جائے اگر سلام کرنے والے نے جواب نہ سنا تو جواب نہیں ہوا۔ سنانا ضروری ہے البتہ اگر دور ہو کہ سنانے میں مشقت ہے تو زبان سے جواب دے کر اشارہ منہ سے کر دے کہ وہ سمجھ جائے کہ جواب دیا ہے۔

چمار کے گھر کا کھانا نہ کھانے کی اجازت

ایک شخص نے دریافت کیا کہ چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا اگر پاکی سے تیار ہوا ہو کھانا جائز ہے پھر کھانے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی؟ فرمایا کھانا محض چمار کے چھونے سے نجس نہیں ہوتا' پاک اور جائز ہے لیکن جہاں یہ مسئلہ ہے وہاں دوسرا مسئلہ بھی ہے کہ جس امر مباح سے شورش ہوتی ہو' اسے ترک کرے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض بخیال شورش و فتنہ حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل نہ فرمایا۔ (مقالا حکمت ص ۳۸۶)

یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے کا حکم

فرمایا ایسا ہی جواب میں اس وقت دیا کرتا ہوں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے کے متعلق پوچھا جاتا ہے میں کہتا ہوں فی نفسہٖ جائز ہے لیکن یہ بھی مسئلہ ہے کہ کفار کے ساتھ مؤدت نہ کی جائے پس یہ ممانعت غیر طاہر ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مؤدت کی وجہ سے ہے جو منہی عنہ ہے۔ (مقالات حکمت ص ۳۸۶)

حرام مال کافر کو بھی کھلانا جائز نہیں

فرمایا کہ حرام مال کا نہ خود کھانا جائز ہے نہ دوسروں کو کھلانا جائز ہے حتیٰ کہ کافر کو بھی حرام مال کھلانا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ناپاک چیزوں کا جانوروں کو بھی کھلانا جائز نہیں۔ بعض لوگ ایسا کھانا جس میں کتا' بلی منہ ڈال دے بھنگی کو دے دیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ بلکہ یہ چاہیے کہ اس سے کہہ دیں کہ اس چیز کو پھینک دو۔ اس کے بعد اگر وہ خود کھالے یا اپنے گھر لے جائے یہ اس کا فعل ہے تم خود اس کو استعمال کے لیے مت دو۔ (حج المبرور)

کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے

فرمایا کہ کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے اور دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور رومال وغیرہ سے پونچھنا نہیں چاہیے البتہ بعد کھانے کے جو ہاتھ دھوئے ان کو پونچھنے اور قبل کھانے کے صرف ہاتھ دھوئے کلی نہ کرے، سنت یہی ہے۔ البتہ بعد کھانا کھانے کے ہاتھوں کو دھونے کے بعد کلی بھی کر کے منہ کو صاف کرلے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۰۷)

کھانا کھاتے وقت سلام کرنا منع ہے

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کھانا کھاتا ہو اس کو سلام نہ کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ میں کھانا کھا رہا تھا کہ ایک صاحب نے سلام کیا تو میرے گلے میں ٹکڑا اٹک گیا اس وقت معلوم ہوا کہ یہ راز ہے۔ (مقالات حکمت ص ۳۲۷)

مہمان کو دستر خوان سے سائل کو دینا جائز نہیں

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سائل آ کر سوال کرے تو مہمان کو دستر خوان سے دینا جائز نہیں ہے ایسے ہی اگر کوئی اپنے برتن میں کھانا بھیجے تو اس میں کھانا جائز نہیں بلکہ اپنے برتن میں کر کے کھائے لیکن اگر مزہ یا وضع بدل جانے کا اندیشہ ہو جیسے فیرنی وغیرہ تو اسی برتن میں کھانا جائز ہے ایسے ہی اگر چند مجلسیں کھانے کی ہوں تو اپنی مجلس میں اگر کھانے کی کمی پڑ جائے تو اپنے سامنے سے دے سکتا ہے اور اگر دوسری مجلس میں ضرورت پڑے تو دینا جائز نہیں ہے
(ملحوظات و محظوظات یعنی جدید ملفوظات ص ۱۸۰)

برہمن یا چمار کے ساتھ کھا پی لینے کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسئلہ شرعی کے اعتبار سے برہمن اور چمار ایک ہیں پھر ایک کے ہاتھ سے کھا پی لیتے ہیں اور ایک کے ہاتھ سے نہیں۔ فرمایا اس میں حکم کے دو

درجے ہیں ایک فی نفسہ اور ایک للعارض تو فی نفسہ تو جائز ہے مگر عوارض کی وجہ سے ناجائز ہے اور وہ عوارض یہ ہیں مثلاً بدنامی، چرچا (الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۲۵)

ایک دسترخوان کا کھانا دوسرے دسترخوان پر دینا جائز نہیں

فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دو جگہ دسترخوان ہوں تو ایک کا کھانا دوسرے پر دینا جائز نہیں اور میں کہتا ہوں کہ اگر شریعت کا حکم بھی نہ ہوتا تب بھی طبع سلیم کہاں جائز رکھتی ہے ہاں اگر بے تکلفی ہو کہ ایسے تصرف سے مالک کا جی خوش ہوتا ہو کھانے سے وہاں مضائقہ نہیں۔

اسی طرح مہمان کو کھانا بھیجا جائے اور وہ اسکے کھانے سے زائد ہو تو مہمان کیلئے جائز نہیں کہ کسی دوسرے کو اس میں شریک کرے یا بچا ہوا کھانا کسی اور کو دیدے۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۵۷۱)

ابن السبیل کا حکم

فرمایا کہ مہمان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ خاص کسی ملاقات کے لئے اس کے پاس آئیں اس کا حق تو صاحب خانہ پر ہوتا ہے دوسرے وہ کہ ابن السبیل ہوں اور رستہ میں کسی سے ملاقات بھی کرلیں اس قسم کے لوگوں کا حق علی سبیل الکفایہ سب پر ہوتا ہے کسی معین شخص پر نہیں ہوتا۔ (مقالاتِ حکمت ص ۲۵۵)

بسم اللہ کی تقریب میں احباب کو جمع کرنا جائز ہے

ایک صاحب نے پوچھا کہ بسم اللہ کی تقریب میں لوگوں کو جمع کرنا شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا اور ایسی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ فرحت کی حد تک رہے تو جائز ہے بلکہ نعمت دینیہ پر فرحت کا حکم ہے۔ البتہ جو تفاخر اور ریا میں داخل ہو وہ ناجائز ہے پس مختصری شیرینی وغیرہ تقسیم کردینا، احباب کو جمع کرلینا ممنوع نہیں ہاں حد سے زیادہ اہتمام کرنا ریا و تفاخر کے کام کرنا البتہ منع ہے۔ (مقالاتِ حکمت ص ۳۵۶)

بھیجے ہوئے کھانے کے برتن کا حکم

فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ جس برتن میں کھانا بھیجا جائے اس کھانے کو دوسرے برتن میں نکال کر کھانا چاہیئے اسی برتن میں کھانا ناجائز ہے ہاں! اگر وہ ایسا کھانا ہے جس کو دوسرے برتن میں ڈالنے سے اس کی لذت جاتی رہے یا صورت بگڑ جائے تو اس کو اسی برتن میں کھانا جائز ہے۔ جیسے فیرینی کو طشتری میں جما کر بھیجا تو اس کو دوسرے برتن میں ڈالنے سے صورت خراب ہو جاتی ہے فیرنی کا لطف یہی ہے کہ جس برتن میں اس کو جمایا گیا ہے اسی میں کھایا جائے۔ (ترجیح الاخرۃ دنیا وآخرت ص ۶۵۴)

ہر بھیک مانگنے والے کو دینا جائز نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ہر شخص کو جائز نہیں اور فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسے سوال جائز نہیں اسے دینا بھی جائز نہیں یہ گناہ کی اعانت ہے۔ ہاں کسی پر اس قدر بار پڑ گیا ہو قرض کا کہ وہ کما کر نہیں دے سکتا اس کی اعانت جائز ہے (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۴۸) اسی طرح ہٹے کٹے جوانوں کو بھیک دینا حرام ہے (حسن العزیز ج ۲ ص ۱۱۳)

دین کی مشغولی میں چھینک اور سلام کا جواب دینا واجب نہیں

فرمایا کہ ایسے موقع پر جبکہ دوسرے لوگ کام میں مشغول ہوں چھینکنے کے بعد الحمد للہ آہستہ سے کہنا چاہیے۔ میں ہمیشہ آہستہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں پر خواہ مخواہ جواب واجب نہ ہو پھر فرمایا کہ کام کی مشغولی میں گو سلام کا' چھینک کا جواب دینا واجب نہیں لیکن پھر بھی جواب نہ دینا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر جواب نہ دیا جائے تو اتنی دیر تو دلشکنی ہوئی۔ عرض کیا گیا کیا ہر قسم کی مشغولی میں سلام کا جواب واجب نہیں فرمایا کہ دین کی مشغولی تو واجب ہے ہی نہیں۔

(اسی طرح ایک بار فرمایا کہ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہیے نہ مصافحہ کرنا چاہیے بعض لوگ مجلس میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں اور پھر مصافحہ شروع کر دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور سارا مجمع پریشان ہو جاتا ہے (حسن العزیز ج ۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ تھانہ بھون)

پڑوسی کی رعایت کا حکم

فرمایا کہ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت میں حدیثوں میں بڑے حکم آئے ہیں اگر پڑوسی دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو کیوں کہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بوجہ ملکیت تمہیں منع کرنے کا حق ہے مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے اسی طرح اگر پڑوسی کے مکان کی طرف روشن دان کی ضرورت ہو تو بہت اوپر رکھا جائے جس سے اس کے بے پردگی نہ ہو۔

پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان نہ رکھنے کی تحقیق

فقہاء متاخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشن دان جائز نہیں ہے لیکن متقدمین کہتے ہیں کہ جائز ہے اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔ جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے۔ جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشن دان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہوگا؟ پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کیوں کہ اس سے اتنا ضرر نہیں کہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کرے گا ورنہ روشندان میں ہے تو چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو دیکھنے والے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور گھر والے بھی احتیاط سے

رہیں گے فافہم۔ حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ دیوار اٹھادے تو روشندان اس میں پڑوسی کے مکان کی طرف نہ رکھے اور اگر دیوار اٹھادے تو یہ جائز ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۴۱۹، ۴۲۰)

پڑوس کی حد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی کہاں تک حد ہے؟ فرمایا کہ عرف میں جہاں تک پڑوس کہلاتا ہے۔ پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی حق زائد ہے اور جتنا دور ہے اتنا ہی حق کم ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۲)

سفارش کی تین صورتیں اور ان کا حکم

فرمایا سفارش کی تین صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ نہ تو محبت کا اثر ہو اور نہ وجاہت کا، اس میں تو ذلت ہے اور ایک یہ کہ وجاہت کا اثر ہو، محبت کا نہ ہو اس میں مخاطب کو تکلیف ہے اور ایک یہ کہ وجاہت کا اثر نہ ہو محض محبت کا ہو اس میں مضائقہ نہیں اس میں نہ سفارش کرنے والے کو ذلت، نہ مخاطب کو تکلیف بشرطیکہ محبت کافی ہو اور بے تکلفی بھی ہو مگر یہ تیسری قسم نادرالوجود ہے۔ (تاسیس البنیان ص ۱۳)

بغیر شوہر کے دستخط کے کسی عورت کا خط پڑھنا حرام ہے

کسی عورت کا عریضہ حضرت والاؒ کی خدمت میں آیا۔ اس پر ان بی بی کے شوہر کے دستخط نہ تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے وہ عریضہ واپس فرمادیا کہ بلا شوہر کے دستخط کے عورت کا خط پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ بلا شوہر کے موجودگی کے اس کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرنا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۲۸)

عید مبارک کہنا درست ہے

ایک صاحب نے سوال کیا کہ عید کے دن "عید مبارک" جو ملنے کے وقت کہتے ہیں اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا "عید مبارک" کہنا درست ہے فقہاء نے لکھا ہے باقی مصافحہ

سو اول ملاقات کے وقت تو اتفاقاً (باتفاق علماء) اور وداع کے وقت اختلافاً (باختلاف علماء) مشروع ہے اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے' اس لئے بدعت ہے اور معانقہ اور بھی قبیح۔ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نماز عید سے پیشتر تو باتیں کر رہے تھے نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۱۳۳)

غیر مسلم محتاج کو بھیک دینے کا حکم

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ غیر مسلم محتاج کو دینا جائز ہے؟ ارشاد فرمایا جائز ہے' مگر صدقات واجبہ جائز نہیں جیسے زکوٰۃ عشر و نذر۔

سرکار کا نقصان کرنا جائز نہیں

حضرت حکیم الامتؒ بلا جوابی ٹکٹ یا لفافے کے جواب نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ وہ جواب کا منتظر رہتا ہوگا۔ بیرنگ بھیجدیا کیجئے۔ فرمایا کہ میں پہلے ایسا ہی کیا کرتا تھا لیکن بعضوں نے خط واپس کر دیا۔ پھر محصول مجھ کو اپنے پاس سے دینا پڑا۔ جب یہ احتمال ہے تو میں کیوں نقصان برداشت کروں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ اپنا نام نہ لکھا کیجئے۔ فرمایا کہ اس صورت میں اگر اس نے واپس نہ کیا تو سرکار کا نقصان ہے سرکار کا نقصان کرنا کہاں جائز ہے۔ (حسن العزیز ج ا ص ۶۶)

بغیر کرایہ دیئے سفر کرنا حرام ہے

ایک شخص بلا کرایہ دیئے سفر کر کے ریل سے آئے تھے ان سے فرمایا کہ تم پہلے یہ کرایہ جا کر ریل کے محکمہ کو ادا کرو کیونکہ یہ حرام ہے پھر آ کر دریافت کرو گے تو اللہ کا رستہ بتاؤں گا۔

(الکلام الحسن ص ۲۵۵)

رستہ کے موقع پر سونا یا بیٹھنا ناجائز ہے

فرمایا کہ اکثر طالب علموں کی عادت ہے کہ مسجد یا مدرسہ میں رستہ کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں بلکہ رستہ میں سو جاتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے۔ (مقالات حکمت ص ۲۳۲)

مدرسہ کے نابالغ بچوں سے کام لینا جائز نہیں

فرمایا مدرسہ کے نابالغ بچوں سے کام لینا کسی استاد کو جائز نہیں۔ البتہ اگر بالغ ہو تو بہ شرائط جائز ہے وہ شرط یہ ہے کہ یہ طیب خاطر ہو مگر معلمین ان معاملات میں بہت گڑبڑ کرتے ہیں۔ (کلمۃ الحق ص ۱۲۲)

گارڈ کرایہ معاف کرنے کا مجاز نہیں

فرمایا گارڈ کے خلاف منصب معاف کرنے سے کرایہ معاف نہیں ہوتا کیوں کہ گاڑی گارڈ کی نہیں کمپنی کی ہے۔ حق العبد اسی طرح باقی رہے گا۔ (اسعد الابرار ملفوظ ص ۱۱۲)

اگر کسی نے بغیر ٹکٹ کبھی سفر کیا ہو تو اس کی ادائیگی حق کا طریقہ یہ ہے کہ اتنی قیمت کا ٹکٹ خرید کر پھاڑ دے تا کہ آخرت کا کوئی مطالبہ اس کے ذمہ باقی نہ رہے۔

زبردستی نرخ مقرر کرنے کا حکم

فرمایا زبردستی نرخ مقرر کرنا جائز نہیں ہاں لوگوں کو راحت پہنچانے کے لئے اگر باہمی مفاہمت سے ایسا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ (اسعد الابرار ملفوظ نمبر ۶۰)

خدمت طفلاں کا حکم

فرمایا بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو یا وہ خدمت خلاف سنت ہو جیسے تسبیح کے دانے پڑھوانا۔ وہ بھی جائز نہیں۔ میاں جیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۳۳۴)

رسومات کیلئے قرض دینا ممنوع ہے

فرمایا کہ شادی بیاہ میں قرض دینا جن سے رسومات ادا کیے جائیں یا اسراف کیا جائے ممنوع ہے کیونکہ اس قرض کی نیت اتلاف مال کی نہ ہو مگر تلف کا وقوع تو ہوا جس کا سبب اس شخص کا فعل ہے اور امر منکر کا مباشر ہونا جس طرح منکر ہے اسی طرح سبب بننا بھی۔ دلیلہ قولہ تعالی لا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ (کمالات اشرفیہ ص ۵)

اعزہ سے ملنا سنت ہے

عرض کیا گیا کہ اعزہ سے ملنا کیا سنت ہے؟ فرمایا ہاں۔ کیونکہ صلہ رحمی ہے اگر وہ بداعمال ہوں تو بھی اپنی جانب سے بغرض صلہ رحمی ملنے میں کچھ حرج نہیں۔ قطع تعلق اور اپنے کو کھنچا ہوا رکھنا اچھا نہیں۔ خواہ وہ امراء ہی کیوں نہ ہوں۔ ترک تعلق مناسب نہیں اور اگر وہ اعزہ تمسخر دین کا کیا کرتے ہوں تو اس کو چاہیئے کہ ان کو سمجھائے کہ میں آپ صاحبوں کے پاس بسبب رشتہ داری آتا ہوں آپ ایسا نہ کریں ورنہ میں نہیں آؤں گا۔ اگر وہ نہ مانیں تو نہ جائے۔ (مقالات حکمت ص ۱۶)

بلا اجازت دوسروں کے برتن کا استعمال جائز نہیں

ارشاد فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ جس برتن میں کسی نے کھانا بھیجا ہو اس میں کھانا جائز نہیں، اب تو یہ حالت ہے کہ خالی کرنے کے بعد گھر میں رکھتے ہیں اور خوب استعمال کرتے ہیں پرواہ ہی نہیں۔ برتن کھوئے جاتے ہیں۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۵۴۱)

مسلمان سے ایک سال تک نہ بولنے کا گناہ

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اگر مسلمان سے ایک سال تک نہ بولا جائے تو قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۰۱)

تین دن سے زیادہ ترک کلام کس صورت میں جائز ہے؟

فرمایا عام حکم یہ ہے کہ تین دن تک نہ بولنا جائز ہے اور تین دن سے زیادہ ترکِ کلام

جائز نہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر گذرنے سے غصہ کم ہو جاتا ہے پھر رات ہو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔

سچے کام کی ٹوپی ادھار لینا جائز نہیں

فرمایا ایک عالم نے سچے کام کی ٹوپی پانچ روپے میں خریدی اور کہا میں لے جاتا ہوں روپے بھیج دوں گا دکاندار نے عرض کیا کہ مولانا یہ نسیئہ کیسے جائز ہوا؟ بولے ہاں بھئی یہ تو جائز نہیں مجھے خیال نہیں ہوا تم ٹوپی رکھ لو میں روپے لا کر لے جاؤں گا اس نے کہا کیا اس وقت لے جانے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی پھر خود صورت بتلائی کہ آپ اس وقت مجھ سے پانچ روپے قرض لے لیجئے اور پھر اس روپیہ سے ٹوپی خرید لیجئے اور قرض کا روپیہ پھر ادا کر دیجئے۔ دیکھئے ایک عامی آدمی نے مولانا کو عدم جواز کا مسئلہ بتایا پھر اس کے جواز کی شکل بتائی۔ اگر مسائل پر عمل کرنا شروع کر دیں تو علم اور عمل سب میں آسانی ہو جائے۔ (جمیل الکلام ص ۱۷)

دھوبی کپڑے بدل دے تو انکا استعمال جائز نہیں

دھوبی نے ایک دھوتی اور پگڑی بدل دیئے حضرتؒ سے پوچھا ان کو رکھنا یا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا بالکل نہیں۔ کیونکہ وہ دھوبی کی ملک نہیں۔ غیر کا مال بدوں اس کے اذن کے کیسے جائز ہوگا؟ جس سے وصول ہوئیں اس کو واپس کی جائیں پھر یہ اس کے ذمہ ہے کہ مالک کو پہنچائے؟'' میں نے لکھا وہ چیزیں کچھ استعمال کر چکا ہوں' کیا بطور جرمانہ کچھ اپنے پاس سے ادا کروں؟ فرمایا ہاں مساکین کو۔ (بزم اشرف کے چراغ ص ۲۵۹)

خطوط کا جواب دینا ضروری ہے

فرمایا کہ حدیث میں جو 'اجابۃ الداعی'' آیا ہے خطوں کا جواب دینا بھی اس کے عموم میں داخل ہے اس لئے خطوط کا جواب دینا حتی المقدور ضروری ہے (کمالات اشرفیہ ص ۴۵)

خاوند سے محبت کے لئے تعویز کرانے میں تفصیل

فرمایا عورتیں خاوند کی محبت کے لئے تعویذ طلب کرتی ہیں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر

اتنی محبت کی طالب ہیں کہ ان کے حقوق ادا کرے تو یہ جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ کی طالب ہیں تو حرام ہے کیونکہ تعویذ سے ایک گونہ جبر ہوتا ہے اور جبر واجب میں تو جائز ہے اور غیر واجب میں منع ہے اور یہی فقہاء کی مراد ہے۔ (الکلام الحسن ملفوظ ص ۲۳۷)

باپ کا حق استاد اور پیر سے مقدم ہے

فرمایا اصلاح انقلاب امت میں میں نے لکھا ہے کہ باپ کا حق استاد اور پیر سے مقدم ہے اور باپ کا حق علی الاطلاق مقدم ہے اور استاد اور شیخ میں تفصیل ہے اگر وہ حق قبیل علم سے ہے تو استاد کا حق مقدم ہے اور قبیل ارشاد سے ہے تو پیر کا حق مقدم ہے۔ (الکلام الحسن ملفوظ ص ۳۷۳)

سہرا باندھنا ناجائز ہے

ایک صاحب کے سوال کہ 'سہرا باندھنا کیسا ہے؟ کے جواب میں ارشاد فرمایا! جائز نہیں ہندوؤں کی مشابہت ہے اور یہ انہیں کا طریقہ ہے۔ (مقالات حکمت ص ۳۴)

سفارش میں دوسروں کو ایذا سے بچانے کا اہتمام ضروری ہے

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے ذریعہ بے وسیلہ لوگوں کی بات بڑوں تک پہنچانے کا فائدہ بھی ہے مگر ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے سفارش کی جائے اس کو ایذا نہ پہنچے اس کو اپنے اثر سے سفارش قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اپنے قول وعمل سے بتلا دیا جائے کہ سفارش قبول نہ ہوئی تو بھی مجھے کوئی گرانی نہیں ہوگی۔ ایسی سفارش تو مستحب ہے اور جس میں دوسرے کے اختیار کو اپنے اثر و رسوخ سے سلب کیا جائے۔ یہ ناجائز ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۵۹)

گاڑی والا سرکاری متعین کرایہ سے زیادہ مانگے تو کیا کرے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یکہ اور گاڑی کا کرایہ سرکار کی طرف سے جو متعین ہوتا

ہے' اگر کرایہ کرتے وقت اس پر یکہ والا راضی نہ ہو تو کس قدر دینا چاہئے فرمایا کہ جتنا وہ ٹھہرائے اسی قدر دینا چاہیئے اور بے ٹھہرائے بھی سوار ہونا جائز نہیں ۔ البتہ اگر سوار ہوتے وقت اس سے یہ کہہ دیا جائے کہ جو کچھ کرایہ بہ نرخ سرکاری مقرر ہے اس قدر دیں گے اور وہ راضی ہو جائے تو جائز ہے پھر فرمایا کہ لوگ توجہ نہیں کرتے ورنہ ذرا سی اصلاح سے بہت سے امور جائز ہو سکتے ہیں جیسے اس مثال میں کہ اگر نرخ سرکاری کے اعتماد پر بلا تصریح کرایہ کے بیٹھ جاتے تو درست نہ تھا اور اگر اسی نرخ کے حوالہ سے تصریح کر دی تو جائز ہو گیا کرایہ بدلنا نہیں پڑا ۔ (مقالات حکمت ص ۳۰۲)

دباؤ ڈال کر چندہ لینا ناجائز ہے

فرمایا مدارس کے لئے چندہ لینا جس میں طیب ہو جائز' ورنہ ناجائز ہے ۔ اب یہ حالت ہے کہ دباؤ ڈال کر مختلف طریق سے چندہ وصول کرتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے دلیل اس کی وہ حدیث ہے' "الا لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه" یعنی خبردار کسی مسلمان کا مال بغیر اس کے طیب خاطر کے جائز نہیں ۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۱۲۷)

نابالغ بچوں سے چندہ نہ لینے کا حکم

فرمایا کہ اس وقت چندہ جمع کرنے والے نابالغ بچوں سے بھی چندہ لے لیتے ہیں یہ بالکل جائز نہیں جو مال بچہ کی ملک ہے وہ اگر کسی کو بھی خوشی سے دینا چاہے تو نہیں دے سکتا اور نہ اس کا ولی دے سکتا ہے البتہ اگر ماں باپ اپنی طرف سے روپے دیں اور بچہ کی ملک نہ کریں مگر اس کے ہاتھ سے دلوائیں اس میں مضائقہ نہیں لیکن اس کی ملک ہو جانے کے بعد کسی کو نہ دینا جائز نہ لینا ۔ آج کل لوگ جوش میں آکر بچوں کے دیئے ہوئے پیسوں کو بڑے فخر سے لے لیتے ہیں اور مجمع عام میں اس کو بتلاتے ہیں کہ یہ معصوم بچہ کا متبرک روپیہ ہے اب وہ ایک روپیہ سو' دو سو میں نیلام ہوتا ہے اس میں کئی گناہ ہوئے ایک ربوا اور سود کا دوسرے ریاء و نمود کا تیسرے بچوں کے مال لینے کا ۔ بچہ کو ہبہ نہ کرو بلکہ اباحت کے طور پر دو ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائے گی پھر ہبہ صبی حرام ہو گا اور اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے

رقم واپس نہ لو بلکہ خود بچہ کو اس کے عوض اور رقم دے دو جس میں نیت. عوض کی قید ضروری ہے ورنہ یہ مستقل ہبہ ہوگا پہلے کا عوض نہ ہوگا اور مدرسہ کے چندہ کرنے والوں کو بھی چندہ لیتے ہوئے ان مسائل کالحاظ رکھنا چاہیئے ۔(التحصیل و التسھیل مع التکمیل و التعدیل)

جوش کی حالت کا چندہ نا جائز ہے

فرمایا ایسے جوش کی حالت میں جس میں آدمی مغلوب العقل ہو جائے اور بعد میں پچھتائے تو خود چندہ ہی لینا نا جائز ہے جوش سے جب کوئی دے تو مت لو تو جب ہوش درست ہو جائے اس وقت لو۔ (انفاس عیسیٰ ج ا ص ۳۰۰)

تصرف وغیرہ سے چندہ لینے کا حکم

فرمایا اگر کوئی شخص (تصرف سے) قصداً ہلاک کرے۔ جیسے کہ ہاتھ سے قتل کیا۔ لوگ اس کو بھی داخل کرامت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی شخص مباح الدم نہ ہو تو معصیت کبیرہ ہے یہ کرامت نہیں ہے اسی طرح اگر کسی امیر کے دل میں تصرف سے مدرسہ میں کچھ چندہ دینے کا خیال پیدا کر دیا یہ بھی جائز نہیں اور اکثر ارادوں کو بقا نہیں ہوتا۔ فوری جوش ہوتا ہے۔ مجھے تو اس قسم کی باتیں بری معلوم ہوتی ہیں ۔(انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۳۲۹)

مدارس کی طرف سے کمیشن پر سفیر رکھنا شرط فاسد ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن پر سفیر رکھے جائیں یہ جائز ہے؟ فرمایا کہ شرط فاسد ہے مگر بکثرت مدارس والے اس بلا میں مبتلا ہیں جائز و نا جائز کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی لئے ثمرات و برکات ویسے ہی پیدا ہوتے ہیں نہ اساتذہ کو طلباء پر شفقت اور محبت ہے نہ طلباء کو اساتذہ کا ادب واحترام ہے نہ ظاہراً ان پر علم کی شان معلوم ہوئی ہے نہ باطناً ان میں استغنا ہے۔ یہ سب غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول لگ رہے ہیں اسی

طرح چندوں میں قطعاً احتیاط نہیں رہتی کہ وصول کرنے والے کیسی رقم لائے، نہ تحقیق نہ تفتیش۔
وہ وصول کر کے لائے اور مدرسہ والوں نے داخل کر لیا۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۶۴)

فیصلہ کے عوض مال لینا رشوت ہے

فرمایا رشوت کی تعریف یہ ہے کہ کسی غیر منقولہ شئے کے عوض مال لینا مثلاً حکام جو لیتے ہیں وہ اگر فیصلہ حق کرتے ہیں تو یہ فیصلہ کرنا عبادت ہے۔ اور وہ متقوم نہیں ہے اور تنخواہ جوان کو ملتی ہے وہ عبادت کی نہیں ہوتی بلکہ تنخواہ اس بات کی ہے کہ اس نے اپنا وقت مسلمانوں کے کام میں صرف کیا ہے۔ اس لئے اس کا نفقہ بیت المال میں ہے۔ اور اگر اس فیصلہ کو متقوم بھی کہا جائے تو ایک مرتبہ متقوم ہو گیا ہے کہ اس کے عوض تنخواہ مل چکی ہے۔ اب اور مال لینا یہ غیر متقوم کے عوض میں ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی کام میں لگا ہو اس کا نفقہ اس شخص کے ذمہ ہے۔ جیسے بیوی کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے اس لئے کہ وہ اس کے کام میں محبوس ہے۔ اسی واسطے اگر وہ نافرمانی کر کے کہیں چلی جائے تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (التہذیب ج ۲ ص ۳۲)

پیچھے سے پکارنے والے کو جواب نہ دے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کو جو نہایت متقی اور نہایت پرہیز گار تھے انہوں نے اپنی وصیت میں امام ابو یوسفؒ کو فرمایا ہے کہ اگر کوئی تم کو پشت کی طرف سے آواز دے تو اس کو جواب نہ دو، نہ اسکی طرف التفات کرو، کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا تو تم اس کے ساتھ انسان کا سا برتاؤ کیوں ضروری سمجھو یہ بھی ایک طریقہ ہے اصلاح اور تنبیہ کا اور یہی نیت ہونی چاہیئے نہ کہ کبر و غرور کی (مقالات حکمت ج ۲ ص ۱۰۰)

سلف نے معاشرت تک میں عجب کا علاج کیا ہے

فرمایا کہ سلف نے تو معاشرت تک میں اس کا اہتمام کیا ہے کہ اپنی نظر میں پسندیدہ نہ ہوں چنانچہ حضرت علیؓ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک بار کرتہ پہنا اور اس کی آستینیں خوبصورت معلوم ہوئیں آپ نے ان کو تراش ڈالا کہ بدشکل ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ کو کسی نے مسلمانوں کے گھروں

میں پانی بھرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں فرمایا کہ میں اس وقت اپنے نفس کا علاج کر رہا ہوں اس وقت دو شخص ہرقل کی طرف سے میرے پاس آئے تھے اور میرے عدل کی تعریف کی جس سے میرا نفس خوش ہوا میں نے اس کا علاج کیا۔ (مقالات حکمت ص ۲۰۴)

اعزہ سے ملنا ترک نہ کرنا چاہیئے

اعزہ سے ملنا سنت ہے کیونکہ صلہ رحمی ہے اگر وہ بداعمال ہوں تو بھی اپنی جانب سے بغرض صلہ رحمی ملنے میں کچھ حرج نہیں۔ قطع تعلق اور اپنے کو کھنچا ہوا رکھنا کچھ اچھا نہیں خواہ وہ امراء ہی کیوں نہ ہوں ترک تعلق مناسب نہیں اور اگر وہ اعزہ تمسخر دین کا کرتے ہوں تو اس کو چاہیئے کہ ان کو سمجھائے کہ میں آپ صاحبوں کے پاس بہ سبب رشتہ داری کے آتا ہوں آپ ایسا نہ کریں ورنہ میں نہیں آؤنگا اگر نہ مانیں تو نہ جائے باقی افراد اجنبی سے ترک تعلق اچھا ہے ہاں اگر وہ خود بلائیں چلا جائے یا وہ خود اپنے یہاں آئیں تو ان کا اکرام کرے۔
(مقالات حکمت ج ا ص ۱۹۱)

کسی مسلمان کی طرف پشت کرنا زیبا نہیں

کسی مسلمان کی طرف بغیر سخت معذوری کے پشت کرنا زیبا نہیں۔ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۳۳)

نوکروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

امراء کے یہاں نوکروں کی کوئی عزت نہیں ہوتی ان کے ساتھ ذلت کا برتاؤ اور حدود سے تجاوز کیا ہوا سلوک کیا جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۵۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعدد ازواج میں حکمت

ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کے خانگی معاملات اظہر من الشمس ہیں بلکہ بقول بعض محققین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واسطے اتنی بیبیاں کیں کہ امت پر آپ کے خانگی افعال سے ایسے احکام کھلیں، جن کا تعلق خانگی معاملات سے ہے۔
(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۶۰)

دینی مصلحت کی بناء پر امراء سے امتیازی معاملہ برتنے کی حکمت

اگر کوئی دین کی حاجت لے کر آئے تو سبحان اللہ اور جو دنیا کی حاجت لے کر آتا ہے وہ نظروں سے گر جاتا ہے پھر فرمایا کہ امیروں کو جس خاص اکرام کی عادت ہوتی ہے اگر ان کا وہ اکرام نہ کیا جائے تو ان کو رنج ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ معاملہ غرباء سے ذرا ممتاز ہونا مصلحت ہے۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۲۹۶)

سبق یاد نہ کرنے پر طلباء پر جرمانہ جائز نہیں

مدرسہ امداد العلوم کے ایک مدرس نے طلباء پر سبق یاد نہ کرنے کے جرم میں کچھ جرمانہ کیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو بلا کر فرمایا یہ جائز کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ مالکوں کو ہی بعنوان انعام تقسیم کیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کسی کے مال کا حبس کرنا بلا رضامندی کب جائز ہے؟ تیسرے یہ جرمانہ بچوں پر تو نہ ہوا' انکے ماں باپ پر ہوا۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۱۵۷)

خیر خواہانہ مشورہ

یہاں تک چند ضروری آداب معاشرت کی تفصیل بیان ہوئی اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت ؒ کا رسالہ آداب المعاشرت اور اشرف الآداب فی بیان المعاشرت والاخلاق یعنی آداب اسلام مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد ضلع بہاولنگر کا مطالعہ از حد نافع ہوگا۔

حضرت حکیم الامت اور اصلاح معاشرت

اس مختصر مضمون میں چند واقعات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ خود صاحب افادات آداب معاشرت پر کس قدر عمل پیرا تھے۔ (محتاج دعا احقر قریشی غفرلہ)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت والا نے بہ حیثیت ایک حکیم الامت اور مجدد الملت ہونے کے اس شعبہ ضروریہ کی اصلاح کی جانب بھی اس درجہ اہتمام اور اس قدر تفصیل کے ساتھ توجہ فرمائی ہے کہ اس امر مہم کی جانب ایسی توجہ خاص صدیوں سے نہ ہوئی ہوگی چنانچہ ایک بار خود فرمایا کہ

''مجدد ملت تو خیر کیا لیکن مجدد معاشرت میں ضرور ہوں''

حضرت والا جن آداب معاشرت کی تعلیم فرماتے رہے وہ اتنے زیادہ تعداد میں ہیں کہ ان کا احصاء ممکن نہیں کیونکہ بہ حیثیت ایک مرجع خلائق ہونے کے حضرت والاؒ کو ہر قسم کے لوگوں سے آئے دن سابقہ پڑتا رہتا ہے اور انکے ساتھ مختلف قسم کے معاملات بکثرت پیش آتے رہتے ہیں اور چونکہ بر بناء غفلت عامہ حضرت والا کے یہاں سب سے مقدم تعلیم اصلاح معاشرت ہی کی ہوتی ہے اس لئے ہر کوتاہی کی نہایت تدقیق کے ساتھ قولی اور عملی تعلیم فرماتے رہتے ہیں جس کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ خود حضرت والا کو خاص اپنے معاملات میں طبعاً و شرعاً حسن معاشرت کا غایت درجہ اہتمام رہتا ہے (اشرف السوانح ج ۳)

مرض وفات اور انتہائی تکلیف کے عالم میں لوٹا اپنی جگہ پر رکھنا

چنانچہ اس ضمن میں حضرت مسیح الزمان مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ کا ارشاد فرمودہ ایک واقعہ بہ موقع ختم بخاری شریف یاد آیا۔

حضرت حکیم الامتؒ کو مرض وفات میں اسہال کا مرض تھا جسکی بناء پر آپ نہایت کمزور اور صاحب فراش ہو چکے تھے۔ رات کے وقت جب سب گھر والے سو چکے تھے آپ کو

بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی لیکن کسی کو نہیں جگایا انکی راحت میں خلل ڈالنا بالکل گوارہ نہ فرمایا حالانکہ اتنی شدید بیماری اور انتہائی کمزوری اور پھر آپ کی شان محبوبیت کے پیش نظر کسی کو جگانے سے ذرا برابر بھی تکلیف نہ ہوتی۔ لیکن آپ اسی حالت میں ہمت کر کے بمشکل بیت الخلاء تشریف لے گئے لیکن واپسی میں انتہائی کمزوری کے سبب چند قدم چلنے نہ پائے تھے کہ چکر آ گیا اور آپ مکان کے صحن میں گر گئے، غشی طاری ہوگئی کچھ دیر بعد غشی رفع ہوئی تو آپ چارپائی پر تشریف لے جا کر لیٹ گئے ضعف انتہا کو پہنچ چکا تھا استرخاء اعضاء کی کیفیت تھی اسی اثناء میں آپ کو یاد آیا کہ میرے ہاتھ میں لوٹا تھا وہ صحن میں چھوٹ گیا۔ گھر والوں میں سے اگر کسی کو رات کو لوٹے کی ضرورت پیش آئی تو انہیں تشویش اور تلاش کرنے کی دقت ہوگی۔ اس خیال نے آپ کو بے چین کر دیا اور ہمت کر کے اٹھے اپنی کمزوری اور تکلیف کی طرف التفات نہ فرمایا اور اندھیرے میں لوٹا تلاش کر کے اسکی متعین جگہ پر لا کر رکھ دیا۔

اللہ اکبر یہ تھے مجدد معاشرت کے اعلیٰ اخلاق کہ دوسروں کو راحت رسانی اور پریشانی سے بچا کر اپنے اوپر تعب و مشقت گوارہ فرمائی۔

اسی ضمن میں خود ارشاد فرمایا میرا تو گھر میں بھی یہی معمول ہے جو چیز جہاں سے اپنے ہاتھ سے لیتا ہوں وہیں رکھتا ہوں مثلاً قلمدان دیا سلائی گھر میں جہاں سے اٹھاتا ہوں وہیں خود رکھتا ہوں دوسرے پر اس کام کو نہیں چھوڑتا جی یہ چاہتا ہے کہ اصول صحیحہ کا میں بھی تابع ہوں اور دوسروں کو بھی اسکا تابع بناؤں بس اتنی سے بات ہے جو لوگوں پر گراں ہے نہ میں خادم بننا چاہتا ہوں نہ مخدوم نہ تابع نہ متبوع۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۵۹)

انصاف اور معاشرت کے آداب خاص

آخر زمانے میں طبعی ضعف کے سبب کچھ نہ کچھ عوارض لگے رہتے تھے جن کا علاج جاری رہتا تھا۔ معالج حکیم محمد ہاشم صاحبؒ تھانوی تھے جو حضرتؒ کے بڑے معتقد مرید جیسے تھے۔

اگران کو حضرت بلا بھیجیں تو وہ اپنی سعادت سمجھ کر خوشی سے حاضر ہوں مگر عادت حضرتؒ کی یہ تھی کہ جب تک کوئی شدید بیماری نہ ہو جس میں اٹھنا چلنا مشکل ہو جائے۔ حکیم صاحب کو بلاتے نہ تھے بلکہ خود چل کر ان کے مکان پر جاتے اور علاج کے متعلق مشورہ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ ان کو بلالوں تو انہیں بالکل بھاری نہ معلوم ہوگا مگر اس کو انصاف کے خلاف سمجھتا ہوں کہ ضرورت اور حاجت تو میری' اور تکلیف کریں حکیم صاحب' اس معاملہ میں وہ مطلوب اور میں طالب ہوں طالب کی ذمہ داری ہے کہ خود حاضر ہو۔

میں نے خود بارہا دیکھا کہ خانقاہ کی جس سہ دری میں حضرت تشریف فرماتے تھے اس کے بالکل بالمقابل دوسری طرف کچھ فاصلہ سے مدرسہ تھا اور اسی کے قریب مہتمم خانقاہ آپ کے برادرزادے حضرت مولانا شبیر علی صاحب بیٹھتے تھے۔ جب بھی حضرت کو کسی علمی مسئلے میں کسی مدرس سے بات کرنا ہوتو خود اٹھتے اور ان کی جگہ پر پہنچ کر ان سے بات کرتے پھر واپس آ کر کام میں مشغول ہو جاتے تھے ان کو بلانا پسند نہ کرتے تھے کہ ممکن ہے کہ اس وقت وہ کسی ایسے کام میں ہوں جس کا چھوڑنا مشکل ہو' اور ان کو تکلیف پہنچے۔

یہ تھے وہ عادلانہ آداب معاشرت جو حضرتؒ صرف قول سے نہیں اپنے فعل سے بھی لوگوں کو عمر بھر تلقین کرتے رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ متوسلین میں بھی اس خاص وصف پر بہت کم لوگوں نے دھیان دیا۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ مجھے اگر کسی مجمع اور مجلس میں چھینک آتی ہے تو الحمد للہ آہستہ کہتا ہوں تاکہ سارے مجمع پر اس کا جواب دینا یرحمک اللہ سے واجب نہ ہو جائے کیونکہ بعض اوقات لوگوں کو التفات نہیں ہوتا یا کوئی دوسری رکاوٹ ہوتی ہے تو وہ گناہگار ہو جاویں گے۔

(مجالس حکیم الامت ص ۱۷۲'۱۷۳)

ضرورت اصلاح معاشرت کی حضرتہ پیرانی صاحبہ ؒ کو عملی تبلیغ میں شریک فرمانا

حضرت حکیم الامت ؒ پیرانی صاحبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام تمہارے کرنے کا ہے وعظ کہاں تک اثر کرے گا تم اس رسم کو توڑ دو اور عورتوں کو سمجھاؤ کہ میت کے گھر جا کر کھانا پینا بہت بری بات ہے۔ ایک تو ان غریبوں پر موت کا صدمہ ہوا اور دوسرا صدمہ ان پر یہ ڈالا جاوے کہ وہ آنے والیوں کے کھانے پینے اور پان چھالیہ کا انتظام کرے۔ بہت شرم کی بات ہے میرے گھر میں اس سے پہلے کسی شادی غمی میں نہیں جاتی تھیں کیونکہ اکثر جگہ منکرات ہوتے ہیں مگر میں نے اس ضرورت سے ان کو غمی کے مواقع میں جانے کی اجازت دے دی اور یہ کہا کہ دین کا کام ہے اس لئے تم کو شرکت کرنی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا اور عورتوں کو میت کے گھر جا کر کھانے پینے حتی کہ پان کھانے سے بھی روکا زیادہ اثر اس کا ہوا کہ انہوں نے خود اس پر عمل کیا کہ جس کے گھر گئیں اس کے یہاں پان تک نہ کھایا اول تو بہنوں نے ناک منہ چڑھایا کہ کیا ہم ایسے گرے پڑے اور مفلس غریب ہیں جو آنے والیوں کے پان چھالیہ کی بھی ہمیں مقدور نہ ہو لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں سب مستورات نے اس پر عمل شروع کر دیا اور اب کوئی میت کے گھر پر پان تک نہیں کھاتی۔ (اصلاح ظاہر خطبات حکیم الامت جلد ۲۸)

اسی سلسلہ میں حضرتہ پیرانی صاحبہ ؒ کی یہ بات پسند فرمائی کہ ذرا سفر میں اچھی حیثیت سے جایا کرو، کپڑے بھی اچھے ہوں تو جوتا بھی نیا ہو، ایک آدھ جوتا اور بھی بندھا ہو، حضرت حکیم الامت ؒ نے فرمایا کہ کسی کو دکھلانا تھوڑا ہے۔ اس پر حضرتہ پیرانی صاحبہ ؒ نے فرمایا اگر تمہیں لوگ خستہ حالت میں دیکھیں گے تو انہیں فکر ہو گی کہ آجکل تنگی میں ہیں کچھ دینا چاہیے۔ اگر کپڑے بھی اچھے اور جوتا بھی نیا ہو گا تو سمجھیں گے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں سب بے فکر رہیں گے۔ مسلمانوں کو بے فکر کرنے کیلئے اچھی حیثیت بنا کر سفر کیا جائے تو عبادت ہے ایسی لطیف بات کہی۔ (حسن العزیز ج ا ص ۱۷۲)

چنانچہ حضرت حکیم الامت" اس پر عمل فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے،

''لوگ اہل وعیال کے حقوق کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے، حکومت کرنا جانتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ جن پر حکومت کرتے ہیں ان محکوموں کا بھی کوئی حق ہمارے ذمہ ہے یا نہیں، معاشرت کو تو دین کی فہرست سے ہی نکال رکھا ہے اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور ان سب گڑبڑوں کا سبب دین سے غفلت ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۸۹)

راحت کے مقابلہ میں خرچ کی پرواہ نہ کرے

سفر میں ایک چیک موصول ہوا۔ حضرت حکیم الامت" نے اسکی رقم لینے کے لئے ایک صاحب کو ڈاک خانہ بھیجا وہاں سے جواب آیا کہ اس کا روپیہ تھانہ بھون سے مل سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کل اس کو تھانہ بھون بھیجوں گا۔ ایک صاحب نے کہا کہ ابھی کیا جلدی ہے وہاں جا کر وصول کر لیجیے گا یہاں سے رجسٹری کا خرچ پڑے گا اس پر ارشاد فرمایا:۔

''جو کام ہے اس سے فارغ ہونا چاہا کرتا ہوں خواہ خرچ ہو اس پر لوگ مجھ کو مسرف کہتے ہیں پھر فرمایا اسراف اس خرچ کو کہتے ہیں جس میں کوئی مصلحت نہ ہو مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے کاموں کا جمع کرنا۔ میری طبیعت متحمل نہیں ہے میں راحت کے مقابلہ میں خرچ کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے موقع پر تو لوگ مجھے مسرف کہتے ہیں اور جہاں خرچ کا موقع نہیں ہوتا وہاں کوڑی خرچ نہیں کرتا۔ ایسے موقع پر لوگ مجھے بخیل کہتے ہیں''۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۸۱، ۸۲)

حسن معاشرت کی اہمیت اور اصول کی پابندی

صرف بات یہ ہے کہ اصول صحیحہ کا میں خود غلام ہوں اور دوسروں کو بھی اصول صحیحہ کا غلام بنانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے وہ جانتے ہیں، ہم بھی وہی برتاؤ کریں جسکی عادت ہے اور طبیعت خوگر ہے مگر یہاں پر وہ باتیں نہیں چلتیں مدتوں کے بعد تو باب تعلیم معاشرت کھلا ہے اب پھر چاہتے ہیں کہ بند ہو جائے حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی

فہرست سے نکال ہی دیا تھا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہونچے اور یہ حالت رہے ؎

بہشت[1] آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کار نباشد

اور اس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے ہی کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو سخت اذیت پہونچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی میرے سارے انتظامی معمولات کا حاصل صرف یہی ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہونچے تکلیف نہ ہو اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں پر نہ آئے بلانے کون جاتا ہے۔ بقول غالب ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

ہزاروں مشائخ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں جائیں بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو تمام اصول صحیحہ کا اتباع کرنا ہوگا اور جو ہم کہیں کرنا پڑیگا جسطرف اور جسطرح چلائیں گے چلنا پڑیگا لوگوں نے طریق کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے یہ طریق مردہ ہو چکا تھا بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد زندہ ہوا مجھ کو اس پر ناز نہیں مگر فامابنعمۃ ربک فحدث[2] کے طور پر ذکر کرتا ہوں اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں لٹھ ہوں اور یہ کوئی ناز کی بات نہیں اسلئے کہ جس سے چاہیں خدا تعالیٰ اپنا کام لے لیتے ہیں الحمدللہ میں نے ذوقیات اور کشفیات کو حسیات بنا دیا ہے ان وجدانیات میں لوگ جن چیزوں پر ایمان بالغیب لاتے تھے اب وہ چیزیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہیں اور اس طرز سے اصلاح یہ ایسی چیز ہے کہ میرے

---

[1] بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور (سب راحت سے ہوں حتی کہ کسی کو کسی سے کام بھی نہ ہو کہ دوسرے کی احتیاج بھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ (۲) اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے ۱۲

ایک اہل علم عزیز نے حضرت حاجی صاحب " کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے گا میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اپنے ماموں سے کراؤ سو حضرت اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے باقی تمام دنیا کو کون خوش رکھ سکتا ہے اور خوش رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے جنکے خوش رکھنے کی انسان کو ضرورت ہے اسکی فکر چاہیے اور میں تو صاف کہتا ہوں کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو کہ یہاں پر تو فقیری وقیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اور ہم کو اس میں فخر ہے کہ طالب علموں میں ہمارا اشمار کیا جائے اور واقع میں بھی ہم فقیر کدھر سے ہیں جب کھانے پینے میں خوب دل کھلا ہوا ہے فقیری کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ ایک بزرگ شب کو سامنے حلوہ رکھکر نفس سے کہتے تھے دو رکعت نماز نفل پڑھ لے پھر یہ حلوہ کھلاؤ نگا پھر دو رکعت کے بعد ایسا ہی وعدہ کرتے تھے تمام شب اسی طرح ختم ہو جاتی تھی اور حلوہ رکھا ہی رہتا تھا ہمارا نفس تو تیرہویں صدی کا ہے ایک دفعہ بھی اگر وعدہ خلافی ہو جائے پھر قبضہ میں نہیں آ سکتا ہماری حالت پر نظر فرما کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔

غرض یہاں کی حالت تو بالکل واضح ہے جسکا دل چاہے تعلق رکھے جسکا چاہے نہ رکھے محض لوگوں کو معتقد بنانے کے لئے ہم سے تو بنا نہیں جاتا جیسا آجکل بکثرت یہی حالت ہو رہی ہے کہ تقویٰ کو معتقد اور زہد سب لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اختیا کیا جاتا ہے اور زیادہ اہتمام اسی کا کیا جاتا ہے کہ لوگ معتقد ہوں مگر اس کا اہتمام علاوہ مذموم ہونیکے خود موجب پریشانی بھی تو ہے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی اور بنائیں ہیں اور خواص کے اعتقاد کی اور نیز امراء کے اعتقاد کی اور غرباء کے اعتقاد کی اور اس حالت میں بتلایئے سب کو معتقد بنانے کا کہاں تک اہتمام کرو گے اور اگر کیا بھی تو ساری عمر اسی ضیق میں گذرے گی تو میں کہتا ہوں کہ کس جھگڑے میں پڑے۔

اعتقاد کی بناؤں کے اختلاف پر ایک واقعہ یاد آیا ایک شخص دہلی میں امراء میں سے تھے ان کے اعتقاد کی بنیاد سنئے کیسی ضعیف تھی وہ یہ کہ ایک شخص نے مجھ کو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے اپنے قواعد کی بناء پر لینے سے انکار کر دیا بس اس سے وہ معتقد ہو گئے پھر مدت کے بعد ایک دنیاوی معاملہ میں انہوں نے مجھے سفارش کرانی چاہی میں نے کسی عذر سے انکار کر دیا۔ اس سے غیر معتقد ہو گئے اور ایسے امراء سے اکثر بیچارے غرباء پھر غنیمت ہیں انکے اعتقاد کی بنیاد اکثر محض تعلق مع اللہ ہی ہوتی ہے اور ایسے غرباء بلکہ دیہاتی بے لکھے پڑھے متقی بھی ہوتے ہیں اور خوش فہم بھی چنانچہ وہ لوگ ایسی سمجھ کی بات کرتے ہیں کہ ان امراء کے کبھی خواب میں بھی نہ آئی ہو۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص آیا اس وقت خادم سے دبوا رہے تھے اس نے دیکھکر کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم بھی ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جی تو خوش ہوتا ہے مگر بڑا ہونیکی وجہ سے نہیں بلکہ آرام پہونچنے کی وجہ سے تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے اس فہم کا کیا ٹھکانا ہے کہاں نظر پہونچی آجکل تو مشائخ کی بھی ان دقائق پر نظر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۵۷ تا ص ۲۵۹)

تہذیب الاخلاق[1] کے بیان میں

ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:۔

(۱) وذروا ظاهر الاثم و باطنه ، ان الذين يكسبون الاثم سيجزون بما كانوا يقترفونO

چھوڑو تم ظاہر گناہ اور باطن (پوشیدہ) گناہ کو بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے اسکا جو وہ کرتے ہیں۔

(۲) قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰهاO (الشمس آیت ۹ '۱)

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اسکو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

(۱) ان اثقل شيء يوضع فى ميزان المؤمن يوم القيامة خلق حسن و ان لله يبغض الفاحش البذى (رواه الترمذى)

زیادہ بھاری چیز جو قیامت کے دن میزان عمل میں رکھی جائے گی وہ نیک خلق ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے بدزبان بیہودہ گوکو۔

(۲) ان المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة قائم الليل وصائم النهار:. (رواه ابو دائود)

بے شک مومن اچھے اخلاق کے سبب شب بیدار اور روزہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(۳) المسلم الذى يخالط الناس و يعبر على اذاهم افضل من الذى لا يخالط ولا يصبر على اذاهم:. (رواه الترمذى و ابن ماجه)

جو مسلمان لوگوں سے ملتا ہے اور انکی تکلیف پر صبر کرتا ہے وہ ان سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور انکی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔

---

[1] ماخوذ از خطبات الاحکام خطبہ ۲۰

(۴) اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقاً: (رواہ الدارمی)

مومنوں میں زیادہ کامل ایمان رکھنے والا وہ ہے جو ان میں اچھے خلق والا ہو۔

سلوک وتصوف بھی جزو دین ہے

صاحبو...... یوں تو اس کا اصل جواب بہت عمیق ہے مگر میں اس وقت ایک موٹی سی بات عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کافی سمجھنا ایسا ہے جیسے ایک شخص نے نکاح کے وقت ایجاب وقبول کیا ہو اور جب بیوی اس سے نفقہ وکپڑا مانگے تو کہنے لگے کہ میں نے تو صرف تجھے قبول کیا تھا کھانا کپڑا کب قبول کیا تھا۔ یہ میرے ذمہ نہیں تو بتلایئے کیا اس کی بات قبول کی جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر شخص یہ کہے گا کہ بے وقوف بیوی کا قبول کرنا نکاح کے سب لوازم کو قبول کرنا ہے اور ساری برادری اس کو احمق بنائے گی۔ صاحبو! اسی طرح **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہنا تو مذہب کو قبول کرنا ہے۔ یہ محض ایجاب وقبول ہے جس میں سارے لوازم مذہب کا قبول داخل ہے۔

حضرات! یہ سب کم فہمی کی باتیں ہیں جو آج کل کی جاتی ہے بلکہ کم فہمی بھی نہیں یوں کہنا چاہیے کہ کم فہم بن گئے ورنہ کیا وجہ ہے کہ جو برتاؤ خدا اور رسول کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی برتاؤ بیوی اور برادری کے ساتھ کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر آپ ایسے ہی محقق ہیں کہ بدون لم اور کیف کے کوئی بات مانتے ہی نہیں اور آپ کے نزدیک ہر چیز کا لازم ہونا صراحۃً قبول کرنے پر موقوف ہے تو پھر یہاں نکاح کے معاملہ میں **لم** اور **کیف** کیوں نہیں کیا جاتا اور نان نفقہ کو بدون قبول صریح کے کیوں لازم مان لیا جاتا ہے۔ بلکہ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ مخلوق کے ساتھ ''لم'' اور ''کیف'' ہوتا اور خدا کے ساتھ نہ ہوتا۔ مگر اب الٹا معاملہ ہے اور رسول کے احکام میں چون چرا اور بیوی برادری کے معاملہ میں تسلیم ورضا۔ پس حدیث **''من قال لا الہ اللہ دخل الجنۃ''** سے عدم ضرورت اعمال پر استدلال کرنا محض غلط ہے...... یہ تو وہ لوگ تھے جو عقائد میں اختصار کرتے اور اعمال کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔

ایک جماعت ان کے علاوہ اور پیدا ہوئی۔ جنہوں نے عقائد میں تو اختصار نہیں کیا اور نہ اعمال کو غیر ضروری سمجھا مگر انہوں نے اعمال میں اختصار کیا۔ کچھ اعمال کو لے لیا اور بہت سے اعمال کو چھوڑ دیا۔ بس جو چیز آسان معلوم ہوئی وہ تو لے لی اور جس میں ذرا سی بھی دقت معلوم ہوئی اس کو اڑا دیا۔ اور اس میں طبائع مختلف ہیں بعض کو عبادات بدنیہ آسان ہیں اور مالیہ مشکل ہیں۔ انہوں نے نماز اور روزہ تسبیح و نوافل کو اختیار کر کے مقدس صورت بنالی۔ مگر وہ ایسے مقدس ہیں کہ جو حج فرض ادا کرتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ معاملات میں احتیاط کرتے ہیں' ان کا لین دین نہایت خراب ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں جن کو مال خرچ کرنا آسان ہے وہ حج بھی کرتے ہیں زکوٰۃ خیرات بھی دیتے ہیں مگر جان کا خرچ کرنا ان کو دشوار ہے اس لیے نماز اور روزہ سے جان چراتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو طاعات بدنیہ اور مالیہ دونوں کو بجالاتے ہیں مگر انہوں نے طاعات قلب کو چھوڑ رکھا ہے۔ ظاہر میں بڑے مقدس ہیں مگر دل میں تکبر و حسد ریا و عجب بھرا ہوا ہے۔ محبت و خشیت الٰہی برائے نام ہے مگر اس کو وہ ضروری نہیں سمجھتے۔ بعض نے ان اخلاق کا بھی اہتمام کیا مگر انکی معاشرت گندی ہے ذکر و شغل کرتے ہیں مگر اس کا اہتمام نہیں کہ ہمارے ہاتھ سے دوسروں کو ایذا نہ پہنچے۔

غرض ہر ایک کو جو بات آسان لگی وہ لے لی اور جس میں کچھ محنت کرنا پڑی اس کو چھوڑ دیا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل سائنس کی ترقی ہے۔ ہر چیز کا ست نکالا جاتا ہے۔ تو ہمارے بھائیوں نے اعمال کا بھی ست نکال لیا' مگر صاحبو ست کا ست نہیں نکلا کرتا۔ دین تو سارا کا سارا خود ہی ست ہے۔ اس کا ہر جز و ضروری ہے۔ اب آپ دوبارہ اس کا ست نہیں نکال سکتے اور اگر نکالو گے تو ست نہ ہوگا' بلکہ اجزائے ضروریہ کو فوت کرنا ہوگا۔

جیسے کوئی شخص انسان کا ست نکالنا چاہے کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دے اور ایک پیر اور ایک آنکھ پھوڑ دے اور ایک کان بند کر دے تو کیا اس کو ست کہا جائے گا۔ ہر گز نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے ضروری اجزاء کو حذف کر کے ایک آدمی کو بے کار بنا دیا۔

یہی حال ہمارے بھائیوں نے دین کا بنا رکھا ہے۔ کسی نے یہ کیا کہ اعمال تو بہت ہی اچھے ہیں مگر عقائد میں کتاب وسنت کو چھوڑ کر رسوم و بدعت کو داخل کر لیا۔ اور اپنے کو دیندار سمجھتے ہیں۔ بعض نے عقائد کو سنت کے موافق رکھا ہے اور اعمال میں نہایت کوتاہی کی اور ان کو اپنے متبع سنت ہونے کا ناز ہے۔ غرض یہ مختلف فرقے ہمارے اندر پیدا ہو گئے۔ اور ساری خرابی کا منشا یہ ہے کہ لوگوں نے دین کے اجزاء کو پوری طرح نہیں سمجھا۔

تصوف کی اہمیت

تو غور سے سن لیجئے کہ دین کے پانچ اجزاء ہیں۔ ایک جزء تو ہے عقائد کا کہ دل سے اور زبان سے یہ اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے وہی حق ہے۔ (جس کی تفصیل کتب عقائد سے معلوم ہو گی)

دوسرا جزء عبادات ہیں یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وحج وغیرہ۔

تیسرا جزء معاملات یعنی احکام نکاح و طلاق و حدود کفارات و بیع و شراء و اجارہ وزراعت وغیرہ اور ان کے جزء دین ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت یہ سکھاتی ہے کہ کھیتی یوں بویا کرو اور تجارت فلاں چیز کی کیا کرو بلکہ ان میں شریعت یہ بتلاتی ہے کہ کسی پر ظلم وزیادتی کا اس طرح معاملہ نہ کرو جس میں نزاع کا اندیشہ ہو غرض جواز وعدم جواز بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا جزء ہے معاشرت یعنی اٹھنا بیٹھنا' ملنا جلنا' مہمان بننا' کسی کے گھر پر جانا کیوں ہے اور اس کے کیا آداب ہیں۔ بیوی بچوں عزیزوں اجنبیوں اور نوکروں وغیرہ کے ساتھ کیوں کر برتاؤ کرنا چاہیے۔

پانچواں جزء جس کا نام ڈراؤنا ہے تصوف ہے۔ اور ڈراؤنا اس لئے ہے کہ آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تصوف کے لیے بیوی بچوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ جاہل صوفیوں کا مسئلہ ہے جو تصوف کی حقیقت کو نہیں جانتے غرض یہ پانچواں جزء ہے جس کو شریعت میں اصلاح نفس کہتے ہیں۔

تو یہ پانچ اجزاء دین کے ہیں۔ان پانچوں کا مجموعہ کا نام دین ہے اگر کسی میں ایک جزء بھی ان میں سے کم ہو تو وہ ناقص الدین ہے۔ جیسے کسی کا ایک ہاتھ نہ ہو تو وہ ناقص الخلقت ہے۔اب دیکھ لیا جائے کہ ہم نے ان پانچوں کا کتنا اہتمام کر رکھا ہے حالت یہ ہے کہ بعض نے تو عقائد وعبادات کو کم کر رکھا ہے اور بعض میں معاملات کی کمی ہے۔اور معاملات کی تو یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے اتقیاء معاملات کو دین ہی نہیں سمجھتے۔ چنانچہ برتاؤ سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔

وہ برتاؤ یہ ہے کہ نماز و روزہ کے مسائل تو مولویوں سے پوچھے جاتے ہیں مگر معاملات کو کوئی آکر نہیں پوچھتا۔ مثلاً کوئی گاؤں خریدیں یا کسی مورث کے مرنے کے بعد تقسیم جائیداد کا قصہ ہو تو اس میں آپ نے کہیں نہ دیکھا ہوگا کہ دستاویز علماء کو لا کر دکھائی جاتی ہو کہ دیکھئے اس میں کوئی بات خلاف شرع تو نہیں۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاملات کو دین ہی نہیں سمجھتے حالانکہ معاملات کا دین میں داخل ہونا بالکل بدیہی ہے۔

قرآن میں آیت مدائنہ کو دیکھئے صرف قرض لینے کے کتنے احکام بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جب تم مدت معلومہ کے لئے ادھار قرض کا معاملہ کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور خود لکھنا نہ جانتے ہو تو کسی سے لکھوا لیا کرو اور کاتب کے لئے حکم ہے۔

ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمه الله فلیکتب

کہ لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ لکھ دیا کرے۔اگر لکھنے والا کوئی نہ ہو تو حکم ہے کہ دو آدمیوں کو گواہ بنادو اور گواہوں کو ضرورت کے وقت گواہی دینا لازم ہے گواہی نہ دینے سے گناہ ہوگا جس پر وعید مذکور ہے اسی طرح اور بہت سے معاملات کے احکام قرآن میں موجود ہیں اور احادیث میں تو بہت ہی زیادہ ہیں۔ پھر فقہ میں تو اتنی تفصیل ہے کہ کوئی قانون بھی اس سے زیادہ مفصل نہیں ہو سکتا (تفصیل الدین ملحقہ مواعظ دین و دنیا ص ۱۰۴ تا ص ۱۰۸)

ہماری اخلاقی حالت

رہے اخلاق اور یہ پانچواں جزء ہے سو اس کی بابت بھی جانتے ہیں کہ اخلاق کی خرابی

سے ہمارے علماء اور طلباء بھی بہت کم بچتے ہیں۔ اکثر دیندار لوگوں کو اس کی تو فکر ہوتی ہے کہ ڈاڑھی بھی ہو۔ ٹخنے سے اوپر پاجامہ بھی ہو۔ لباس سارا شریعت کے موافق ہو لیکن اخلاق کو دیکھئے تو اس قدر خراب کہ گویا کبھی شریعت کی ہوا بھی نہیں لگی جس سے وہ حالت ہوتی ہے کہ

از بروں چوں گور کافر پر حلل واندروں قہر خدائے عز وجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید وزد رونت ننگ میدارو یزید

بہت لوگ ہماری پارسایانہ صورت کو دیکھ کر دھوکہ میں آجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے خاص مقبولین میں ہیں حالانکہ ہم میں یہ جزء اخلاق کو جو کہ شعب دین سے ایک عظیم الشان شعبہ ہے، ہم میں نشان تک نہیں ہوتا۔ ہماری ساری حرکتیں تکلف پر مبنی اور سارے افعال بناوٹ سے ناشی ہوتے ہیں۔ تو یہ امراض ہم میں ہیں جن کا علاج نہایت ضروری ہے اور جن کی وجہ سے ہماری حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ سو میں ان کا علاج بتلاتا ہوں۔

علاج کی قسمیں

علاج ہر مرض کا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علاج کلی اور ایک علاج جزئی علاج جزئی تو اس کو کہتے ہیں کہ ہر ہر شکایت اور ہر ہر مرض کا فرداً فرداً علاج کیا جائے اور علاج کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام امراض کی جڑ یعنی ایک امر مشترک کا ازالہ کر دیا جائے کہ اس سے ہر شکایت خود بخود جاتی رہے۔ شریعت میں پہلی قسم کے علاج بھی ہے اور دوسری قسم کے بھی۔ لیکن پہلی قسم کے علاج کی آجکل لوگوں میں ہمت نہیں رہی البتہ پہلے لوگ اسی طرح کرتے تھے کہ ریا، عجب، حسد، کبر، بغض وغیرہ سب کا علاج علیحدہ علیحدہ کرتے تھے اور معالج کیلئے سہل بھی ہے گو مریض کے لیے اسمیں دشواری ہے:۔ (طریق النجاۃ ملحقہ مواعظ دین و دنیا ص ۴۷۳)

تصوف کی حقیقت

پانچواں جزء دین کا تصوف ہے۔ اس کو تو لوگوں نے بالکل چھوڑ رکھا ہے۔ اکثر لوگوں نے تصوف کے متعلق یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اسمیں بیوی بچوں کو چھوڑنا پڑتا

ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ صاحبو! تصوف کی حقیقت ہے خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھانا۔ سو اس میں تعلقات ناجائز ہو تو بے شک چھوڑنا پڑتے ہیں۔ باقی تعلقات جائز ضرور یہ تو پہلے سے بھی بڑھ جاتے ہیں صوفیہ کے تعلقات اور معاملات بیوی بچوں کے ساتھ خوشگوار ہوتے ہیں کہ اہل تمدن کے بھی ویسے نہیں ہوتے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تصوف والے سنگ دل ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے رحم دل ہوتے ہیں کہ انسان تو انسان جانوروں پر تک رحم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے پاس رہ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ہر شخص کی راحت کا کس قدر خیال کرتے ہیں لہٰذا اس سے متوحش ہونا نادانی ہے جس کی وجہ سے اسلام کا ایک ضروری جزء لوگوں سے فوت ہو رہا ہے۔ یہ جزء ایسا ضروری ہے کہ قرآن شریف میں اس کی تحصیل کا جا بجا امر ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

''یعنی اے ایمان والو! حق تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق''

اس میں تکمیل تقویٰ کا امر ہے۔ یہی تصوف کا حاصل ہے۔ اور مشاہدہ ہے کہ ایسا ڈرنا سوائے صوفیہ کرام اہل اللہ کے کسی کو بھی نصیب نہیں ہے۔ ان کی بات بات میں خشیت ہوتی ہے۔ بیباکی اور آزادی کہیں نام کو بھی نہیں ہوتی۔ اب حدیث میں اس کی تاکید لیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان فی جسد ابن ادم مضغة اذا صلحت صلح الجسد
کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب

''یعنی انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے سن لو وہ دل ہے اس میں اصلاح قلب کی کتنی تاکید ہے:۔ (تفصیل الدین ملحقہ مواعظ دین و دنیا ص ۱۱۷ تا ص ۱۲۰)

نوٹ:۔آگے ریاضت ومجاہدہ کا بیان مختصر لکھا گیا کیونکہ اس سلسلہ میں احقر کی تفصیلی کتاب ''تہذیب الاخلاق کامل'' مطبوعہ ادارۂ تالیفات اشرفیہ جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد ضلع بہاولنگر اکابر کی پسند فرمودہ ہے۔اسکا تفصیلی مطالعہ ازحد نافع ہوگا۔بعض دینی مدارس میں داخل نصاب بھی ہے۔

ریاضت ومجاہدہ

اس میں دو قسم ہیں ۱ اخلاق حمیدہ اور وہ چند مقامات ہیں توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زھد توحید، توکل، محبت وشوق، اخلاق وصدق، مراقبہ، محاسبہ، تفکر، ہر ایک مقام کو ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے مع اس دلیل اور ماہیت وطریق وتحصیل کے، یہ سب احیاء العلوم سے لیا گیا ہے اور جو مضمون دوسری جگہ کا ہے اس پر حاشیہ لکھ دیا ہے۔

فصل پہلی توبہ میں

قال اللّٰہ تعالیٰ "یآ ایھا الذین امنوا توبوا الی اللّٰہ توبة نصوحا". وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یآ ایّھا الناس توبوا الی اللّٰہ(۱) (رواہ مسلم)

ماہیت

خطا کو یاد کر کے دل دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے، اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔

طریق تحصیل

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور سوچے، اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہو گی یہی توبہ ہے۔

احکام

اگر نماز روزہ وغیرہ قضا ہوئے ہوں ان کی قضا کرے۔ اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہوں ان سے معاف کرائے یا ادا کرے۔

---

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف توبہ خالص اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ کی طرف توبہ کرو۔

فصل دوسری صبر میں

قال اللّٰہ تعالیٰ یآ ایھا الذین امنوا اصبروا. وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عجبا لا مر مومن ان امرہ کلہ خیر و لیس ذلک لا حد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر و ان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ (۱) (رواہ مسلم)

ماہیت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں، ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر، سو محرک دینی کو محرک ہوئی پر غالب کر دینا صبر ہے،

طریق تحصیل

اس قوت ہوا کو ضعیف اور کمزور کر دینا چاہیے۔

فصل تیسری شکر میں

قال اللّٰہ تعالیٰ واشکرو الی (۲) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اصابتہ سراء شکر (رواہ مسلم) وقد مرّا انفا

ماہیت

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں ایک منعم سے خوش ہونا۔ دوسری اس کی خدمت گزاری و امتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔

---

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو صبر کرو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب ہے مومن پر کہ اس کی ہر بات بہتر ہے اور نہیں میسر ہے یہ کسی کو مگر مؤمن ہی کو اگر پہنچی اس کو خوشی شکر کیا، اور اگر پہنچی اسکو سختی صبر کیا پس اس کیلئے بہتر ہے۔ (۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے شکر کرو میرا۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔

فصل چوتھی رجا میں

قال اللّٰہ تعالیٰ لا تقنطوا من رحمة الله. وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو یعلم الکافر ماعنداللّٰہ من الرحمة ما قنط من جنته احد (۱)(متفق علیه)

ماہیت

محبوب چیزوں یعنی فضل ومغفرت و جنت کے انتظار میں قلب میں راحت پیدا ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ سو جو شخص رحمت و جنت کا منتظر رہے مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اس کو مقام رجاء حاصل نہیں وہ دھوکہ میں ہے جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے صرف ہوس خام ہے۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل پانچویں خوف میں

قال اللّٰہ تعالیٰ و اخشونی (۲)وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من خاف ادلج و من ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة اللّٰہ غالیة الا ان سلعة اللّٰہ الجنة(رواہ الترمذی)

---

۱ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ناامید نہ ہو اللہ کی رحمت سے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کافر بھی اللہ کی رحمت کا حال جانے تو اس کو جنت سے ناامید نہ ہو۔

۲ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ڈرو مجھ سے اور فرمایا رسول ﷺ نے جو ڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے سن لو اللہ کا سودا گراں ہے آگاہ رہو اللہ کا سودا جنت ہے۔

ماہیت

قلب کو دردناک ہونا ایسی چیزوں کے خیال میں جو ناگوار طبع ہو اور اس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کے قہر و عتاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل چھٹی زہد میں

قال اللّٰہ تعالیٰ لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم۔ وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد واول فسادھا البخل والامل(۱).(رواہ البیقی فی شعب لایمان)

ماہیت

کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا۔

طریق تحصیل

دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔

۱؎ تاکہ افسوس نہ کرو فوت ہوئی چیز پر اور خوشی سے نہ اتراجاؤ اس پر جو تم کو دیا اور فرمایا یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول بہتری اس امت کی یقین ہے اور زھد اور اول بگاڑ اس امت کا بخل ہے اور طول امل ہے۔

فصل ساتویں توحید میں

یہاں توحید افعال مراد ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ و اللّٰہ خلقکم وما تعملون۔ وما تشاء ون الا ان یشاء اللّٰہ رب العلمین۔وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبه الله لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبه الله علیک (۱) (رواہ احمد و الترمذی)

ماہیت

یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ نہیں ہوسکتا۔

طریق تحصیل

مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل آٹھویں توکل میں

قال اللّٰہ تعالیٰ وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون (۲) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واذا سألت فسأل اللّٰہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ (۳) (رواہ احمد الترمذی)

---

۱ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے سب عملوں کو۔ اور فرمایا نہیں چاہتے ہو تم کسی چیز کو مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لو کہ اگر سب کے سب متفق ہو جاویں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچادیں ہرگز نفع نہ پہنچاویں گے مگر اسی چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اگر سب کے سب متفق ہو جاویں اس پر کہ تم کو کچھ ضرر پہنچادیں ہرگز ضرر نہ پہنچاویں گے مگر اسی چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی۔

۲ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ (۳) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مانگو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو۔

ماہیت

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا۔

طریق تحصیل

اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

فصل نویں محبت میں

قال اللّٰہ تعالیٰ یحبھم و یحبونه (۱) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقائه ومن کره لقاء اللّٰہ کره اللّٰہ لقائه (۲) (متفق علیه)

ماہیت

طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے اس کو عشق کہتے ہیں۔

طریق تحصیل

دنیا کے علائق کو قطع کرے یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالے کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کے کمالات و اوصاف و انعام کو یاد کرے اور سوچے۔

---

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوست رکھتا ہے اللہ ان کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اللہ کو (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوست رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ اسکی ملاقات کو اور جو برا سمجھتا ہے اللہ کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے اللہ اس ملاقات کو۔

فصل دسویں شوق میں (۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ من کان یرجوا لقاء اللّٰہ فان اجل اللّٰہ لات (۲) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسالک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک (۳)

(رواہ النسائی)

ماہیت

جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اس کو بکمالہ جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا۔

فصل گیارہویں انس میں (۴)

قال اللّٰہ تعالیٰ ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (۵) الایۃ. وقال رسول اللّٰہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللّٰہ الا حفتھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللّٰہ فیمن عندہ (۶)

(رواہ مسلم)

۱؎ اسمیں اہل شوق کی تسلی ہے بکذا قال ابو عثمان الخیری القشیریہ۔ (۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ کی مدت یعنی موت تو آنیوالی ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگتا ہوں تجھ سے زیارت تیری وجہ مبارک کی اور شوق تیری ملاقات کا (۴) انس میں جملہ احوال ہے مقامات میں اس کا ذکر طبعاً آ گیا کیونکہ یہ آثار محبت سے ہے' (۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ اللہ ایسا ہے کہ اتارا تسکین اور اطمینان کو مومنین کے دلوں میں (۶) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھتے ہیں لوگ کہ ذکر کرتے ہیں اللہ کا۔ مگر گھیر لیتے ہیں انکو ملائکہ رحمت اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت خداوندی اور اترتی ہے ان پر تسکین اور اطمینان اور یاد کرتا ہے اللہ ان کو ان میں جو اس کے پاس ہے یعنی ملائکہ کی جماعت میں۔

ماہیت:

جو چیز من وجہ ظاہر و معلوم ہو اور من وجہ مخفی و مجہول ہو اگر وجوہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اس کے ادراک کی خواہش ہو اس کو شوق کہتے ہیں اور اگر وہ وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو اس کو انس کہتے ہیں۔ یہ فرحت کبھی یہاں تک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب کی صفات جلال پیش نظر نہیں ہوتے اور اس وجہ سے اس کے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے لگتی ہے۔ اس کو انبساط اور ادلال کہتے ہیں چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کیلئے کوئی جداگانہ طریق نہیں ہے۔

فصل بارہویں رضا میں

قال اللّٰہ رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه (۱)(الآیة) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من سعادة ابن آدم رضاه بماقضی اللّٰہ له . (رواہ احمد والترمذی)

ماہیت

حکم قضا پر اعتراض نہ کرنا نہ زبان سے نہ دل سے، بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کا جداگانہ طریق نہیں ہے۔

فصل تیرھویں نیت وارادہ میں

قال اللّٰہ تعالیٰ و لاتطرد الذین یدعون ربهم بالغدٰوة والعشی یریدون وجهه (۱)وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انما الاعمال بالنیات (۲)(متفق علیہ)

---

(۱) راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ اللہ سے (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی سعادت سے ہے۔ راضی رہنا اس پر جو اس کے لئے اللہ نے مقرر کر دیا۔

ماہیت

دل کا ابھرنا ایسی چیز کی طرف جس کو اپنی غرض اور نفع کے موافق سمجھتا ہو۔

طریق تحصیل

اس چیز کو مثلاً عمل صالح سلوک طریق آخرت کے منافع و مصالح کی معرفت حاصل کر کے ان میں غور کرے دل کو حرکت پیدا ہوگی۔

فصل چودہویں اخلاص میں

قال اللّٰہ تعالیٰ و ما امروا الا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین حنفآء (۳)(الایة) وقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم ان العبد اذا صلی فی العلانیة فاحسن و صلی فی السر فاحسن قال اللّٰہ تعالیٰ ھذا عبدی حقا۔ (۴)

(رواہ ابن ماجہ)

ماہیت

اپنی اطاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔

طریق تحصیل

معالجہ ریاء میں معلوم ہوگا کیونکہ ریاء کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

---

(۱) اور نہ دھتکار دوائے محمد ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام (یعنی ہر وقت) چاہتے ہیں خاص ذات باری تعالیٰ کو (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کا اعتبار تو نیت سے ہے۔

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہیں حکم ہوا ان کو مگر اس کا کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کرنیوالے ہوں اس کے واسطے دین کو اور طرف سے پھرے ہوئے ہوں (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدمی سب کے سامنے نماز اچھی طرح پڑھتا ہے اور تنہائی میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا بندہ ہے ٹھیک ٹھیک۔

فصل پندرہویں صدق میں

مراد اس سے خاص صدق ہے یعنی مقامات میں صادق ہونا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ انما المؤمنون الذین امنوا باللّٰہ و رسولہ ثمّ لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولٰئک ھم الصّٰدقون (۱) وعن عائشۃؓ قالت مر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بابی بکر وھو یلعن بعض رقیقہ فالتفت الیہ فقال لعّانین و صدیقین الیٰ قول ابی بکر لآ اعود.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ماہیت

اس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچاوے اس میں کسر نہ رہے۔

طریق تحصیل

ہمیشہ نگران رہے اگر کچھ کمی ہو جاوے تو اس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جاوے گا۔

فصل سولہویں مراقبے میں

قال اللّٰہ تعالیٰ ان اللّٰہ کان علیٰ کل شیء رقیباً (۱) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (۲) (رواہ مسلم) وقال علیہ السلام احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک (۳).

(رواہ احمد الترمذی)

---

۱ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مؤمن تو وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر کچھ تردد نہیں کیا اور جہاد کیا اپنی جان مال سے اللہ کی راہ میں یہی لوگ ہیں پورے سچے۔ ۲ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کا گذر حضرت ابو بکرؓ پر ہوا۔ وہ اپنے ایک غلام پر لعنت کر رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنیوالے اور پھر صدیق؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہ کروں گا۔

ماہیت

دل سے دھیان رکھنا اس شخص کا جو اس کو دیکھ بھال رہا ہے۔

طریق تحصیل

یہ جانے کے اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہے اور کوئی بات کسی وقت اس سے پوشیدہ نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی عظمت و قدرت و جلال اور اس کے عذاب و عقوبت کو بھی یاد کرے اس کی مواظبت سے وہ دھیان بندھنے لگے گا۔ پھر کوئی کام خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے اس سے نہ ہوگا۔

فصل سترھویں فکر میں

قال اللّٰہ تعالیٰ ویضرب اللّٰہ الامثال للناس لعلھم یتفکرون (۴) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاٰثروا ما یبقی علی مایفنی (۵). (رواہ احمد)

ماہیت

دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا جس سے تیسری بات ذہن میں آ جاوے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ آخرت باقی ہے دوسری بات یہ جانتا ہے جگہ باقی قابل ترجیح کے ہے ان دونوں سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آخرت قابل ترجیح کے ہے ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اس کی تحصیل کا طریق ہے ان مقامات مذکورہ کی تصحیح سے اور مقامات بھی درست ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ، ورع، قناعت، یقین، عبودیت، استقامت، حیا،

---

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے (۳) اور فرمایا اللہ کا دھیان رکھو پاؤ گے اپنے مقابل۔

(۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے. اور بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کے لئے مثالیں شاید کچھ سوچیں فکر کریں (۵) اور فرمایا رسول ﷺ نے پس اختیار کرو باقی چیز کو فانی پر۔

حریت، قنوت، خلق، ادب، معرفت، جن کا ذکر ان نصوص میں ہے۔

اتقوا اللّٰه—مِن حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه—القناعة کنز لا یفنی—وبالاخرة هم یوقنون—واعبد ربک حتی یاتیک الیقین—ان الذین قالو ربنا اللّٰه ثم استقامو—الایه استحیوا من اللّٰه حق الحیاء—ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة (آلایة) قوله علیه السّلام یوم القیمة ·یارب امتی امتیِ—و انک لعلی خلق عظیم ○ ما زاغ البصرو ما طغیٰ ○ وما قدرو اللّٰه حق قدره:

(قشیریه)

کیونکہ یہ ترتیب بہت ظاہر ہے اس لئے ہم نے تفصیل کو موجب تطویل سمجھا۔

دوسری قسم اخلاق ذمیمہ میں

اور وہ چند چیزیں ہیں۔ شہوت، آفات لسان غضب، حقد، حسد، حب دنیا، بخل، حرص جاہ، ریا، عجب، غرور، ان چیزوں کا زائل کرنا سالک کو ضرور ہے، ان کو بھی چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں مثل قسم اول کے یہ بھی احیاء سے منقول ہے۔

فصل شہوت میں

قال اللّٰہ تعالیٰ و یرید الذین یتبعون الشھوٰت ان تمیلوا میلا عظیما(۱) ۝

ماہیت

ظاہر ہے معالجہ مجاہدہ کرنا چاہیے مجاہدے کا طریق باب دوم میں معلوم ہو چکا ہے۔

فصل آفات لسان میں

قال اللّٰہ تعالیٰ "مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید(۲) ۝ وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صمت نجا(۳)(رواہ احمد و الترمذی)

یہ بہت سی آفتیں ہیں، فضول باتیں کرنا خلاف شرع باتیں کرنا، بحث و مباحثہ ناحق کا، تکرار لڑائی کرنا، کلام میں بناوٹ و تکلف کرنا۔ گالی گلوچ کرنا، کسی پر لعنت کرنا، گانا بجانا، دل لگی کرنا، جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے یا اسمیں زیادہ مشغولی کرنا، کسی کا راز ظاہر کر دینا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسم کھانا یا جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا،

---

(۱) اور چاہتے ہیں وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں خواہشوں کی، پھر جاؤ تم بہت پھر جانا۔

(۲) نہیں بولتا ہے کچھ بات مگر نزدیک اس کے نگہبان ہے تیار۔ (۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو خاموش رہا نجات پا گیا۔

دونوں طرف جا کر دو رویہ باتیں بتانا کسی کی زیادہ تعریف وخوشامد کرنا' ذات وصفات الٰہی میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا' علماء سے فضول باتیں پوچھنا۔

معالجہ

جو بات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تامل کرلے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع وبصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔

فصل غضب میں

قال اللّٰہ تعالیٰ اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیّة حمیة الجاھلیة (۱) وقال النبّی صَلی اللّٰہ علیه وسلم لا تغضب (۲):. (رواہ البخاری)

ماہیت

جوش مارنا خون قلب کا بدلہ لینے کے لئے۔

معالجہ

یہ یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میں اس کی نافرمانی بھی کیا کرتا ہوں اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچے کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی میں مزاحمت کروں اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر کھڑا ہو بیٹھ جاوے جو بیٹھا ہو لیٹ جاوے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے اگر اس سے بھی نہ جائے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جاوے یا اس کو علیحدہ کر دے'

فصل حقد میں

قال اللّٰہ تعالیٰ خذ العفوو امر بالعرف و اعرض عن الجاھلین (۱) ۝ وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا تباغضوا (۲):. (متفق علیه)

---

(۱) جب کیا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے اپنے دلوں میں کد کد جاہلیت کی (۲) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے غصہ نہ کرو۔

ماہیت

جب غصے میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی 'اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک گرانی سی ہو جاتی ہے اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں'

معالجہ

اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول شروع کرے گو بتکلف سہی۔ چند روز میں کینہ دل سے نکل جائے گا۔

فصل حسد میں

قال اللّٰہ تعالیٰ ومن شر حاسد اذا حسد (۳) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تحاسدوا (۴) (رواہ البخاری)

ماہیت

کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جاوے۔

معالجہ

گو بتکلف ہی سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کیساتھ خوب احسان سلوک تواضع سے پیش آؤ۔ ان معاملات سے اس شخص کے قلب میں تمہاری محبت پیدا ہوگی پھر وہ تم سے اسی طور پیش آوے گا۔ اس سے تمہارے دل میں اس کی محبت ہوگی اور حسد جاتا رہے گا۔

ا اختیار کرو معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ لو جاہلوں سے (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں بغض نہ رکھو (۳) اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسد کے شر سے جب حسد کرے (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں حسد نہ کرو۔

فصل حب دنیا میں

قال اللہ تعالیٰ وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور (۱) وقال رسول اللہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر (۲) (رواہ مسلم)

ماہیت دنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے۔

معالجہ

موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اور مدتوں کیلئے منصوبے اور سامان نہ کرے۔

فصل بخل میں

قال اللہ تعالیٰ ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ (۳) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار (۴).
(رواہ الترمذی)

ماہیت

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروۃً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا'

معالجہ

مال کی محبت کو دل سے نکالے اور حب مال کے نکالنے کا وہی طریق ہے جو معالجہ حب دنیا مین مذکور ہوا۔

۱؎ اور نہیں ہے زندگانی دنیا مگر دھوکے کی پونجی (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔

۳؎ جو بخل کرتا ہے وہ نہیں بخل کرتا مگر اپنے آپ سے (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجوس آدمی دور ہے اللہ سے' دور ہے جنت سے' دور ہے لوگوں سے' قریب ہے دوزخ سے۔

فصل حرص میں

قال اللہ تعالیٰ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوٰة الدنیا (۱) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یهرم ابن آدم و یشب منه اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر (۲):. (متفق علیه)

ماہیت

قلب کا مشغول ہونا مال وغیرہ کے ساتھ

معالجہ

خرچ گھٹادے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل وخوار رہتا ہے۔

فصل حب جاہ میں

قال اللہ تعالیٰ تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین (۳)○ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لها من حرص المرء علی المال والشرف لدینه(۴):. (رواہ الترمذی)

---

۱ ہرگز نہ بڑھاؤ اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف جس سے ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دنیا کی (۲) اور فرمایا رسول اللہ نے آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اسکی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں حرص کرنا مال پر اور حرص کرنا عمر پر۔ (۳) اور وہ جو دار آخرت ہے کریں گے ہم اس کو ان ہی لوگوں کے لئے جو نہیں چاہتے ہیں زمین میں اپنی بڑائی اور نہ ادھم مچانا اور انجام کار ہے متقیوں ہی کے لئے (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھوکے بھیڑیے کہ بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جاویں اس کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کردیتی ہے۔

ماہیت

لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اس کی تعظیم واطاعت کریں۔

معالجہ

یوں سوچے کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت کررہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ شرع کیخلاف تو نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کے خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاوے، مگر مقتدا کو ایسا کام کرنا زیبا نہیں دین میں فتور پڑے گا۔

فصل ریاء میں

قال اللّٰہ تعالیٰ یراؤن الناس (۱) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یسیرا لریاء شرک (۲) (رواہ ابن ماجہ)

ماہیت

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جاوے

معالجہ

حب جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے اور عبادت پوشیدہ کیا کرے، یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضرور ہے اس کیلئے ازالہ حب جاہ کافی ہے، ایک طریق معالجے کا حضرت سیدی مرشدی مولائی الحاج حافظ امداد اللہ صاحب قدس سرہ دامت برکاتہم کا ارشاد فرمودہ ہے وہ یہ کہ جس عبادت میں ریا ہو اس کو خوب کثرت سے کرے پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو یہ خیال رہے گا وہ چند روز میں اسے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بنا دے گی۔

---

(۱) دکھلاتے ہیں وہ لوگوں کو (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔

فصل تکبر میں

قال اللّٰه تعالیٰ ان اللّٰه لا یحب المستکبرین (۱) وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر (۲) (رواه مسلم)

ماہیت

اپنے کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔

معالجہ

اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے اسکے مقابلے میں اپنے کمالات کو ہیچ پائیگا اور جس شخص کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے اس کی تعظیم وتواضع سے پیش آوے یہاں تک کہ اسکا خوگر ہو جاوے

فصل عجب میں

قال اللّٰه تعالیٰ اذ اعجبتکم کثرتکم (۳) وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (۴) واما المهلکات فهوی متبع و شح مطاع و اعجاب المرء بنفسه وهی اشد هن:.

(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

۱؎ تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہے اپنی بڑائی کرنیوالوں کو (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائے گا جنت میں وہ جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو۔

۳؎ جب کہ بھلا معلوم ہوا تم کو تمہارا زیادہ ہونا (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہے مہلکات سو وہ خواہش ہے جسکی پیروی کی جائے، بخل ہے جسکے موافق عمل درآمد ہو اور اچھا سمجھنا آدمی کا اپنے آپ کو اور یہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔

ماہیت

اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جاوے۔

معالجہ

اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اسکی استغناء قدرت کو یاد کرکے ڈرے کہ شاید سلب ہو جاوے۔

فصل غرور میں

قال اللّٰہ تعالیٰ ولا یغر نکم باللّٰہ الغرور (۱) وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التجافی دار الغرور (۲).

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ماہیت

جو اعتقاد خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اسکی طرف طبیعت مائل ہو کسی شبہ اور شیطان کے دھوکے کے سبب اس پر نفس کو اطمینان حاصل ہونا۔

معالجہ

ہمیشہ اپنے اعمال واحوال کو قرآن وحدیث وبزرگان دین کے اقوال وافعال سے ملاتا رہے ان رذائل کے ازالہ سے باقی رذائل سب دفع ہو جاویں گے ان اوصاف حمیدہ وذمیمہ کو کسی بزرگ نے دو رباعیوں میں اختصار واجمال کے ساتھ جمع فرمادیا ہے وہ رباعیاں قابل یاد رکھنے کے بلکہ وظیفہ بنانے کے ہیں۔

---

۱ اور نہ دھوکہ دے اللہ کی باتوں میں تم کو شیطان (۲) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ رہنا دھوکے کی بنی یعنی دنیا سے۔

رباعی

خواہی کہ شوی بمنزل قرب عظیم
نہ [9] چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین
تفویض و توکل و رضا و تسلیم

رباعی

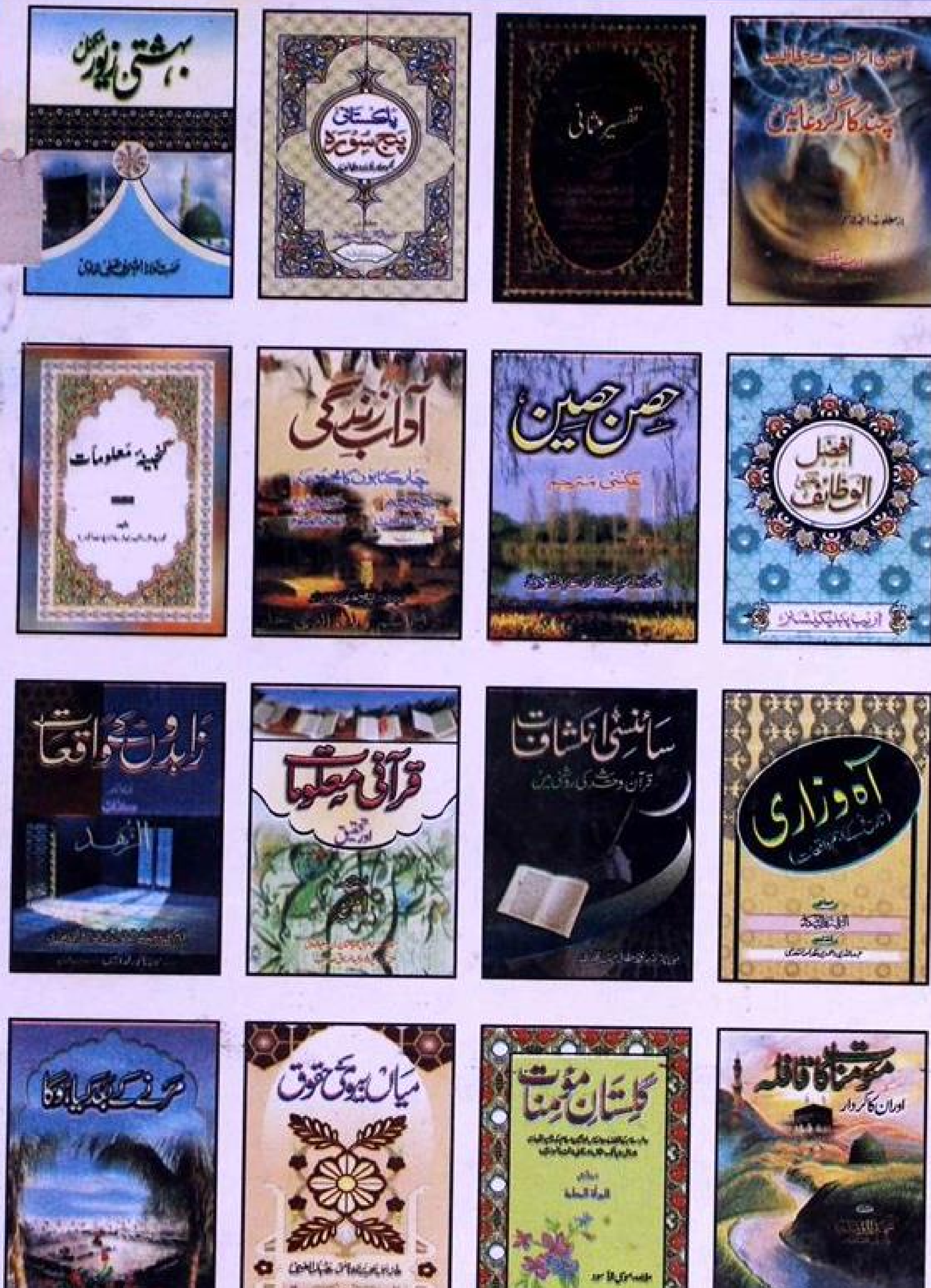
خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ
دہ [10] چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت
بخل و حسد و ریاء و کبر و کینہ

فصل مشارطہ و محاسبہ

جاننا چاہیے کہ مقام مراقبے کے متعلق دو چیزیں اور ہیں ایک مشارطہ کہ مراقبے سے پہلے ہے دوسری محاسبہ جو مراقبے کے بعد ہے۔ مشارطہ یہ کہ روزانہ صبح کو اٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلاں فلاں کام کرنا فلاں فلاں مت کرنا۔ اس کے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اس معاہدہ کی رکھنا چاہیئے' جب دن ختم ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کئے ہیں ان کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کئے ہوں ان پر شکر الٰہی بجالاوے جو برے کام کئے ہیں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہوگئی ہو۔ اس پر نفس کو ملامت و زجر و توبیخ کرے اور اگر خالی زجر و توبیخ کافی نہ ہو تو کچھ مناسب سزا بھی تجویز کر کے عملدرآمد کرے قال اللّٰہ تعالیٰ ولتنظر نفس ماقدمت لغد (۱) احیاء العلوم:۔

---

(۱) چاہیے کہ دیکھ بھال لے ہر شخص کیا چیز آگے بھیجی ہے کل (قیامت) کے لئے۔


بہشتی زیور
آداب زندگی
حصن حصین
سائنسی انکشافات
آہ وزاری
میاں بیوی کے حقوق
گلستان مومنات